رضا اکیڈمی کا دینی، علمی، اصلاحی و ادبی مجلہ

یادگارِ رضا

۱۴۴۰ھ
۲۰۱۸ء

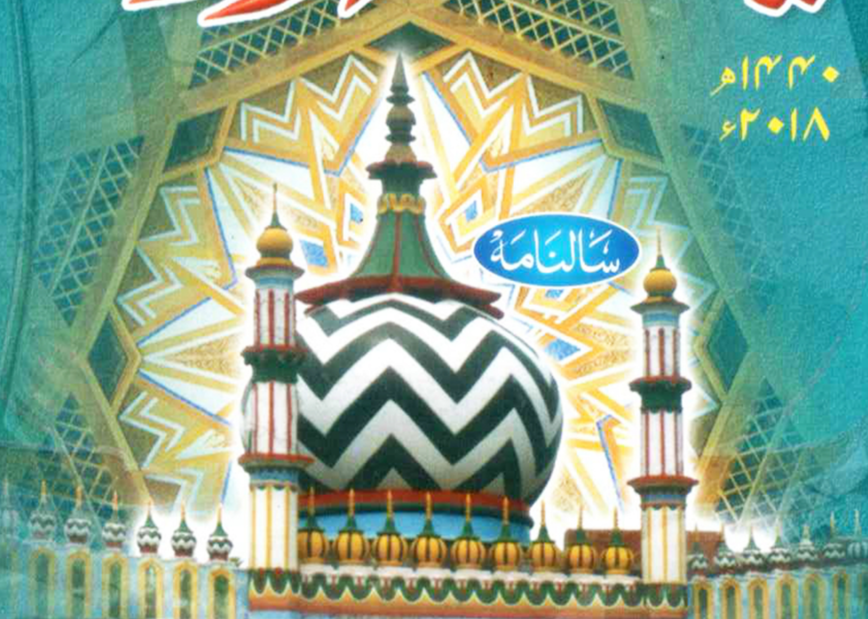

سالنامہ

موسس: الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی

مرتب: غلام مصطفیٰ رضوی

رضا اکیڈمی

بہ فیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مؤسس: الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی

رضا اکیڈمی ممبئی کا دینی، علمی و ادبی مجلّہ

سالنامہ

یادگارِ رضا

۱۴۴۰ھ/ ۱۹-۲۰۱۸ء

شمارہ: ۲۵

مدیر: غلام مصطفیٰ رضوی

[نوری مشن مالیگاؤں]

ناشر: رضا اکیڈمی

۵۲ رڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک ممبئی ۴۰۰۰۰۹

Ph.: (022) 66342156 www.razaacademy.com

e-mail : mumbai.razaacademy@gmail.com

نقوش

اداریہ

۱ عہدِ رواں کو اعلیٰ حضرت کی ضرورت ہے! — مدیر — ۳

یادگار تحریر

۲ ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم — تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری — ۷

نقوش اختر

۳ مدحت — تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری — ۱۲

۴ حضور تاج الشریعہ: خلدزار طیبہ میں — غلام مصطفیٰ رضوی — ۱۳

۵ ویران میکدہ ہے کہ ساقی نہیں رہا! — مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری — ۲۱

اصلاحیات

۶ امام احمد رضا اور فکر آخرت — مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری — ۲۵

۷ ذکرِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ — مولانا محمد رضا ثاقب مصطفائی — ۳۴

نوریات

۸ حضرت سرکار نوری مارہروی — مولانا محمد ارشاد حسین ساحل شہسرامی — ۳۶

تحقیقات

۹ امام احمد رضا کی قومی و عالمی مقبولیت — محمد اسلم رضا تحسینی — ۶۱

۱۰ امام احمد رضا بہ حیثیت ایک ریاضی داں — انصاری بدرالدجیٰ شمس الضحیٰ — ۸۱

۱۱ ترجمۂ قرآن کنزالایمان پر ایک فکر انگیز تحریر — شکیل احمد سبحانی — ۹۹

ادبیات

۱۲ کلامِ رضاؔ پر تضمین نگاری — ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی — ۱۰۷

عرفانیات

۱۳ شیخ المشائخ سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی — غلام مصطفی رضوی — ۱۲۰

تحریکات

۱۴ شدھی تحریک اور جماعت رضائے مصطفیٰ — یٰسٓ اختر مصباحی — ۱۲۹

منزل بہ منزل

۱۵ 2018ء میں رضا اکیڈمی کی خدمات — مدیر — ۱۵۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عہدِ رواں کو اعلیٰ حضرت کی ضرورت ہے!

اسلامی تہذیب وتمدن، عقائد وشعائر پر حملے روز کا معمول بن چکے ہیں۔ شرعی قوانین کے خلاف مشرکین کی ریشہ دوانیاں بڑھ گئی ہیں۔ یہی کچھ حالات اس وقت بھی تھے جب ملک کی آزادی کی جدوجہد تیز تھی۔ اسی کی آڑ میں ہندو مسلم اشتراک، اتحاد وادغام کی تحریک زوروں پر تھی۔ اس اتحاد کو تقویت پہنچانے کے لیے لیڈران ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ شعائر اسلامی کو ایک ایک کر کے ترک کرنے کی باتیں کی جا رہی تھیں؛ جس کا مقصد مشرک لیڈران کی خوش نودی اور اتحاد خام کی تقویت کا فسانہ تھا۔ اس کی مذمت اسی زمانے (۲۰۔۱۹۱۹ء) میں امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت اور آپ کے احباب وخلفا نے کی تھی، اس کے بھیانک عواقب سے آگاہ کیا۔ دین کی سرحدیں مصائب کی زد میں دیکھ کر فی الفور آپ نے فتاوے صادر کیے۔ اتحاد کی آڑ میں شعائر اسلامی وشریعت پر ہونے والے حملوں کا دو ٹوک جواب دیا۔ دین کی سرحدوں کی نگہ بانی کی۔ شرع اسلامی کی پاس بانی کی۔ ایسے اتحاد کی مذمت کی جس سے دین کو نقصان پہنچ رہا تھا۔ اور اسلامی تشخص پر حرف آ رہا تھا۔

حال کا المیہ:

ایک صدی قبل مشرکین ہند نے انگریز سے مل کر جو بیج بوئے۔ مسلمانوں سے اشتراک کی جو قیمت وصول کی، مسلم لیڈران نے مشرکین کی خوشی کے لیے جن اسلامی روایات سے منھ موڑا؛ اور شرعی معاملات میں مداہنت کی؛ اسی کا نتیجہ ہے کہ جیسے ہی مشرکین کو قوت ملی، بابری مسجد کو شہید کر دیا، ذبح سے متعلق اسلامی شعائر کے خلاف قوانین بنا ڈالے۔ مسلم کش فسادات کے ذریعے مسلمانوں کی جان، مال، عزت، آبرو سے کھلواڑ کیا۔ مسلمانوں کو مفلوک الحال بنانے کے جتن کیے۔ لیڈران! مصالحت کے گن گاتے رہے۔ مسلم پرسنل لا کے نام پر قائم بورڈوں اور مسلم نمائندگی کی دعوے دار جمعیتوں نے اپنی منافقانہ پالیسی سے مشرکین کو خوش کرنے کی بھی کوشش کی اور مصالحت سے مسلمانوں کو بھی لبھانے کی سعی کی۔ ان کی مذہبی وسیاسی پالیسی بھی مفاد پرستانہ رہی ہے۔ یہ اقتدار کے ساتھ چلتے ہیں۔ حالیہ شریعت مخالف حکومتی اقدامات کے سلسلے میں ان کی گومگو کیفیت کھل کر سامنے آ گئی۔ ان کا کوئی ٹھوس اور واضح موقف نہیں۔ مسلم مفاد میں کوئی پختہ لائحۂ عمل نہیں۔ ان کی پالیسی مفاد والی ہے کہ مسلمانوں کے بیچ

حکومت کی منفی پالیسی پر تنقید کرتے ہیں۔ حکومتی افسران کی خدمت میں جھکے جھکے جاتے ہیں۔ ان کے بیانات میں بھی لچک ہوتی ہے، کہیں کورٹ کے خلافِ شرع فیصلوں سے متعلق کھلی مخالفت سے گریز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس فیصلے کے جملہ پہلوؤں پر غور کر رہے ہیں!

اصولی بات ہے کہ شریعت کی مانی جائے۔ اس کی مخالفت میں دنیوی اقتدار کا قبول کیسا؟ کیوں کر دین میں مصالحت گوارا کی جا سکتی ہے؟ لیکن جو تخت وتاج کے باج گزار ہوتے ہیں؛ ان کے یہاں استقامت فی الدین اور تصلب کا گزر نہیں ہوتا! وہ مصالحت کی سیاست کرتے ہیں اور اپنے ضمیر کو حکومت کی چوکھٹ پر سرنگوں کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا کا یہ مبارک درس ہے جو ہم سب کے لیے مشعلِ راہ اور استقامت فی الدین کا پیغام ہے ؎

کروں مدح اہلِ دوَل رضاؔ پڑے اس بلا میں مِری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مِرا دین پارۂ ناں نہیں

شرعی فیصلوں کی پیروی:

ملک کے موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ اپنی شریعت کے تحفظ کے لیے امام احمد رضا کے اِس فرمان پر عمل کیا جائے:

''اولاً: باستثنا ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے یہ کروروں روپے جو اسٹامپ ووکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔''

(تدبیر فلاح ونجات واصلاح، ص ۱۲)

یہ ایک صدی قبل امام احمد رضا نے فرمایا تھا، موجودہ حالات میں شریعت پر مسلسل حملوں کے تناظر میں اپنے تشخص کے لیے یہی ایک راہ ہے کہ اپنے معاملات شریعت کی روشنی میں ہی حل کیے جائیں۔ اِس سے مالِ مسلم کا تحفظ بھی ہوگا، حکومتی مداخلت دَم توڑ دے گی۔ خلافِ شرع قوانین کی حیثیت کچھ باقی نہ رہے گی۔ مسلم مسائل کے نام پر سیاست کرنے والوں کی سیاست بھی نیم جاں ہو جائے گی۔ ہمیں صرف اپنی شریعت پر استقامت اختیار کرنا ہے، باہمی نزع کی صورت میں بجائے کورٹ کا رُخ کرنے کے دارالافتاء سے مسائل تصفیہ کروائیں۔

ہم نے حالات کے تناظر میں دیکھا کہ مسلمان یاسیت کے شکار ہوتے جا رہے ہیں، اس بھنور سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے جو ذکر کردہ نثری شہ پارے میں مستور ہے۔ اِس سے ہمارے

دارالافتاء کا وقار بھی مستحکم ہوگا اور شریعت پر استقامت کے نتیجے میں مسلمانوں کا رعب و دبدبہ قائم ہوگا جس کی اِس عہدِ پُرفتن میں زیادہ ضرورت ہے۔

معاشی استحکام کے لیے تجاویز:

امام احمد رضا قادری بریلوی نے مسلم معیشت کے استحکام کی فکر دی ہے۔ ایک صدی قبل ہی آپ نے مسلمانوں کی معاشی تنزلی کا حل اپنی اِس تحریر میں عنایت کیا تھا:

’’اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گڑھت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔‘‘ (مرجع سابق)

اِس نکتے میں معاشی تگ ودو میں اسلام دُشمن قوتوں کی مکمل سازش کی بخیہ گیری کی گئی ہے۔ آج جتنے مسلم دُشمن سرگرم ہیں، ان کی سرگرمی میں ان کی معیشت کی پختگی کارفرما ہے، وہ وسائل کا استعمال اسلام دُشمنی میں کر رہے ہیں۔ جب کہ ہم خود تواں اور مضبوط ہوں گے تو ہمیں نہ ہی کسی ریزرویشن کے مطالبے کی ضرورت ہوگی؛ نہ ہی حکومتی امداد کے منتظر ہوں گے! اعلیٰ حضرت کی یہ فکر تھی کہ مسلمان معاشی استحکام کے ساتھ آگے بڑھیں، اپنی صنعت وحرفت کے ذرائع تشکیل دیں۔ اِس سے مسلمانوں کی بے روزگاری بھی قابو میں آتی اور اپنے صنعتی مراکز سے مسلم استحکام کے لیے راہیں استوار کی جاتیں۔ اس پہلو پر آج بھی ہم عمل پیرا ہو کر مسلم معیشت کے استحکام کا مرحلۂ شوق طے کر سکتے ہیں، ایک تدبیر یہ بھی اعلیٰ حضرت نے دی کہ:

’’بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تو اگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بنک کھولتے سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب **کفل الفقیہ الفاهم** میں چھپ چکا ہے ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انھیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بر آتی۔‘‘ (مرجع سابق)

اس مختصر سے اقتباس میں زبردست رہنمایانہ اُصول مہیا کیے گئے ہیں:

(۱) مسلمانوں کی ترقی کے لیے جدید معاشی محور ’’بنک‘‘ کے قیام کی اسلامی اصولوں پر ترغیب۔ جس پر عمل کی اشد ضرورت ہے۔

(۲) معاشی ترقی کے لیے بلاسودی نظام کا استحکام۔ عمومی طور پر موجودہ غیر اسلامی نظام میں سود کی

کارفرمائی بکثرت ہے، اس کے مقابل اسلامی طریقے جن میں سود سے مکمل اجتناب ہے؛ پر عمل کی ترغیب فکرِ اعلیٰ حضرت کا اہم پہلو ہے؛ جس پر عمل کر کے ہم معاشی میادین میں ترقیوں کے کئی پھریرے لہرا سکتے ہیں۔

(۳) اعلیٰ حضرت نے صرف فکر ہی نہیں دی، بلکہ بلاسودی بنکاری کے لیے شرعی تجاویز ومنصوبہ بھی اپنی معرکہ آرا کتاب **کفل الفقیہ الفاهم** میں عنایت کیا، جس کی اشاعت بریلی، کراچی، لاہور، دہلی، ممبئی وترکی سے ہو چکی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ صد سالہ عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر ہم نئے عزم کے ساتھ میدان عمل میں اُتریں...... اپنے دین، عقیدے اور قوانین کے تحفظ کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے عظیم اسلامی افکار کی روشنی میں سعی پیہم کریں...... قومی وقار کی بحالی کے لیے تمام خلاف شرع امور کی تردید کر کے شریعت اسلامی پر عمل کی فکر بیدار کریں...... تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے عملاً کاوش کریں...... معاشی استحکام کے لیے استقامت کے ساتھ تگ ودو کریں...... دیانت دارانہ طرز تجارت و معاش کے تفوق سے مسلم معاشی مسائل کے حل کے لیے کوششیں کی جائیں تو...... بے روزگاری پر قابو پایا جا سکتا ہے...... اپنے عقائد کی حفاظت کے لیے ’’حسام الحرمین‘‘ کے مطالعہ کی تحریک پیدا کی جائے...... محبت رسول ﷺ میں وارفتگی کے جذبات ’’حدائق بخشش‘‘ کی روشنی میں پروان چڑھائے جائیں...... غیر شرعی رسوم سے اجتناب کی فکر بیدار کی جائے...... محض تقریروں سے مسائل حل نہیں ہوتے؛ ضرورت ہے کہ زمینی کاموں کو فروغ دیا جائے...... قرآنی فکر سے مسلمانوں کو قریب کرنے کے لیے ترجمہ ’’کنزالایمان‘‘ کی اشاعت، توسیع، تقسیم، ترسیل کی جائے...... عقیدہ وعمل کے استحکام کے لیے غریبوں کی دادرَسی، مظلوموں کی فریادرَسی اور یتیموں و بیواؤں کی کفالت کی جائے...... تا کہ ایمان بھی سلامت رہے اور مسائل حیات کی آڑ میں فتنوں کا غلبہ نہ ہو...... بلکہ محبتوں کی فصل شاداب رہے۔

الفت سرکار کے کس نے کھلائے ہیں گلاب
کس نے بخشش کے حدائق کا کیا ہے تذکرہ
وہ امام اہل سنت، عبقری اسلام کا
سیدی احمد رضا خاں ہے فنا فی المصطفیٰ

☆☆☆

ہجرت رسول ﷺ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب مدینہ ہجرت

تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ

[حضور تاج الشریعہ کی ذات علم وفن کا ایک بحر بیکراں تھی۔ آپ نے اپنے تصلب، تحقیقی فتاویٰ، علمی تصانیف، تراجم، روحانی مشن، سلسلۂ قادریہ کی اشاعت، استقامت فی الدین کی بنیاد پر کروڑوں دلوں کو متاثر کیا۔ خوش عقیدگی کے گلشن میں آپ کی کاوشوں سے شادابی آئی۔ آپ کے تقویٰ وتفقہ کا اعتراف تو بیگانے بھی کرتے ہیں۔ خداداد مقبولیت کا یہ عالم کہ جہاں گئے انبوہ کثیر دیدار کو جمع ہو گیا۔ جس بزم میں پہنچے خلقت اُمڈ پڑی، سعادت بیعت پانے والے ایسے ہیں کہ ایک ایک محفل میں لاکھ پچاس ہزار تو آناً فاناً داخلِ سلسلہ ہوئے۔

حضور تاج الشریعہ کے رسائل میں جامعیت، سلاست، روانی اور استدلال کی زبردست قوت ہے۔ یہاں مقبول عام رسالہ ''ہجرت رسول ﷺ'' سے ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے۔ جس میں سیرت طیبہ کے عظیم نقوش ہمارے لیے رہبر ورہنما ہیں۔ ان کا مطالعہ ایک طرف ایمان کو تازگی دے گا دوسری طرف سیرت طیبہ پر حضور تاج الشریعہ کے منفرد اسلوب کا نقش نمایاں ہوتا ہے۔ مدیر]

جب حضور سرورِ عالم، نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم اہلِ مدینہ سے اپنی نصرت وحمایت پر بیعت تمام فرما چکے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکی اصحاب کو مکہ میں رہنا اور مشرکین کی ایذائے بیکراں کو سہنا دُشوار ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی زبانِ فیض ترجمان پر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی رُخصت عطا فرمائی۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ: ''جب مشرکین مکہ کی اذیت مسلمانوں کے لیے بڑھی تو مسلمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور شاکی ہو کر اذنِ ہجرت کے طالب ہوئے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''مجھے تمہاری ہجرت گاہ دکھائی گئی وہ سرزمین کھجور کے درختوں والی دو سنگستانوں کے درمیان واقع ہے۔''

پھر چند دن توقف فرمانے کے بعد اپنے صحابہ میں خوش وخرم رونق افروز ہوئے اور فرمایا: ''مجھے تمھاری جائے ہجرت بتا دی گئی سنو وہ ''یَثْرِب'' ہے کہ جو مکہ سے نکلنا چاہے نکل جائے۔''

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے اس فرمان کے بعد لوگ مکہ سے ٹکڑیوں میں خفیہ طور پر نکلے اور مدینہ کو چل پڑے مگر سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلانیہ ہجرت کی اور کفارِ مکہ سے کوئی انھیں نہ روک سکا؛ نہ انھیں ایذا دینے کی کسی کو مجال ہوئی۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی زید بن الخطاب نے بھی ہجرت فرمائی۔ ۲۔

اب مکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابوبکر صدیق اور علی مرتضیٰ ہی رہ گئے، پھر جب قریش نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو مدینہ والوں کی حمایت مل گئی اور ساتھی مل گئے، جن کے شہر کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قصد فرما رہے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب ''مہاجرین'' مکہ سے نکل کر ان سے جا ملتے ہیں تو انھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکہ کے باہر جانے سے اندیشہ ہوا، قریش ''دار الندوہ'' جو قصیٰ بن کلاب کا گھر تھا، میں مشورہ کو اکٹھے ہوئے اور قریش ہر کام اسی ''دار الندوہ'' میں کرتے اور اسی میں مشورہ کرتے تھے اور مشورہ میں بیٹھنے والوں نے دوسروں کو اس گھر میں قدم نہ رکھنے دیا کہ کہیں کوئی ہاشمی ''دار الندوہ'' میں نہ آ جائے، کہ ان کی سازش سے واقف ہو۔

یہ لوگ بقول ابن درید پندرہ (۱۵) تھے اور ابن دحیہ کے بقول سو (۱۰۰) تھے اور جب یہ لوگ مشورہ کو بیٹھ چکے، شیطان ان میں بڑے ''بوڑھے نجدی'' کے بھیس میں نمودار ہوا، ہاتھ میں ٹیڑھی لاٹھی، جس کے بل جھک کر کھڑا ہوا، اونی جبہ پہنے، سر پر ہری ٹوپی، سبز چادر اوڑھے ''دار الندوہ'' کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ تو جب اسے دیکھا بولے:

''آپ کون بزرگ ہیں؟''......وہ بولا: ''نجد کا ایک بوڑھا، تمہاری بات، جس کے لیے تم جمع ہو، سنی تو تمہارے ساتھ تمہاری بات سننے کو حاضر ہو گیا اور توقع ہے کہ تم اس کی رائے اور خلوص سے محروم نہ رہو گے اور اگر میرا ساتھ بیٹھنا ناپسند کرو تو تم لوگوں میں نہ بیٹھوں۔''......تو قریش باہم ایک دوسرے سے بولے: ''یہ آدمی نجد کا ہے مکہ کا نہیں، تو اس کی حاضری تمہارا کچھ نہ بگاڑے گی۔''

اب اپنی بات کرنے لگے، تو قریش باہم بولے: ''اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

واصحابہ وبارک وسلم) کا جو معاملہ ہوا اور ہم خدا کی قسم اس کے پیروکاروں کی معیت میں اس کے حملہ سے بے خوف نہیں تو ان کے بارے میں کوئی رائے پختہ کرو۔‘‘

تو ابوالبختر ی ابن ہشام (اور ایک روایت میں ہے کہ ہشام بن عمرو) بولا میری رائے یہ ہے کہ: ’’انھیں ایک گھر میں بند کر دو اور خوب کس کر باندھو اور گھر کو ہر چہار جانب سے بند کر دو، بس ایک روشن دان کھلا رکھو، جس سے کھانا پانی ڈالتے رہو اور ان کی موت کا انتظار کرو تو یہ اپنے پیش رو شعراء ’’زُہیر‘‘ و ’’نابغہ‘‘ کی طرح (معاذ اللہ) ہلاک ہو جائیں گے۔‘‘

اس پر وہ دُشمن خدا شیخِ نجدی چیخا اور بولا: ’’یہ تمہاری بہت بری رائے ہے۔ خدا کی قسم اگر تم نے انھیں مقید کر دیا تو ان کی خبر ان کے اصحاب کو ہو جائے گی، تو وہ حملہ کر کے انھیں تم سے چھڑا لیں گے۔‘‘

قریش بولے: ’’بڑھے نے سچ کہا۔‘‘ اور ہشام (اور ایک روایت میں ہے کہ) ابوالبختر ی نے کہا کہ: ’’میری رائے ہے کہ انھیں اونٹ پر سوار کر و اور اپنے شہر سے نکال دو تو ان کے کام سے تمہارا کچھ نہ بگڑے گا اور تم چین سے ہو جاؤ گے۔‘‘

تو نجدی بڈھا بولا: ’’خدا کی قسم یہ تمہارے نفع کی بات نہیں۔ کیا تم ان کی بات کے حسن اور بولی کی مٹھاس اور لوگوں کے دلوں کو اپنے کلام کے ذریعے قابو میں کرنے سے بے خبر ہو تو خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو اس سے بے غم نہ ہو گے کہ وہ عرب کے کسی قبیلے پر اپنی باتوں سے اثر انداز ہو، تو وہ اس سے بیعت کر لیں، پھر وہ انھیں لے کر چلا آئے اور وہ تمہیں روند ڈالیں۔‘‘

بولے...... ’’بڈھا خدا کی قسم سچ بولا۔‘‘ تو ابو جہل بولا: ...... ’’میری ایک رائے ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم اب تک اس کو پہنچے ہو۔‘‘ ......وہ بولے: ’’وہ رائے کیا ہے؟‘‘ ......ابوالحکم ۳ ے بولا: ’’میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ سے تندرست جوان، صبر آزما، نسب وفضیلت والا لیں پھر ہر جوان کو شمشیر آبدار دے دیں؛ پھر وہ سب اس کی جانب بڑھیں تو وہ سب ایک ہو کر اس پر وار کریں اور اسے قتل کر دیں تو ہم اس سے نجات پا جائیں اس لیے کہ وہ جوان جب یہ کام کر گزریں گے۔ تو ان کا خون قبائل میں پھیل جائے گا تو ہاشمی سب سے جنگ نہ کر سکیں گے تو ہم سے دیت پر راضی ہو جائیں گے۔‘‘

شیخِ نجدی ملعون بولا: ’’بات تو اس جوان نے کہی اور تم میں اسی کی رائے اچھی ہے اور تمہارے لیے اس سے بہتر میں نہیں جانتا۔‘‘

تو سب ابو جہل کی رائے پر متفق؛ دلوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کا ارادہ پختہ کیے

اپنے اپنے گھروں کو چل دیے، تو سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو ان باتوں سے خبردار کیا اور عرض کی:

’’حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم آج رات اپنے بستر پر استراحت نہ فرمائیں اور اب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ سے باہر تشریف لے جانے کا اذن دیا۔‘‘

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے بسترِ اقدس پر سو جائیں، تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواب گاہ میں سوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ’’میری چادر اوڑھ لو، تمہیں ہرگز کوئی ناپسندیدہ بات نہ پہنچے گی۔‘‘

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کاشانۂ اقدس سے باہر آئے اور دستِ اقدس میں مٹھی بھر خاک لی اور کافروں کی آنکھوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ نے اندھا کر دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے سروں پر خاک ڈالتے جاتے اور یہ آیتیں پڑھتے جاتے:

یٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ۔ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ۔ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ (سورۂ یٰسٓ، پارہ: ۲۲، آیت: ۱ تا ۹)

ان آیتوں کا سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے یوں ترجمہ فرمایا: ’’حکمت والے قرآن کی قسم! بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو، عزت والے مہربان کا اُتارا ہوا، تا کہ تم اس قوم کو ڈر سناؤ جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں بے شک ان میں اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے، ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اُٹھائے رہ گئے اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انھیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انھیں کچھ نہیں سوجھتا۔‘‘ (کنز الایمان)

یہ آیتیں کفارِ مکہ کی اس وقت کی حیرت و پریشانی، خشیت و بے سروسامانی بہ آں (باوجود) ساز وسامانِ ظاہری کا منظر دکھا رہی ہیں، اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے اس موقع پر ان آیاتِ مذکورہ تلاوت کرنے سے بعید نہیں کہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ یہ آیات اسی مو

قع اور انھیں کافروں کے سبب نازل ہوئیں؛ اگر چہ عموم لفظ ہر کافر کو شامل: **فان العبرة لعموم اللفظ لالخصوص السبب کماصرحوا۔**

یہاں سے ظاہر ہوا کہ بزرگانِ دین سے جونسبت رکھتے ہیں، وہ بطور تبرک ہے، اور اس سے دفعِ بلا وحصولِ برکت ہوتا ہے۔ نیز یہاں سے یہ بھی واضح ہوا کہ دفعِ بلا کے لیے قرآنِ عظیم کی آیات کی تلاوت جائز ہے اور حضرت ابن ابی اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے ''یٰس شریف'' کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''اگر ڈرنے والا یہ آیات پڑھے بے خوف ہو اور اگر بھوکا پڑھے تو سیر ہو جائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ہجرت کی خبر دی اور انھیں حکم فرمایا کہ وہ مکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت کے بعد ٹھہریں کہ لوگوں کی امانتیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تھیں ادا کریں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس امانتیں آپ کی سچائی اور دیانت داری کی وجہ سے رکھی جاتی تھیں۔

حواشی:

[۱]''یثرب'' مدینہ طیبہ کا بعثت نبوی سے پہلے کا نام ہے، جس کا معنی ہے ''بیماریوں کی جگہ'' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ''طیبہ'' کا نام عطا فرمایا اور یثرب کہنے سے ممانعت فرمائی لہٰذا اب مدینہ منورہ کو یثرب کہنا جائز نہیں۔ [۲] مگر زرقانی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے حضرت زبیر کی بابت فرمایا کہ انھوں نے دو (۲) نیکیوں میں مجھ سے سبقت کی، مجھ سے پہلے ہجرت کی اور مجھ سے پہلے شہید ہوئے۔ **ذکرہ فی شرح المواھب۔** [۳] یہ ابوجہل کی کنیت تھی جسے بدل کر حضور نے ''ابوجہل یعنی جاہلوں کا باپ'' فرما دیا۔ ۱۲ / منہ (فاروقی) [ماخوذ: ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں]

☆☆☆

وجہ نشاط زندگی راحت جاں تم ہی تو ہو

تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ

وجہ نشاط زندگی راحت جاں تم ہی تو ہو
روح روان زندگی جان جہاں تم ہی تو ہو
تم جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا تم جو نہ ہو تو کچھ نہ ہو
جانِ جہاں تم ہی تو ہو جانِ جناں تم ہی تو ہو

تاج وقار خاکیاں نازش عرش و عرشیاں
فخر زمین و آسماں فخر زماں تم ہی تو ہو
کس سے کروں بیان غم کون سنے فغانِ غم
پاؤں کہاں امانِ غم امن و اماں تم ہی تو ہو

روح روان زندگی تاب و توان زندگی
امن و امان زندگی شاہ شہاں تم ہی تو ہو
تم ہو چراغ زندگی تم ہو جہاں کی روشنی
مہر و مہ و نجوم میں جلوہ کناں تم ہی تو ہو

تم سے جہان رنگ و بو تم ہو چمن کی آبرو
جان بہار گلستاں سرو چماں تم ہی تو ہو
تم ہو قوام زندگی تم سے ہے زندگی بنی
تم سے کہے ہے زندگی روح رواں تم ہی تو ہو

اصل شجر میں ہو تم ہی، نخل و ثمر میں ہو تم ہی
ان میں عیاں تم ہی تو ہو ان میں نہاں تم ہی تو ہو
تم ہو نمود اولیں شمع ابد بھی ہو تم ہی
شاہ زمن یہاں وہاں سکہ نشاں تم ہی تو ہو

اخترؔ کی ہے مجال کیا محشر میں سب ہیں دم بخود
سب کی نظر تم ہی پہ ہے سب کی زباں تم ہی تو ہو

حضور تاج الشریعہ: خلد زار طیبہ میں

غلام مصطفیٰ رضوی
[نوری مشن مالیگاؤں]
Cell. 9325028586

مدینے سے رہیں خود دور اس کو روکنے والے
مدینے میں خود اختؔر ہے، مدینہ چشم اختؔر میں

ماہِ رمضان کی بہاریں تھیں۔سن ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء۔اللہ نے فضل فرمایا۔آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم فرمایا۔مکۃ المکرمہ کی فضاؤں میں جا پہنچے۔وادی مکۃ المکرمہ جہاں جلووں کا سماں ہے۔ہر شے منور۔ذرہ روشن۔ہر شب تاباں۔صبح درخشاں۔جلال کا پہرہ ہے۔کعبۂ مقدسہ کی بہاریں۔دل وجاں وجد کناں جھک گئے بہرِ تعظیم۔عمرہ کا شرف حاصل ہوا۔یادوں کے نقوش تازہ ہوئے۔وفا کی قندیلیں طاقِ دل پر روشن ہوگئیں۔وفا شعاری نے اس وادی میں عقیدتوں کی فصلیں بوئی ہیں۔شجر بھی وفادار، حجر بھی وفادار۔پہاڑ بھی فرماں بردار۔خلیل اللہ علیہ السلام وذبیح اللہ علیہ السلام سے رشتۂ غلامی نبھانے والوں کی نسبتیں تازہ ہیں۔حج وعمرہ کے ارکان کا حصہ بن گئیں۔صفا ومروہ، مقام ابراہیم وحجر اسود۔منیٰ ومزدلفہ و عرفات۔سبھی محبتوں کی علامتیں ہیں۔سبھی وفا کے نشاں ہیں۔تسلیم کی خاموش زباں ہیں۔

ماہِ صیام کا پہلا عشرہ تھا۔مناسکِ عمرہ سے فراغ پایا۔اطلاع ملی کہ طیبہ کی بہاروں میں قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں قادری ازہری تشریف فرما ہیں۔طیبہ کی یادیں ذہن و دماغ میں نقش تھیں۔درِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال بے چین کیے دیتا تھا۔حضور تاج الشریعہ کا یہ شعر بار بار زباں پر مچل رہا تھا۔لفظ لفظ کی لذت سرشار کیے دیتی تھی۔قبولیت کے لمحے جواں تھے ؎

وہ بُلاتے ہیں کوئی یہ آواز دے
دم میں جا پہنچوں میں حاضری کے لیے

حرم کی فضاؤں میں افطار کی سعادت حاصل کی۔ہم گردِ کعبہ پھرتے تھے۔کا لطف لیا۔تراویح ہوٹل پر ادا کی۔شب کا کچھ لمحہ آرام کیا۔سحری کی۔فجر ادا کی۔سلام پڑھا۔تصور کی بزم میں سبز گنبد کا نور دلوں کے زنگ دور کر رہا تھا۔آرزوئیں مچل رہی تھیں۔محبوب کے درِ پاک کی حاضری۔یومِ جمعہ۔پھر مرشدِ گرامی کا دیدار۔جن کی نعتوں نے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دیے

فروزاں کیے۔انھیں پانے کی دُھن؛ وہ بھی طیبہ کی بہاروں میں۔فجر سے فارغ ہوئے۔عزمِ طیبہ لیے بس میں سوار ہوئے۔بس سوئے طیبہ چل دی۔حرمین کے مناظر اور وادیاں۔آرزوؤں کا سفر جاری تھا۔ابھی حرم مکی سے کچھ مسافت طے ہوئی تھی۔دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں ؎

تم چلو ہم چلیں سب مدینے چلیں
جانبِ طیبہ سب کے سفینے چلیں

[تاج الشریعہ]

صبح کی تازہ ہوائیں جب سوئے طیبہ سے چلتیں تو صحرا میں عجب خوش بو پھیل جاتی۔ابھی آفتاب کی تمازت شروع نہیں ہوئی تھی کہ صحرا میں کھجوروں کے باغات کا کیف زا نظارہ دکھائی دیا۔ان راہوں نے کئی ادوار دیکھے۔انھیں رہ گزر سے صدیوں سے عشاق کے قافلے گزرتے آئے ہیں۔جن کی منزل طیبہ رہی ہے۔یہ راہیں بڑی عظیم ہیں۔ان کی مسافرت کی منزل طیبہ ہے۔راہ بھر اعلیٰ حضرت کے اشعار ذوقِ محبت کو بڑھاتے رہے۔طیبہ کی منزل قریں ہے۔لمحوں کی بھی معراج ہو رہی ہے۔ہر ساعت تجسس بڑھاتی ہے۔سورج کی تمازت بڑھی تو صحرائے طیبہ کی گرم فضائیں ان قافلوں کی یاد دلانے لگیں جو ان وادیوں سے گزرے تھے۔جن کی تلواریں کفر پر پڑی تھیں اور نفاق کی گردنیں جن سے کٹی تھیں۔جن کے نغموں نے افریقہ کی وادیوں میں نغماتِ توحید و رسالت سے اندھیرے دور کیے تھے۔جن کی تکبیروں نے وادیٔ مغرب میں تمدنِ نصاریٰ کو سرنگوں کیا تھا۔جن کے علم وفضل نے اندلس و طلیطلہ کی دانش گاہوں میں انسان بنائے تھے۔ان عاشقانِ رسول نے طیبہ سے فیض پا کر جہان میں دین کا رُخ اجلا کیا تھا۔ابھی تصورات کی بزم ختم نہ ہوئی تھی کہ طیبہ کی خوشبوئیں دلوں کو گدگدانے لگیں ؎

خلد زار طیبہ کا اس طرح سفر ہوتا
پیچھے پیچھے سر جاتا آگے آگے دل جاتا

[تاج الشریعہ]

دوپہر کا وقت تھا۔طیبہ امینہ کی بہاروں میں جا پہنچے۔ہاں! طیبہ ٹوٹے دلوں کا سہارا ہے۔جہاں سے الفت۔مومن کی معراج ہے۔ہاں! طیبہ زنگِ خیال دھو دیتا ہے اور مصفیٰ کر دیتا ہے۔ہاں! یہاں کی خاک کو سرمہ بنانے والوں کی نگاہیں دانشِ فرنگ سے مرعوب نہیں ہوتیں۔خاکِ حجاز نے شوکتِ دارا و سکندر کو دھندلا دیا۔وہ جو یہاں کے اسیر ہوئے تاج وتخت ان کے قدموں میں پڑے

دیکھیے۔فضائے طیبہ سے اٹھنے والے غبار دلوں کی کلیاں کھلاتے ہیں۔

ابھی دل کو سنبھالنا تھا۔ یہ روشنی سی کیا ہے خوشبو کہاں سے آئی۔گلیاں مہک رہی تھیں۔سامنے بہاروں کا سماں تھا۔ وہ بہاریں جو خزاں سے دور ہیں۔ ہر طرف نور ہی نور تھا۔نور کی خیرات بٹ رہی تھی۔آفتاب کی تمازت بھی رحمت کی شبنم محسوس ہو رہی تھی۔ وارفتگی شوق میں سوئے گنبد خضرا چل دیے۔ابھی دوپہر کے ٹھیک دو بجے تھے۔مسجد نبوی میں ظہر ادا کی۔ گناہوں سے آلود جسم،عصیاں سے بوجھل نگاہیں اور درِ محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری بساط کیا ہے۔ یہ تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے۔فضل و احسان ہے کہ طیبہ بلا لیا۔ باب السلام کے روبرو تھے۔تشکر کے موتی رخسار پر ڈھلک پڑے۔ زباں گنگ ہوگئی۔مواجہ شریف روبرو۔ یہاں صرف اشعارِ اعلیٰ حضرت جذبات کی ترجمانی کر رہے تھے۔ ؎

آنکھ عطا کیجیے اس میں ضیا دیجیے
جلوہ قریب آگیا تم پہ کروڑوں درود
[اعلیٰ حضرت]

سنہری جالیاں ہیں۔آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم کی حد نہیں۔درودوں کے نغمے ہیں۔ادب کی ساعتیں ہیں۔ یہاں دل کا حال بھی کھلا ہے۔جذبات بھی عیاں۔سلام پیش کیا۔ یارانِ پاک کی بارگاہ میں بھی توشۂ دل نذر کیا۔صدیق و عمر کی شان پر سلام۔ان کی جاں نثاری پر سلام۔ان کی قسمت پر سلام۔باب البقیع سے باہر آئے۔زیرِ لب-مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام-کی ڈالیاں پیش کیں۔ ایک ایک لفظ معنویت بکھیر رہا تھا۔مفہوم دل پر کھل رہا تھا۔

درِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر آئے۔عصر کی گھڑیاں قریب تھیں۔خلیفۂ تاج الشریعہ مولانا عاقب فرید قادری[وصال ۱۹؍جولائی ۲۰۱۸ء۔مترجم کنزالایمان انگلش] سے محبی شہباز رضوی نے رابطہ کیا۔حضور تاج الشریعہ کی مدنی قیام گاہ کا پتہ معلوم کیا۔ پھر ہوٹل ایلافِ طیبہ چل دیے؛ جہاں اخترؔ سنیت پوری تب و تاب سے جلوہ گر تھا۔ چند ساعتوں میں قیام گاہ پہنچ گئے۔ہم ہال میں رک گئے۔ برابر کے کمرے میں حضور تاج الشریعہ جلوہ بار تھے۔ہال میں مولانا عاقب فریدی محبت سے ملے۔طیبہ کی بہاروں کا تذکرہ ہوا۔کنزالایمان انگلش کی توسیع سے متعلق کچھ منصوبہ بندی رہی۔علمی گفتگو جاری تھی۔افریقہ و دیگر بلاد سے علما کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔نمازِ عصر مولانا عاقب کی اقتدا میں ادا کی۔

سامنے کھڑکی سے سبز گنبد کا جلوہ نگاہوں کی تازگی بڑھاتا تھا۔نماز سے فارغ ہوئے۔علمائے کرام سے ملاقاتیں رہیں۔ افطار کا وقت قریب ہوا۔محفل سج گئی۔ ہال پُر ہوگیا۔نعت و مناقب کے نذرانے۔ ہندوپاک کے نعت خواں سوز بڑھا رہے تھے۔اکابر کے کلام کی بات ہی نرالی ہے۔ابھی بزم سجی تھی کہ روشنی بڑھی۔حضور تاج الشریعہ بزم میں تشریف لے آئے۔سب نگاہیں ادھر ہی تھیں جدھر شمعِ طیبہ سے نور پانے والا اخترؔ جلوے بکھیر رہا تھا۔ان کی توجہ خاص ہم غلاموں کی جانب مبذول تھی۔سبحان اللہ! کیسا نورافزا سماں! ایمان کی فصل ہری بھری ہوگئی۔طیبہ کی بہاروں میں نورانی وجود حرارتِ ایمانی بڑھا رہا تھا۔بہت اطمینان سے آپ تشریف فرما تھے۔

اس درمیان ثنا خوانی جاری تھی۔کلام الامام امام الکلام سے محبتوں کی سوغات بٹ رہی تھی۔ واقعی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے اشعار کی معنویت اور روح-درِ طیبہ پر کھلتی ہے۔ ہر ہر شعر اپنے باطن کی خوش بو سے آشنائی بخشتا ہے۔پھر حضور تاج الشریعہ نے سبز گنبد کی ان بہاروں میں داخلِ سلسلہ فرمایا اور افطار کو تشریف لے گئے۔ہم نے موجود علما و خواص کے ساتھ افطار کیا۔حضور تاج الشریعہ کے دسترخوان پر قسم قسم کی نعمتیں تھیں۔نمازِ مغرب باجماعت ادا کی۔نماز کے بعد نیاز کا اہتمام تھا۔استفادہ کیا۔ پھر مرشد کی بارگاہ سے رخصت ہوئے۔سبز گنبد کے جلوے نظارہ کیے۔میقاتِ مدینہ ذوالحلیفہ پہنچے۔احرام باندھا۔عازمِ حرم ہوئے۔راہ میں سحری کی۔حرم پہنچ کر فجر و مناسکِ عمرہ ادا کیے۔

ابھی رمضان المبارک کے سترہ روزے ہوئے تھے کہ دوبارہ طیبہ کا عزم ہوا۔سترہویں کی دوپہر عازمِ مدینہ ہوئے۔طیبہ کی راہیں اشعارِ رضا کے نغموں سے گُل زار بنی ہوئی تھیں۔شام ہوئی کہ زندگی کی صبح نمودار ہوگئی۔جانبِ بطحا سے ہوائیں چلنے لگیں۔گرمی کی حدت کا احساس رُخصت ہوا۔ دارالشفاء سے پیامِ تازہ آنے لگے۔جذبات مچلنے لگے۔ارمان جوش پانے لگے۔خیالات کی وادیاں بہار بہار ہوگئیں۔داخلِ شہرِ مقدس ہوئے۔دور سے ہی مسجد نبوی کے مینار نظر آنے لگے۔ہم قیام گاہ پہنچے؛ معلوم کیا کہ حضور تاج الشریعہ طیبہ میں موجود ہیں یا ہند رُخصت ہوئے۔اِس اطلاع نے غنچۂ دل کھلا دیا کہ حضور تاج الشریعہ نے قیامِ طیبہ کی مدت طویل کی۔قافلے نے اقامت بڑھادی۔تشنہ لبی تھی۔ بلادِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے رُخصت گوارہ نہ تھی۔ہوتی بھی کیسے۔ ؎

یَا قَافِلَتِیْ زِیْدِیْ اَجَلَکْ رحمے بر حسرتِ تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا
[اعلیٰ حضرت]

ہوٹل میں اسباب رکھے۔ پھر حضور تاج الشریعہ کے کاشانہ کو چل دیے۔ ابھی افطار کو کچھ وقت باقی تھا۔ ثنا خواں نغمے الاپ رہے تھے۔ ہوائیں چل رہی تھیں۔ سبز گنبد روبرو تھا۔ مسجد نبوی کی بہاریں۔ ذکرِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے تر زبانیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے پھوٗہار پڑ رہی ہو۔ جیسے بادل گھر رہے ہوں۔ جیسے بارانِ رحمت برس رہی ہو۔ جیسے کلیاں چٹک رہی ہوں۔ جیسے پھول کھل رہے ہوں۔ جیسے گلشن مہک رہے ہوں ؎

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے، انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

[اعلیٰ حضرت]

حضور تاج الشریعہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ دست بوسی کا موقع ملا۔ جوق در جوق زائرین آتے رہے۔ دیدار کی لذت پاتے رہے۔ آج بوقت افطار حضور تاج الشریعہ نے شرکا کے لیے دعا کی۔ دَم فرمایا۔ چہرے پر نور کا پہرا تھا۔ نعت خوانی ہوئی۔ کلام الامام کی سوغاتیں، کلامِ مفتی اعظم کی عطر بیزی، کلامِ اخترؔ کی نوا سنجی۔ سماں بندھ گیا۔ یوں لگا جیسے توشے بٹ رہے ہوں۔ جیسے مُرادوں سے دامن بھرے جا رہے ہوں۔ جیسے سبز گنبد سے مدد مل رہی ہو۔ جیسے فریاد رَسی ہو رہی ہو۔ جیسے حسرتیں پوری ہو رہی ہوں۔ جیسے جھولیاں بھری جا رہی ہوں۔ جیسے منھ مانگی مرادیں مل رہی ہوں ؎

ان کے در پہ اخترؔ کی حسرتیں ہوئیں پوری
سائل درِ اقدس کیسے منفعل جاتا

[تاج الشریعہ]

افطار کیا۔ نماز پڑھی۔ سوئے حرم نبوی چل دیے۔ اب روزانہ کا معمول بن گیا کہ سرِ شام حضور تاج الشریعہ کے دولت کدہ پہنچ جاتے۔ زیارت کرتے۔ نعت خوانی سے کشکولِ مراد بھرتے۔ طیبہ کی بہاروں میں ثنا خوانی کی لذت پاتے۔ تشنہ لبی دور کرتے۔ پھر پیاس بڑھاتے۔ دیدار کی تمنا کو فروزاں کرتے۔ پھر افطار کرتے۔ آتے جاتے۔ مراد پاتے۔ تمنا بڑھاتے۔ یوں ہی چار پانچ دن گزر گئے۔ پھر وہ ساعت آئی کہ قافلے حجاز سے ہند آنے کو تھے۔ حضور تاج الشریعہ کی ہند روانگی تھی۔ ۲۱ر رمضان کی سہ پہر تھی۔ ہم کاشانۂ حضور تاج الشریعہ پہنچے۔ آج بڑا کیف آور لمحہ تھا۔ نمازِ عصر حضور تاج

الشریعہ نے خود پڑھائی۔ فراغ کے بعد نعت خواں محمد زبیر مکی و ڈاکٹر نثار احمد معرفانی کو آگے بُلوایا۔ مسند پر بٹھایا۔ حمد باری تعالیٰ پڑھی گئی۔ کلام الامام سے آغاز ہوا۔ آج یوم شہادتِ مولائے کائنات تھا۔ کئی نسبتیں جمع تھیں۔ صاحبِ نسبت جلوہ گر تھے۔ محفل اشک بار کیے دیتی تھی ؎

خراب حال کیا دل کو پُر ملال کیا
تمہارے کوچے سے رخصت نے کیا نہال کیا

[اعلیٰ حضرت]

کئی کلام کی حضور تاج الشریعہ نے خود فرمائش کی اور خود بھی پڑھ رہے تھے۔ لبہائے مبارک ہل رہے تھے۔ نعت خواں نے یہ کلام بھی پُرسوز پڑھا۔ آنکھیں بھیگ گئیں ؎

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

[اعلیٰ حضرت]

ابھی گلشن طیبہ کا ذکر چل رہا تھا۔ دشتِ طیبہ کی یادیں تازہ تھیں۔ محویت کا عالم طاری تھا۔ نغمۂ دل چھڑ گیا ؎

سیر گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

[علامہ حسنؔ رضا بریلوی]

نعت خواں نے گرہ لگائی۔ ایک ایک مصرعہ جذبات کی نمائندگی کر رہا تھا۔ طیبہ سے واپسی کا پیام روح کو زخمی کیے دیتا ہے۔ اس در کی حاضری حضوری کی لذت سے آشنا کرتی ہے۔ جدائی جذبات کو مضمحل کر دیتی ہے۔ درِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری عاشق کو کیسے گوارا ہو سکتی ہے! ابھی اس کلام کی تکرار جاری تھی کہ نعت خواں نے دوسرا کلام شروع کیا۔ حضور تاج الشریعہ نے خود مقطع کی تکرار فرمائی۔ کیف کے عالم میں ؎

مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسنؔ
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

محفل اختتام کو تھی۔قبولیت کی ساعتیں۔زبانِ اخترؔ سے نغماتِ بخشش اڈر رہے تھے۔بخشش کے سفینے ترنے کو تھے۔سبز گنبد سے قبولیت کی سند گویا عطا ہو رہی تھی۔وہ ساعت سعید آئی جب سب حالت قیام میں آگئے۔بصد ادب کھڑے ہو کر وہ عمل پیش کیا۔جو اسلاف سے متوارث چلا آرہا ہے۔ پھر ارض طیبہ۔سامنے جلوۂ محبوب۔قبولیت کے لمحے لفظ لفظ سے وضع ہونے لگے ؎

مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

حضور تاج الشریعہ کی زبان مبارک سے جب سلام رضا کے اشعار ادا ہوتے تو تپشِ محبت بڑھ جاتی۔آنکھیں فرطِ عقیدت سے چھلک جاتیں۔سراپائے مصطفی کا بڑا اچھوتا بیاں بریلی کے تاج دار نے نظم کیا۔حضور تاج الشریعہ نے درجنوں اشعار زیرِ سایۂ گنبد خضرا پڑھے۔ پڑھوائے۔ سُنے اور سُنوائے۔پھر دعا فرمائی۔عقیدے کے تصلب کا بیاں۔مسلکِ اعلیٰ حضرت پر استقامت کی دعا۔بے شک ایماں کے جوہر کی حفاظت کی دعا درِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر قبولیت کا تمغہ وصول کر رہی تھی ؎

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
[اعلیٰ حضرت]

بلبل باغ مدینہ کو سُنا دے اخترؔ
آج کی شب ہے فرشتوں سے مباہات کی رات
[حضور تاج الشریعہ]

اسی شب قافلہ سالارِ عشق۔سوئے ہند روانہ ہوئے۔یہ حیاتِ ظاہری کا آخری سفرِ حرمین تھا۔ پھر حضور تاج الشریعہ کے خلیفہ وعزیز داماد مفتی شعیب رضا نعیمی اگلے رمضان میں وصال فرما گئے۔پھر حضور تاج الشریعہ کی علالت۔اور ۲۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء/ ۷؍ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ کو علم وفن کا یہ آفتاب وماہ تاب متاعِ عشقِ رسول جہان میں تقسیم کر کے عازمِ خلد بریں ہو گیا ؎

اخترؔ خستہ بھی خلد میں چل دیا
جب صدا دی اسے مرشدی نے چلیں

اخترؔ قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اک قادری کے لیے
[تاج الشریعہ]

دورانِ قیامِ طیبہ امینہ ہم نے قصد کیا تھا کہ مواجہ شریف میں حضور تاج الشریعہ کے ہم راہ حاضر ہوں گے۔ایک شب دیکھا کہ مواجہ شریف میں حضور تاج الشریعہ حاضر ہیں۔حاضر در ہوئے۔ آپ کے ہم راہ چند محبین تھے۔لیکن! ابھی چند لمحے بھی نہیں گزرے تھے کہ اژدہام جمع ہو گیا۔ایک عاشق کے دیدار کو دل کھینچے چلے آئے۔اپنے در پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عظمت دی کہ جس نے چہرہ دیکھا؛ فِدا ہو گئے۔زیارت کی؛ دل بچھ گئے۔کیا شامی، کیا ترکی، کیا یمنی، کیا عربی جسے دیکھو محویت سے عاشقِ مصطفی کی زیارت کیے جا رہا ہے۔

ابھی طیبہ کی یادوں کے کئی اوراق تشنہ ہیں۔پھر دیکھو شہرِ محبت سے کب بلاوا آتا ہے۔مردانِ حق دامن بھر چلے۔حضور تاج الشریعہ نوازے گئے۔ایسے کہ زمانے کو نوازا۔عطائے طیبہ ہوئی ایسی کہ لاکھوں دلوں میں بس گئے۔نگاہِ مفتی اعظم کی کیسی جلوہ گری تھی کہ۔چمک رہا ہے اختر ہزار آنکھوں میں۔ بلکہ یہ تمثیل ہے۔بلاشبہ کروڑوں نگاہوں میں چمک گئے۔کیوں کہ انھیں موت نے حیات کا پروانہ دیا۔ طیبہ کی بزم سے انھیں نوید کیسی ملی۔سُنیے دل کے کان سے سُنیے۔کیا کہتے ہیں تاج الشریعہ ؎

موت لے کے آجاتی زندگی مدینے میں
موت سے گلے مل کر زندگی میں مل جاتا

☆☆☆

صد سالہ عرس اعلیٰ حضرت پر نوری مشن مالیگاؤں کی مطبوعات

[۱]	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	ترجمہ: اعلیٰ حضرت، تفسیر: صدر الافاضل
[۲]	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (الفی ایڈیشن)	ترجمہ: اعلیٰ حضرت، تفسیر: صدر الافاضل
[۳]	الوظیفۃ الکریمۃ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی
[۴]	سفینۂ بخشش	تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ
[۵]	موجودہ حالات اور مسلمانانِ ہند	علامہ محمد عبد المنان اعظمی
[۶]	غریبوں کے غم خوار	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی
[۷]	گلشن خطابت	محمد عبید اللہ خان مصباحی
[۸]	تابش تاج الشریعہ	محمد عبید اللہ خان مصباحی
[۹]	مسلم مسائل اور خانقاہ برکاتیہ	ڈاکٹر مشاہد رضوی

ویران میکدہ ہے کہ ساقی نہیں رہا!

حضور تاج الشریعہ کی وفات حسرت آیات پر عالم اسلام غم واندوہ میں ڈوب گیا

مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری
(مہتمم دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ مئو یوپی)

مورخہ ۲۰/جولائی ۲۰۱۸ء/۶/ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ بروز جمعہ قبلِ مغرب خانوادۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی عظیم شخصیت، جانشین مفتی اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری اس جہانِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ع

وہ کیا گئے کہ سارا زمانہ اُداس ہے

آپ اس زمانے میں، فقہ وفتویٰ میں یادگارِ اعلیٰ حضرت اور زہد وتقویٰ میں پرتَو سرکار مفتی اعظم ہند تھے، تنہا پوری جماعت اہل سنت کے مرجع تھے، پیر طریقت ایسے تھے کہ پورے ہندوستان میں جن کی مثال نہیں، جزئیات فقہ پر کامل عبور رکھتے تھے، بے شمار فقہی جزئیات نوکِ زبان پر تھے، آپ کے اُٹھ جانے سے صرف بریلی نہیں، صرف ہندو پاک نہیں، بلکہ پورا عالم اسلام سوگوار اور غم زَدہ ہے، مریدین ومعتقدین اور خلفا ومسترشدین، عاشقانِ اعلیٰ حضرت اور احبابِ اہل سنت غم واندوہ کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، سب فکر مند ہیں کہ اب ہمارے دُکھوں کا مداوا کون بنے گا، شریعت وطریقت کی راہ میں ہماری پیشوائی کون کرے گا، خدائے قادر ووھاب ہی اپنے فضلِ عظیم سے ہمیں نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

یوں تو سارے سنّی مسلمان سوگوار ہیں، لیکن آپ کے نجل وخلف حضرت مولانا عسجد رضا قادری اور خانوادے کے دیگر افراد کے اوپر، جو کوہِ غم گرا ہے، اسے کچھ وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں، مولائے کریم سب کو صبر عطا فرمائے اور ان کے روحانی فیوض وبرکات سے مالا مال کرے۔ آمین

حضور تاج الشریعہ کی ولادت ۲۶/محرم الحرام ۱۳۶۲ھ/ ۲/فروری ۱۹۴۳ء بروز سہ شنبہ (منگل) ہوئی، اس طرح آپ کی عمر شریف نے سنہ ہجری کے اعتبار سے ستہتر (۷۷) بہاریں دیکھیں، اور سن عیسوی سے پچہتر (۷۵) سال، علم وعرفان کی دولت بانٹتے رہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم والد گرامی حضرت علامہ شاہ ابراہیم رضا جیلانی میاں (بن حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) سے حاصل کی، پھر دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے اساتذہ سے درسِ نظامی میں کمال حاصل کیا، اس کے بعد جامعۃ الازہر قاہرہ مصر گئے، اور وہاں کے اساتذہ سے علمی استفادہ کر کے ۱۹۶۶ء میں امتیازی سند سے سرفراز ہو کر واپس ہوئے۔

آپ کے اساتذہ میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں:

1. سرکار مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خان نوری (شہزادۂ اعلیٰ حضرت)
2. والد گرامی مفسر اعظم حضرت علامہ ابرہیم رضا جیلانی میاں
3. بحر العلوم مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری (استاذ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف)
4. ریحانِ ملت مولانا ریحان رضا خان رحمانی میاں (برادر اکبر)
5. مولانا مفتی حافظ محمد احمد عرف جہاں گیر خاں فتح پوری،
6. حضرت علامہ مولانا غلام مجتبیٰ اشرفی پورنوی، (شیخ الحدیث منظر اسلام) علیہم الرحمۃ والرضوان

میں اپنے اداروں، دار العلوم قادریہ چریا کوٹ مئو، **المجمع الاسلامی** مبارک پور اعظم گڑھ اور مرکز اشاعت کنز الایمان ادارہ ''نشان اختر''، ممبئی اور اس کے بانی الحاج عمران دادنی رضوی کی طرف سے جملہ پس ماندگان کو تعزیت وتسلی کے کلمات پیش کرتا ہوں، جب کہ میں خود بھی غم واندوہ میں گرفتار ہوں۔

تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ نے کئی نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں:

صحیح بخاری شریف پر عربی میں مختصر حاشیہ تحریر فرمایا ہے، جو مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے حضرت کی اجازت کے بعد شائع ہوا ہے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور انام قصیدہ "البُردَة" کی عربی شرح ''الفردۃ'' کے نام سے تحریر فرمائی ہے، جو رضا اکیڈمی ممبئی سے شائع ہو چکی ہے۔

علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ کتاب ''المعتقد المنتقد'' کا اردو میں شاندار ترجمہ تحریر فرمایا ہے، جو جامعۃ الرضا بریلی شریف سے شائع ہوا ہے۔

''شرح حدیث نیت'' کے نام سے **انما الاعمال بالنیات** کی بہترین شرح تحریر فرمائی ہے، جو شائع ہو چکی ہے۔

''دفاع کنز الایمان'' کے نام سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے صحیح ترین ترجمۂ

قرآن ''کنزالایمان'' پر معاندینِ اہل سنت نے جو اعتراضات کیے تھے، آپ نے ان کا بھرپور علمی اور تحقیقی جواب تحریر فرمایا ہے، یہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے،

فقہ حنفی کا عظیم انسائیکلوپیڈیا ''فتاویٰ رضویہ'' کی ابتدائی کئی جلدوں کا عربی میں ترجمہ فرمایا ہے، یہ ابھی اشاعت کی منزل سے نہیں گزرا ہے،

''فتاویٰ ازہریہ'' کے نام سے آپ کے فتاوے کی دو جلدیں اشاعت پذیر ہو چکی ہیں، باقی زیر ترتیب ہیں۔

''آثار قیامت'' کے نام سے بھی آپ کی ایک کتاب ہے،

ان کے علاوہ عربی میں تقریباً آٹھ کتابیں ہیں، مزید دو کتابیں عربی سے اردو میں ترجمے کے طور پر مطبوعہ ہیں۔ تقریباً گیارہ کتابیں وہ ہیں، جو امام احمد رضا قدس سرہٗ کی اردو کتابوں سے عربی میں ترجمہ کی گئی ہیں، گویا تقریباً پچاس کتابیں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کے قلم زرنگار سے عالم وجود میں آئیں، جن میں اکثر مطبوعہ ہیں۔

آپ کے قلم میں فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے فقہ وفتویٰ کی جھلک نظر آتی ہے، ضرورت ہے کہ آپ کی تصانیف خوب سے خوب تر انداز میں تحقیق وتصحیح کے ساتھ منظر عام پر لائی جائیں، انگریزی میں بھی حضور تاج الشریعہ کو درک حاصل تھا، انگریزی میں بلا تکلف گفتگو فرماتے، جس طرح عربی اور اردو میں، آپ کی بعض تحریریں اور فتاویٰ انگریزی زبان میں بھی ہیں۔

آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے، جو پوری دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، عرب ممالک میں بھی آپ کے سلسلے سے وابستہ افراد پائے جاتے ہیں، اور انگریزی ممالک میں بھی، ایسے ہی آپ کے خلفا بھی ہندو پاک کے علاوہ دیگر ممالک میں پائے جاتے ہیں، ان کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے، اس طرح سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے آپ پوری دُنیا میں سب سے بڑے شیخ تھے،

آپ کے جنازے کے موقع پر لاکھوں کی تعداد میں اہلِ عقیدت نے حاضری دی، شہر بریلی کے تمام کوچے، سڑکیں اور میدان بھرے ہوئے تھے، بعض نے جنازے میں حاضرین کی تعداد کروڑ تک بتائی ہے، اور بعض نے یہ کہا: کہ صحیح تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے، البتہ یہ بات حقیقت کے اُجالے میں آچکی ہے، کہ ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کسی جنازے میں اب تک دیکھنے یا سننے میں نہیں آئی، عقیدت مندوں کا اتنا بڑا ہجوم آناً فاناً ہندوستان کے مختلف علاقوں اور دیگر ممالک سے اُمڈ کر آجانا اور ہزار طرح کی سفری تکالیف برداشت کرنا، یقیناً یہ حضور تاج الشریعہ کی عنداللہ مقبولیت کی

بہت بڑی دلیل ہے، اسے بجا طور پر تاج الشریعہ کی کرامت سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے، خلقِ خدا میں آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے انتقال پر ان لوگوں نے بھی غم منایا، اور کھلے دل سے آپ کی عظمتوں کا اعتراف کیا، جن کو آپ کی زندگی میں کسی طرح کا کچھ اختلاف تھا، یا ان کے دل میں کسی طرح کی رنجش تھی، حیرت اور بالائے حیرت کی بات یہ بھی ہے، کہ آپ کے وصال کے بعد غیر سنّی لوگوں نے بھی تعزیتی اجلاس کیے، اور قرآن خوانی کا اہتمام کیا، حتیٰ کہ بریلی شریف کے ہندوؤں نے بھی آپ کے انتقال کا غم منایا، اور جنازے میں آنے والے زائرین کے لیے اپنے دل کا دروازہ کھلا رکھا، بلکہ ان کے ٹھہرنے اور کھانے کا بھی بعض نے انتظام کیا، یہ قبولِ عام اور دلوں پر ایسا تصرف یقیناً انھیں من جانب اللہ عطا ہوا تھا، یوں سمجھیے کہ آپ کو سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مقبولیت عامہ سے ایک حصۂ وافر ملا تھا، اس کو دیکھتے ہوئے آپ کو نائب غوث اعظم بھی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

قرآن پاک سے ثابت ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو جو اعمالِ صالحہ، استقامت علی الشریعہ، تصلب فی الدین اور مذہب حق کی طرف دعوت وتبلیغ میں اپنی زندگی گزارتے ہیں، ان کو زمین میں قبولِ عام کی دولت سے نوازتا ہے، یقیناً حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ بھی اللہ کے انھیں نیک اور برگزیدہ بندوں میں تھے، خدائے قدیر حضرت کی قبر مبارک کو برکت ونور سے بھر دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وٰالہ وصحبہ الصلاۃ والتسلیم۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

☆☆☆

'' جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتوے کا کام شروع کیا۔ شروع شروع میں مفتی افضل حسین صاحب علیہ الرحمۃ اور دوسرے مفتیانِ کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا۔ اور کبھی کبھی حضرت (مفتی اعظم) کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ دکھایا کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔''

تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمۃ

(ماہ نامہ استقامت، کان پور (مفتی اعظم ہند نمبر) ملخصاً ص ۱۹۱، مئی ۱۹۸۳ء)

امام احمد رضا اور فکرِ آخرت

مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری
المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث و محقق بریلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی جیسی ہمہ جہت شخصیت عالمِ اسلام میں اور کوئی نظر نہیں آتی۔ وہ جملہ علوم و فنون کے کوہ گراں مایہ تھے، وہ جو کہتے چھان پھٹک کر کہتے، وہ صرف امام ہی نہ تھے اپنے عصر کے امام اعظم تھے، وہ صرف عاشق غوث نہ تھے بلکہ نائبِ غوث اعظم تھے، وہ فقیہ ہی نہیں سراپا تفقہ تھے، وہ سنت رسول کے پیکر تھے اور عشق و محبت رسول ہی ان کا اصل سرمایہ تھا، خوفِ خدا و فکرِ آخرت ان کا مطمح نظر تھا۔ ان کے چلنے پھرنے، کہنے سننے، اُٹھنے بیٹھنے، سوچنے سمجھنے میں للّٰہیت اور رضاے الٰہی کے جلوے نظر آتے تھے۔ وہ جو کچھ لکھتے اللہ کے لیے، جو کہتے اللہ کے لیے، کسی سے محبت کرتے تو اللہ کے لیے، دُشمنی مول لیتے تو اللہ ہی کے لیے۔

گویا آپ اس حدیث رسول کی مجسم تصویر تھے:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ۔ (مشکوۃ، ص: ۱۴، کتاب الایمان)

ترجمہ: جو اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ ہی کے لیے بغض (دُشمنی) رکھے، اللہ کے لیے دے اور اللہ ہی کے لیے روکے تو ضرور اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ سب سے محبت کرنی چاہیے، کسی سے نفرت نہیں کرنی چاہیے وہ اس حدیث سے سبق لیں اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنے غلط نظریے سے رجوع بھی کریں۔ اسلام وہ ہے جو اسلام لانے والے خدا کے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا؛ نہ یہ کہ کسی نے اپنی مرضی سے کوئی نظریہ قائم کر لیا اور پھر کہنے لگا کہ یہی اسلام ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنا نظریہ حدیث کے مطابق رکھتے ہیں، اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے؛ جو قرآن پاک اور احادیث طیبہ سے ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے گستاخانِ رسول کے ساتھ کوئی مروت نہیں کی، اور جو بھی خدا اور سول اور یومِ آخرت کے حساب و کتاب پر سچا ایمان رکھے گا؛ وہ ضرور اس روش پر چلے گا اور قرآن نے اسی کو نیکوں اور متقیوں کی علامت بتایا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲، ۳)

ترجمہ: اس (قرآن) میں ہدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اُٹھائیں۔ (خرچ کریں)

آگے ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ○ (سورۂ بقرہ، آیت: ۴)

ترجمہ: اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب! تمھاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ (سورۂ بقرہ، آیت: ۵)

ترجمہ: وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد (فلاح) کو پہنچنے والے۔ (کنز الایمان)

یہ ہے سورۂ بقرہ، اس سے پہلے سورۂ فاتحہ ہے جس سے قرآن کا آغاز ہوتا ہے۔ اس میں بھی ہے: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (روزِ جزا کا مالک) یہ اللہ عزوجل کی صفت ہے جس سے یومِ آخرت کا تصور اُبھرتا ہے۔ پھر سورۂ بقرہ میں بھی ابتدائی آیات ہی سے آخرت پر ایمان لانے کا ذکر ہے جس سے آخرت کی اہمیت کھل کر سامنے آتی ہے کہ بغیر اس کے ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔

سورۂ بقرہ کی تیسری آیت میں ''يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ'' پہلے ہے اور ''يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ'' بعد میں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آخرت پر ایمان مقدم ہے، اس کے بعد ہی نماز، زکوٰۃ کا درجہ ہے۔ واضح رہے کہ ''غیب'' میں بہت سے اقوال ہیں، انھیں میں ایک معنی آخرت کا بھی ہے کیوں کہ آخرت کے تمام امور غیب ہی ہیں، یعنی پوشیدہ۔ تو جو ایمان و تقویٰ والا ہوگا اس کا آخرت پر ضرور ایمان پختہ ہوگا اور آخرت میں جو نعمتیں ملنے والی ہیں اور جو شدتیں سامنے آنے والی ہیں؛ یقیناً وہ سب پیشِ نظر ہوں گی اور اسی فکر و تصور کی روشنی میں اس کی زندگی کے لمحات گزریں گے۔ کبھی نعمتوں سے امید لگائے گا تو کبھی قیامت کی ہولناکیوں سے خوف زدہ ہوگا، کبھی جنت کی

بہاریں اس کے سامنے آئیں گی تو کبھی جہنم کا خوف ستائے گا، کبھی رب العالمین کی قہاری وجباری یاد آئے گی تو کبھی اس کی صفت غفاری اور رحیمی وکریمی کا تصور ڈھارس بندھائے گا، کیوں کہ صحیح اور سچا مومن ومتقی وہی ہے جس کا عقیدہ آخرت پر پختہ ہے۔

یہ بھی حقیقت مسلمہ ہے کہ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ (ایمان خوف واُمید کے درمیان ہونا مطلوب ہے۔) رب کی صفت رحیمی پر مغرور ہونا بھی درست نہیں اور اس کی قہاری و منتقمی سے ڈر کر یکسر نا اُمید ہونا بھی درست نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سچے مومن تھے اور پکے متقی، لہٰذا ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ ایمان کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر گزرتا تھا۔ تقویٰ، احتیاط، پرہیزگاری اور خوفِ الٰہی کے واقعات تو آپ کی زندگی میں بکھرے پڑے ہیں، انھیں سمیٹنے اور مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک مختصر مضمون راقم الحروف کا اس ضمن میں ''امام احمد رضا نمبر'' المیز ان کے تحت آچکا ہے، اس کو مزید وسعت دینے کی ضرورت ہے۔

فکرِ آخرت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے آدمی متقی ہو جاتا ہے، گناہوں سے دور رہنے کی فکر پیدا ہو جاتی ہے، بندوں کے حقوق ادا کرنے کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے، آخرت کے حساب اور سزا سے بچنے کی تدبیریں کرنے کا بھی پورا پورا خیال پیدا ہو جاتا ہے، خدا ورسول کی اطاعت وفرماں برداری کی طرف میلان ہونے لگتا ہے۔ لیکن یہ فکر پختہ ہونی چاہیے، فکر جتنی پختہ ہوگی نتائج اتنے ہی اچھے برآمد ہوں گے۔ عام طور سے ہر مومن آخرت کا اقرار کرتا ہے، اس پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی کرتا ہے لیکن اس کی زندگی میں فکر آخرت کے جلوے نظر نہیں آتے، نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے کا رجحان دیکھنے میں نہیں آتا، اس کی صاف وجہ یہی ہے کہ آخرت پر جس درجے کا ایقان ہونا چاہیے وہ حاصل نہیں۔ زبان سے اقرار تو ہے لیکن دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والا یقین نہیں، وہ یقین جس میں شک وشبہہ نہ ہو، اسی کو یقین محکم کہتے ہیں۔ جب یہ کسی کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے جسم وجان پر چھا جاتا ہے، اس کی فکر کا رُخ موڑ دیتا ہے، دُنیا میں رہ کر بھی آخرت کے تصور میں گم ہو جانے اور خوفِ آخرت سے لرزہ براندام رہنے کی کیفیات سے ہمکنار کر دیتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس سے ایمان پختہ ہوتا ہے، قلب کو جلا ملتی ہے۔

کلامِ رضا کا مطالعہ کریں گے تو جگہ جگہ اس کی مثالیں نظر آئیں گی، خوف ورجا اور اُمید وبیم کے دونوں پہلوؤں کو اُجاگر کرنے والے چند اشعار یہاں ملاحظہ کریں اور ان سے اثر لینے کی کوشش کریں۔

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روزِ جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

سایہ افگن سر پہ ہو پرچم الٰہی جھوم کر
جب لواء الحمد لے اُمت کا والی ہاتھ میں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیے ہیں

آہ کل عیش تو کیے ہم نے
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں

رکھیے جیسے ہیں خانہ زاد ہیں ہم
مول کے عیب دار پھرتے ہیں

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

جالوں پہ جال پڑ گئے للہ وقت ہے
مشکل کشائی آپ کے ناخن اگر کریں

فکرِ معاش بد بلا، ہول معاد جاں گزا
لاکھوں بلا میں پھنسنے کو روح بدن میں آئی کیوں

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

''اے شافعِ امم شہِ ذی جاہ لے خبر'' سے ایک نعت اعلیٰ حضرت نے وہ ہی لکھی ہے جس کا ہر ہر شعر قیامت کا نقشہ کھینچ رہا ہے۔ اس کے صرف تین شعر ملاحظہ ہوں۔

وہ سختیاں سوال کی وہ صورتیں مہیب
اے غم زدوں کے حال سے آگاہ لے خبر

باہر زبانیں پیاس سے ہیں آفتاب گرم
کوثر کے شاہ کَثَّرَہُ اللہ لے خبر

مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضاؔ
تیرا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر

ایک اور نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں کہ کس طرح اعلیٰ حضرت نے قیامت میں شفاعتِ اُمت کی منظر کشی کی ہے۔

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
دل نکل جانے کی جا ہے آہ کن آنکھوں سے وہ
ہم سے پیاسوں کے لیے دریا بہاتے جائیں گے
کشتگانِ گرمیِ محشر کو وہ جانِ مسیح
آج دامن کی ہوا دے کر جلاتے جائیں گے
لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمنِ عصیاں پر اب بجلی گراتے جائیں گے
پائے کوباں پُل سے اتریں گے تری آواز پر
رَبِّ سَلِّم کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

قبر وحشر میں اپنی کیا کیفیت ہوگی اس کا نقشہ ملاحظہ ہو۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

پر کٹے تنگ قفس اور بلبل نَو گرفتار ہے کیا ہونا ہے
چھپ کے لوگوں سے کیے جس کے گناہ وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
کام زنداں کے کیے اور ہمیں شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے
گھر بھی جانا ہے مسافر کہ نہیں مت پہ کیا مار ہے کیا ہونا ہے
اس کڑی دھوپ کو کیوں کر جھیلیں شعلہ زن نار ہے کیا ہونا ہے
کل تو دیدار کا دن اور یہاں آنکھ بے کار ہے کیا ہونا ہے
منہ دکھانے کا نہیں اور سحر عام دربار ہے کیا ہونا ہے
لے وہ حاکم کے سپاہی آئے صبح اظہار ہے کیا ہونا ہے
واں نہیں بات بنانے کی مجال چارہ اقرار ہے کیا ہونا ہے
جانے والوں پہ یہ رونا کیسا بندہ ناچار ہے کیا ہونا ہے

کیوں رضاؔ کڑھتے ہو ہنستے اٹھو جب وہ غفار ہے کیا ہونا ہے

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے گناہوں پر شرمندہ بھی ہیں اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت پر بھروسا بھی کیے ہیں، اور حساب آخرت کا خوف بھی دل میں ہے۔ جب کہ اعلیٰ حضرت کا گناہ ہی کیا ہم سیہ کاروں گنہگاروں کے مقابلے میں، بس اک احساس ہے کہ ”جس کے رتبے ہیں سوا اس کی سوا مشکل ہے“ کے مصداق۔

ذیل میں اس نظم کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں جس کا مطلع ہے ”کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اُجالا کیا ہے“ یہ پوری نظم پڑھنے کے قابل ہے اور دل میں بٹھانے کے لائق ہے۔

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب
بخش بے پوچھے، لجائے کو لجانا کیا ہے
زاہد ان کا میں گنہگار، وہ میرے شافع
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے، تو سمجھا کیا ہے
کس سے کہتا ہے کہ للہ خبر لیجیے مِری
کیوں ہے بے تاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے
یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اس سے پرسش ہے بتا! تو نے کیا کیا کیا ہے
سامنا قہر کا ہے دفترِ اعمال ہے پیش
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے
آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رُسل
بندہ بے کس ہے شہا! رحم میں وقفہ کیا ہے
پھر مجھے دامنِ اقدس میں چھپا لیں سرور
اور فرمائیں ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے
لو وہ آیا مِرا حامی مِرا غم خوارِ اُمم
آ گئی جاں تنِ بے جاں میں یہ آنا کیا ہے

***

رحمۃٌ للعلمیں تیری دہائی دب گیا
اب تو مولا بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آکر مِرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے
خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آکر شفیعِ محشر تمھارا بندہ عذاب میں ہے
کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو! کہ پھر کیوں تمھارا دل اضطراب میں ہے
گنہ کی تاریکیاں یہ چھائیں، امنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں
خدا کے خورشید مہر فرما کہ ذرہ بس اضطراب میں ہے
کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیمِ بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضاؔ سے حساب لینا رضاؔ بھی کوئی حساب میں ہے

***

اُترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اُجالی ہے
اندھیرا گھر، اکیلی جان، دَم گھٹتا، دل اُکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

***

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے
سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے
بازارِ عمل میں تو سودا نہ بنا اپنا
سرکار کرم تجھ میں عیبی کی سمائی ہے
گرتے ہوؤں کو مژدہ، سجدے میں گرے مولا
رو رو کے شفاعت کی تمہید اُٹھائی ہے
مطلع میں یہ شک کیا تھا، واللہ رضاؔ واللہ
صرف ان کی رسائی ہے صرف ان کی رسائی ہے

میں نے تو یہ اشعار بغیر کسی تشریح کے نقل کر دیے ہیں، مجھے ایک مختصر انتخاب پیش کرنا تھا وہ کر دیا۔ اس موضوع کے ابھی اور بھی اشعار ہیں جنھیں از راہِ اختصار ترک کر دیا گیا ہے۔ حدائقِ بخشش میں قیامت، آخرت اور شفاعت کے تعلق سے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

ان مذکورہ اشعار اور اس طرح کے دیگر اشعار سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تواضع، انکساری اور ہضمِ نفس کی کیفیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آج ہم میں بہت سے لوگ ذرا سا قلم اور معمولی عمل خیر کی توفیق پا جاتے ہیں تو پھولے نہیں سماتے اور تکبر کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا پہاڑ ہونے کے باوجود اپنے کو بارگاہِ خداوندی اور سرکارِ رسالت پناہی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک عاجز، ناتواں اور بندۂ بے دام کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، جو ہمارے لیے بہت بڑی عبرت اور نصیحت کا باعث ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی زندگی کا یہ پہلو بھی اس لائق ہے کہ اس پر بھرپور روشنی ڈالی جائے۔ ''امام احمد رضا اور تصوف'' میں خیر الاذکیاء حضرت مولانا محمد احمد مصباحی نے اس موضوع پر مختصر طور پر روشنی ڈالی ہے، یہاں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

> تصوف کی بنیادی شرط یہ ہے کہ آدمی اپنے کو سب سے حقیر سمجھے، نفس کے خیالات وحرکات کا برابر محاسبہ کرتا رہے، اسی لیے ہم بڑے بڑے اولیائے کاملین کو دیکھتے ہیں کہ وہ خوف خاتمہ سے کانپتے ہوئے نظر آتے ہیں اور برابر اپنے کو گنہگار ہی کہتے رہتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا نہ تو صرف زبانی ہوتا ہے اور نہ یہ کہ ان کا گناہ ہمارے جیسا گناہ ہوتا ہے، بات صرف یہ ہے کہ ان کا عرفان ہماری معرفت سے بدرجہا زائد ہوتا ہے اور ہمارے خوفِ خدا کو ان کی خشیتِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں، ہم صریح گناہ کرتے بھی نہ خدا سے ڈریں نہ رسول اور خلق سے شرمائیں، وہ جتنی بھی عبادت کرتے ہیں اپنے رب کے حضور اسے کچھ نہیں سمجھتے اور یہی خیال رکھتے ہیں کہ۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی پاک زندگی میں صوفیہ کا یہ عملی جوہر بھی بڑی آب و تاب سے نظر آتا ہے، ان کے اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ نفس کا کیسا سخت محاسبہ رکھتے تھے اور بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کو کیسا کہا کرتے تھے۔

نفس یہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے
ناتواں کے سر پہ اتنا بوجھ بھاری واہ واہ

شفاعتِ سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ذکر کرتے ہوئے اپنے نفس کا یوں محاسبا کرتے ہیں۔

دعوی ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیش تر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

***

خشک خوں ہے کہ دُشمنِ ظالم سخت خوں خوار ہے کیا ہونا ہے
ارے او مجرمِ بے پروا دیکھ سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے
کام زنداں کے کیے اور ہمیں شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے

(امام احمد رضا اور تصوف، ص: ۶۷، ۶۸، المجمع الاسلامی مبارک پور)

اپنا محاسبۂ نفس، تواضع وانکسار اور گناہوں کا گہرا احساس یہ سب فکر آخرت ہی کی دلیل ہے جو صوفیہ کرام اور صاحبانِ حزم واتقاہی کا حصہ ہے۔ آج دیکھا جاتا ہے آدمی صریح گناہ کرتا ہے، توبہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے، احساس دلایا جاتا ہے، پھر بھی توبہ ورجوع کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اپنے مقام ومرتبے اور عزت کے خلاف سمجھتا ہے، حالاں کہ یہ عین بے عزتی کی علامت ہے اور آخرت کی بربادی کی بھی نشانی ہے۔

مرشدی مفتیِ اعظم ہند سرکار مصطفیٰ رضا نوری (شہزادۂ اعلیٰ حضرت) علیہما الرحمۃ والرضوان کا واقعہ ہے کہ آپ کسی جگہ تشریف لے گئے، وہاں ایک طغرا ٹنگا ہوا تھا جس پر ایک غلط شعر لکھا ہوا تھا، حضور مفتیِ اعظم ہند کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی فرمایا: اسے نکال کر پھینک دو۔ اس کے معًا بعد آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں، بار بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ پڑھنے لگے، پھر فرمایا: میں نے بے خیالی میں اُتار کر پھینکنے کی بات کہہ دی، جب کہ اس کے حروف اور دوسرے کلمات جو اس طغرے میں ہیں وہ قابلِ احترام ہیں۔ اسے ہٹانا تو ضروری ہے مگر پھینکنا جائز نہیں۔ آپ لوگ گواہ رہیں میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

اللہ اللہ! یہ ہیں اللہ والے، یہ ہیں سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے لاڈلے اور پروردہ جن سے عجلت اور بے خیالی میں ایک غیر مناسب بات نکل گئی تو اس سے برملا توبہ کرتے ہیں اور اپنے مقام ومرتبے کا کچھ خیال نہیں کرتے۔

بس انھیں کلمات پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ مولیٰ عزوجل سے دعا ہے کہ ہمیں بھی فکرِ آخرت، محاسبۂ نفس اور احساسِ گناہ کی توفیق عطا فرمائے، گناہوں کی نحوست سے بچائے اور تکبر وریا سے دور رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین ☆☆☆

ذکرِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی

ازافادات: مولانا محمد رضا ثاقب مصطفائی (بانی ادارۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل)
مرتب: وسیم احمد رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

لاہور سے انجمن نعمانیہ نے اعلیٰ حضرت کو خط لکھا؛ فتاویٰ رضویہ میں موجود ہے اور اس میں انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس دار العلوم ہے، آپ بریلی؛ ایک دور دراز علاقہ ہے، وہاں سے لاہور آجائیں۔ یہ قطب البلاد ہے، بہت بڑا شہر ہے۔ یہاں بیٹھ کے کام کریں۔ ہم آپ کو وسائل بھی دیں [گے]؛ جتنے آپ چاہیں گے۔ تو اعلیٰ حضرت نے خط کا جواب دیا اور اس میں وہ طریقے بتائے کہ دین کا کام اس دور میں یوں یوں کرنا چاہیے۔ وہ سارے طریقے جو آج بھی ہمارے لیے لائحۂ عمل ہے۔ فرمایا کہ: اس طریقے سے تم دین کا کام کرو۔ باقی رہی میری بات؛ تم مجھے بلوانا چاہتے ہو!......خود آجاؤ یا اپنا آدمی بھیجو۔ اگر ایک لمحے کے لیے بھی احمد رضا فارغ بیٹھا ہے؛ تو کہنا دین سے دھوکا کر رہا ہے؛ ایک لمحے کے لیے بھی اگر فارغ بیٹھا ہو۔ اور پھر اللہ نے بریلی ہی میں آپ کو وسائل دے دیے تھے۔ جو بندہ کام کرنے والا ہو اللہ وسائل کے رُخ موڑ دیتا ہے۔ یہ اللہ کا انتظام ہوتا ہے اور ہم نے دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے کام کیا ہے وہ بڑے بڑے شہروں میں نہیں؛ وہ بستیوں میں، دیہاتوں میں، پہاڑوں میں بیٹھے؛ اللہ نے وہاں ہی میلے لگا دیے۔

تو اعلیٰ حضرت کو پھر وسائل کی کمی نہیں رہی تھی۔ بلکہ ایک زمانہ تھا؛ طلبہ کے لیے مشکلات تھیں۔ اور طلبہ کی مشکلات یقیناً بندے کو کھا جاتی ہیں؛ ہم بھی اس مرحلے سے گزرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت سے کہا گیا کہ: حضور یہ جو نان پارہ کی ریاست کا نواب ہے نا، آپ کا بڑا معتقد ہے! اور یہ نواب اس زمانے میں جو ہوتے تھے ان کے، شاعر قصیدے لکھا کرتے تھے۔ اور وہ انعام واکرام دیا کرتے تھے۔ تو کسی نے کہا کہ اگر آپ نواب کی شان میں ایک قصیدہ لکھ دیں۔ نان پارہ کے نواب کی شان میں؛ تو وہ ویسے ہی آپ کا عقیدت مند ہے اور پھر اس نے آپ کو تھوڑی دینا ہے، بلکہ مدرسے کے لیے دینا ہے۔ وہ اتنا کچھ دے گا کہ وہ مدرسہ کے طلبہ کے لیے کافی ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت نے معذرت کی، لیکن انہوں نے پھر کہا کہ: حضرت آپ نے اپنے لیے تھوڑی کہنا ہے، یہ تو ایک مقصد کے لیے آپ نے لکھنا ہے۔ جب ضد کی گئی تو فرمایا قلم دو۔ قلم دی گئی۔ سب کا

خیال تھا کہ اب اعلیٰ حضرت چند جملے لکھ دیں گے، چند اشعار موزوں ہوجائیں گے اور پھر جب اُس (نواب) تک پہنچیں گے تو وسائل کے دروازے کھل جائیں گے۔ لیکن جب کاغذ لایا گیا تو اعلیٰ حضرت نے لکھا ؎

وہ کمالِ حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور آخر میں آپ نے لکھا ؎

کروں مدح اہلِ دُوَل رضاؔ! پڑے اس بلا میں مِری بلا
مَیں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دین پارۂ ناں نہیں

نان پارہ کی تقلیبِ لفظی دیکھیے! یعنی نان پارہ کو اگر اُلٹیں تو بنتا ہے 'پارہ نان'۔ یعنی تقلیبِ لفظی: لفظ کو قلب کر دینا بدل دینا۔ نان پارہ کو بدلہ تو پارۂ نان بنا۔ اب پارہ کہتے ہیں ٹکڑے کو، نان کہتے ہیں روٹی کو۔ اس کا مطلب ہوا روٹی کا ٹکڑا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

کروں مدح اہلِ دُوَل رضاؔ! پڑے اس بلا میں مِری بلا
مَیں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دین پارۂ ناں نہیں

احمد رضا روٹی کے ٹکڑوں کے لیے نہیں لکھتا؛ جب بھی لکھتا ہے ''امام الانبیاء'' [ﷺ] کی مدح کے لیے لکھتا ہے۔ (ماخوذ از افاداتِ مصطفائی، زیرِ ترتیب)

☆☆☆

رضا اکیڈمی ممبئی

۱۹۷۸ء میں الحاج محمد سعید نوری نے ممبئی کی سرزمین پر رضا اکیڈمی قائم کی۔ رضا اکیڈمی سے بڑی تعداد میں کتابیں شائع ہوکر علمی دُنیا میں پہنچیں اور ایک انقلاب برپا ہوا۔ اِس کے بانی کا متحرک ذہن کام کے بڑے اچھوتے اور نرالے طریقے وضع کرتا ہے۔ وہ بڑی کامیابی کے ساتھ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے افکار سے علمی دُنیا کو روشناس کرا رہے ہیں، مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی نے بڑی پتے کی بات کہی: ''ان کا دل و دماغ مسلک حق کی ترجمانی اور دُنیا کو اہل حق کی طرف راغب کرنے کے لیے متحیر کر دینے والی باتیں سوچتا ہے اور وہ ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے ہیں۔''

(سہ ماہی افکار رضا ممبئی، اپریل تا جون ۲۰۰۴ء، ص ۵۹)

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین

حضرت نوری بریلوی کے شیخ طریقت سرکار نوری مارہروی

مولانا محمد ارشاد حسین مصباحی ساحل شہسرامی

مفتی اعظم، آل الرحمٰن، ابوالبرکات، محی الدین شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری قدس سرہٗ [۱۳۱۰ھ - ۱۴۰۲ء] کی ذات بابرکات سرچشمۂ خیر و سعادت تھی۔ آپ کی ذات گرامی ابتدا سے ہی کرامت آثار تھی۔ یہ واقعہ تاریخ کی زینت ہے کہ جب حضرت مفتی اعظم نے ۲۲/ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/ ۷/جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ صبح صادق کے وقت بریلی شریف کی مقدس سرزمین میں اپنی نورانی آنکھیں کھولیں، تو آپ کے والد ماجد امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ اس وقت اپنے پیر خانے مارہرہ مطہرہ حاضر تھے۔ ۲۲/ذی الحجہ کی شب دیر تک سرکار نور، سراج العارفین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں باریاب رہے اور مختلف شرعی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ شب میں دونوں حضرات کو سرکار مفتی اعظم کی ولادت کی نوید سنائی گئی۔ پھر دونوں حضرات فجر کی نماز کے وقت روبرو ہوئے۔ سرکار نور مسجد برکاتی کے زینے پر تھے اور اعلیٰ حضرت مسجد برکاتی کا رخ کر رہے تھے کہ سرکار نور نے اپنی مبارک زبان فیض ترجمان سے اعلیٰ حضرت کو بشارت دی۔ مولانا! مبارک ہو آپ کے گھر بچے کی ولادت ہوئی ہے۔ چھ مہینے کے بعد سرکار نور بریلی تشریف لائے۔ حضرت مفتی اعظم کو گود میں لے کر مرید کیا، پھر اپنا لعاب دہن انگشت شہادت سے نومولود کے دہن میں ڈال کر دیر تک دعاؤں سے نوازتے رہے اور خاندان برکات کے سارے تیرہ سلاسل کی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔ آپ نے فرمایا: یہ بچہ مادرزاد ولی ہے۔ فیض کے دریا بہائے گا۔

سرکار نور کے چہیتے اس مادر زاد ولی اور فیروز بخت بچے نے واقعی فیض کے دریا بہا دیے۔ خالق حقیقی نے ۹۱/سال کی عمر دراز عطا فرمائی۔ آپ کے دست حق پرست پر لاکھوں جویانِ بیعت مرید ہوئے، ہزاروں لوگ گناہوں سے تائب ہوئے، بہتیرے صرف روئے زیبا کی ایمانی طلعت دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے، ہزاروں تلامذہ نے درس لیا، سینکڑوں نے فتویٰ نویسی کے اسرار سیکھے، کثیر طالبانِ حق اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے قلم فیض رقم نے ہزاروں

فتاویٰ قلم بند کیے، لاکھوں تعویذ لکھے، بہت سی کتابیں تصنیف کیں، سینکڑوں اشعار رقم کیے۔ ہر قدم طاعت خدا اور اتباع سنت مصطفیٰ ﷺ سے عبارت، ہر سانس ذکر الٰہی سے سرشار، ہر جلوہ حسن ازل کی تجلیوں سے معمور، ہر دھڑکن یادِ مصطفیٰ ﷺ کا آبشار۔ اسی لیے آپ کا ہر قدم درس ہدایت اور منارۂ نور تھا۔ شاعر کا استعارہ یہاں واقعیت کے لبادے میں ملبوس نظر آتا ہے ؎

ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے، اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

خداداد شوکت ایسی تھی کہ بڑے بڑے سرکش اور مغرور آپ کی بارگاہ میں خمیدہ سر نظر آتے ہیں۔ یہ خداداد حکمرانی صرف انسانوں تک محدود نہیں تھی بل کہ بہت ہی سرکش ناری مخلوق جنات بھی سوائے طاعت کے کوئی چارہ کار نہ پاتے۔ مرشد ایسے کہ جس نے آپ کا دامن تھام لیا، وہ نجات پا گیا۔ وقت کا بڑے سے بڑا عفریت اور بدمذہبی کا سخت سیلاب بلا بھی وابستۂ سرکار کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ آپ کے وابستگان پوری استقامت کے ساتھ دین متین مذہب مہذب اہل سنت و جماعت پر ڈٹے رہتے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم کی یہ وہ کرامت ہے جس کا مشاہدہ اس ناچیز نے چشم سر سے کیا ہے، اس کی دسیوں مثالیں پیش کرسکتا ہے، حالاں کہ میں نے سرکار مفتی اعظم کی زیارت نہیں کی۔ محتاط اندازے کے مطابق اسّی لاکھ سے زائد آپ کے مریدین تھے اور آپ کے جنازۂ مبارکہ میں شرکت کرنے والے فرزندانِ توحید اور عاشقان ماہِ نبوت کی تعداد ۲۵ لاکھ سے زیادہ تھی۔ یہ ہیں ہمارے مفتی اعظم۔

ایسے حقانی مسترشد کے نورانی مرشد سیدنا سراج العارفین، سید السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی ملقب بہ میاں صاحب قدس سرہ جن کے ذکر سے سرکار مفتی اعظم کی نورانی صبحیں اور جگمگاتی شامیں آباد رہا کرتی تھیں۔

سرکار مفتی اعظم تقریباً چودہ سال کے تھے کہ آپ کے مرشد گرامی سرکار نور [۱۳۲۴ھ] میں وصال فرما گئے، اس لیے سرکار مفتی اعظم کو مجالس مرشد کے بظاہر مختصر لمحات میسر آئے۔ سرکار نور کے وصال سے پہلے تو تصور نوری سے آپ کی صبح و شام آباد رہا کرتی تھیں، لیکن وصال کے بعد وہ تصور مجسم سوز بن گیا۔ آہ و نالے اور اشکوں کی رم جھم میں لمحات حیات گزرتے۔ اضطراب تو قلب رضا کو بھی کم نہ تھا، لیکن انھوں نے اس پر صبر مسنون کا حجاب ڈال رکھا تھا۔ اعلیٰ حضرت سے لخت جگر کی یہ بے قراری اور فراقِ مرشد میں دل گرفتگی دیکھی نہ جاتی۔ بالآخر آپ نے اپنی ایمانی توانائیوں سے روحانی فیوض و برکات کا سمندر قلبِ نوری بریلوی میں انڈیل دیا، تب جا کر دلِ مضطرب کو قرار

کی دولت ہاتھ آئی۔ پھر تو سرکار مفتی اعظم رنگِ نور میں نہا گئے اور دل سے دعا نکلی ؎

فقط نسبت کا جیسے ہوں، حقیقی نوری ہوجاؤں
مجھے جو دیکھے، کہہ اُٹھے میاں! نوری میاں تم ہو

وصال مرشد کے بعد اٹھہتر سال سرکار مفتی اعظم حیات رہے۔ اخیر کے چند سالوں کو چھوڑ کر آپ اکثر و بیش تر مارہرہ مطہرہ حاضر ہوتے۔ حضرت امین ملت مدظلہ کے مطابق پہلے آپ سرکار نور کے مزار اقدس پر حاضر ہوتے اور گھنٹوں مراقب رہتے، پھر حضور صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری دیتے۔ مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی مدظلہ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں اپنے مرشد سرکار مفتی اعظم کی زیارت کی۔ حضرت نے چند جملوں کے بعد فرمایا:

''لوگوں نے حضرت نوری میاں کو نہیں پہچانا۔ آپ کا مقام و مرتبہ حضور اچھے میاں کی طرح ہے۔''

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''میں نے مارہرہ سے کوہ طور پر ایک آگ اٹھتے ہوئے دیکھی ہے۔ میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں، میں اس کی راہبری چاہتا ہوں۔ ہاں! مبارک ہیں وہ رہروانِ منزل جو اس کے پیچھے پیچھے چلیں اور راہ پائیں۔ کیسی بلند و بالا ہے وہ آگ جس کی چمک دمک تاریکیوں کو روشن کرتی ہے۔ ہاں! یہ چمک جو احمد نوری سے پھوٹ رہی ہے۔ کون احمد نوری؟ ہدایت کا نور، تقویٰ کا دریا، پاکیزگی کا ماہتاب۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت، ان کی مدد فرمائے۔''

[اہل سنت کی آواز، مارہرہ مطہرہ، ۲۰۰۳ء، پشت ورق]

معرفت الٰہ کے ایسے آفتاب درخشاں اور بدرِ کامل ہیں سرکار مفتی اعظم کے مرشد گرامی سرکار نور جن کے ذکر نور سے ہم اپنی بینائیوں کو روشن کریں گے۔

سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ: [ولادت ۱۲۵۵ھ۔ وصال ۱۳۲۴ھ]

کمالاتِ اسلاف کے عطر مجموعہ سراج العارفین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ حضرت سیدنا خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی قدس سرہٗ کے نبیرہ اور حضرت سید شاہ ظہور حسن صاحب علیہ الرحمہ کے صاحب زادے تھے۔ آپ کی ولادت مبارکہ ۱۹؍شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق ۲۶؍دسمبر ۱۸۳۹ء بروز پنج شنبہ ہوئی۔ تاریخی نام مظہر علی اور لقب میاں صاحب تھا۔

والدہ ماجدہ سیدہ اکرام فاطمہ، حضرت سید شاہ دلدار حیدر کی صاحب زادی اور حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی تھیں۔

آپ کی ذات کریم دفتر کمالات میں شروع ہی سے انتخاب تھی، اسی لیے اکابرین کے مرکز توجہ رہے۔ گیارہ سال کی عمر شریف میں ریاضت ومجاہدہ کی سنگلاخ زمین آپ کی قوت عمل کا مرکز بنی اور بہت جلد آپ کی ہدف تک رسائی ہوگئی۔ حضرت خاتم الاکابر فرماتے ان کو عیش وآرام سے کیا کام؟ یہ کچھ اور ہیں اور انھیں کچھ اور ہونا ہے۔ جوہر قابل نے وہ اثر قبول کیا کہ بالکل پیر و مرشد جد امجد حضرت خاتم الاکابر قدس سرہٗ کے رنگ میں رنگ گئے۔ ذات والا کی جامعیت باطن وظاہر کا نقشہ حضرت نظمی مدظلہ کے قلم نے خوب کھینچا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

’’حضرت جلیل البرکات نور العارفین، سلالۃ الواصلین جدنا الامجد حضور پرنور مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا خاندان برکاتیہ مارہرویہ کے لیے رب تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھے۔ استغنا میں حضور صاحب البرکات سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کا رنگ، تربیت وسلوک میں استاد المحققین سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہٗ کی شان، معلومات و وسعت نظر میں حضرت اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہٗ کا انداز، تصرف و حکومت میں حضور شمس العارفین سیدنا شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کی یادگار، مہمان نوازی اور سخاوت میں حضور سیدنا شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہٗ کا نمونہ، ستر حال واخفاے کمال واتباع سنت واجتناب بدعت میں حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہٗ کے خلف الصدق، غرض؛ ذات والا عجب مجموعۂ کمالات تھی۔ [مقدمۂ سراج العوارف، ص ۷]

سرکار نور والد ماجد کی جانب سے سید محمد عمر ابن سید محمد دعوۃ الصغریٰ کی شاخ میں آتے ہیں اور والدہ ماجدہ کی جانب سید محمد سالار ابن سید محمد دعوۃ الصغریٰ قدست اسرارہم کی نسل میں۔ حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ بھی سالاری شاخ میں شامل ہیں۔ سرکار نور کے دونوں شجرے حسب ذیل ہیں:

پدری شجرۂ نسب :

خاتم اکابرِ ہند سید ابوالحسین احمد نوری ابن سید ظہور حسن بڑے ابن سید شاہ آل رسول ابن سید شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب ابن سید شاہ حمزہ ابن

سید شاہ آل محمد ابن سید شاہ برکت اللہ ابن سید شاہ اویس ابن سید شاہ عبد الجلیل ابن سید میر عبد الواحد بلگرامی ابن سید شاہ ابراہیم ابن سید شاہ قطب الدین ابن سید شاہ ماہرو ابن سید شاہ بڈھ ابن سید شاہ کمال ابن سید شاہ قاسم ابن سید شاہ حسن ابن سید شاہ نصیر ابن سید شاہ حسین ابن سید عمر ابن سید محمد صغریٰ جد اعلیٰ قبائل سادات بلگرام ابن سید علی ابن سید حسین ابن سید ابوالفرح ثانی ابن سید شاہ ابوفراس ابن حضرت سید ابوالفرح واسطی جد اعلیٰ جماعت سادات زیدیہٗ بلگرام و بارہا وغیرہما ابن حضرت سید داؤد ابن حضرت سید حسین ابن حضرت سید یحییٰ ابن حضرت سید زید سوم ابن حضرت سید عمر ابن حضرت سید زید دوم ابن حضرت سید علی عراقی، ابن حضرت سید حسین ابن حضرت سید علی ابن حضرت سید محمد ابن حضرت سید عیسیٰ معروف بہ موتم الاشبال ابن حضرت سید زید شہید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ابن امام ہمام سید السادات زین العابدین المقلب بسجاد ابن سید الشہدا امام حسین ابن حضرت امیر المومنین مولیٰ مرتضیٰ علی زوج سیدۃ النساء فاطمہ زہراء بنت حضرت سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مادری شجرہ :

خاتم اکابر ہند سید شاہ ابوالحسین احمد نوری ابن سیدی اکرام فاطمہ دختر سید شاہ دلدار حیدر ابن سید منتخب حسین ابن سید ناظم علی ابن سید حیات النبی تاتو میاں ابن سید حسین ابن سید ابوالقاسم ابن سید جان محمد ابن سید حاتم ابن سید بدرالدین عرف بدلے ابن سید ابراہیم ابن سید پیارے ابن سید حسن ابن سید محمود عرف مدھن ابن سید بڑے ابن سید جمال الدین ابن سید ابراہیم ابن سید ناصر ابن سید مسعود ابن سید سالار ابن سید محمد صغریٰ جد اعلیٰ جماعت سادات واسطی بلگرام الی آخر سلسلہ۔

تعلیم وتربیت :

ابھی سرکار نور صرف ڈھائی برس کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے رحلت فرمائی۔ سرکارِ نور کی والدہ ماجدہ کی رحلت کے بعد آپ کی پرورش وتعلیم وتربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ کی جدہ ماجدہ یعنی بڑی بی بی صاحب اہلیہ حضور خاتم اکابر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی، اور اس طرح سرکار نور قدس سرہٗ نے اپنے

جد کریم قدس سرہٗ کی آغوشِ عاطفت میں پرورش پائی اور کامل اکتالیس برس، بارگاہِ آلِ رسول کی صحبت و خدمت سے استفادہ فرمایا۔ سرکارِ نور قدس سرہٗ کی تعلیم و تربیت اور ان کے دادا اور مرشد، شاہ آلِ رسول احمدی قدس سرہٗ کی اپنے لاڈلے پوتے کے اوپر توجہ خاص کو لے کر سرکارِ نور کے محبوب خلیفہ قاضی غلام شبر بدایونی رقم طراز ہیں:

''ہمارے حضور میاں صاحب قدس سرہٗ الشریف تنہا وہ نورعین ہیں جن کی تربیت اور پرورش میں آپ کے دادا اور دادی میں باوجود کمالِ محبت اختلاف ہوجاتا۔ چھوٹی سی عمر میں آپ کی تربیت، ریاضت و مجاہدہ کی کثرت دیکھ کر آپ کی دادی صاحبہ فرماتیں ''کیا اس بچہ کو بھی اپنی طرح فقیر کردو گے؟'' حضور خاتم اکابر جواباً فرماتے، ہاں! فقیر کردوں گا! اور ایسا فقیر ہوگا کہ بڑے بڑے بادشاہ اور امرا، اس کے آگے سر جھکا دیں گے۔ حضرت بی بی صاحبہ تربیت شاہانہ کی کوشش فرماتیں اور حضور حضرت صاحب قدس سرہٗ تربیتِ عالمانہ و درویشانہ چاہتے تھے۔'' اور یہی وجہ ہے کہ حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کو اپنے دادا و مرشد شاہ آلِ رسول سے وہ قربِ خاص حاصل رہا جو خاندان برکاتیہ کے شاید ہی کسی فرزند کو رہا ہو، کہ اس ذات نوری کی شخصیت کی تکمیل اور تربیت کا تمام بار خود حضرت صاحب قدس سرہٗ نے اپنے سر لیا۔ کوئی لمحہ ایسا نہ گزرتا تھا جس میں وہ اپنے لختِ جگر کو اپنے پیش نظر نہ رکھتے ہوں۔ وقتِ عبادت ہو تو پیش نظر، درگاہِ معلیٰ میں حاضری ہو رہی ہے تو دادا کے ساتھ، آرام کر رہے ہیں تو دادا کے حضور، غرض کہ حضرت صاحب قدس سرہٗ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے لاڈلے پوتے کو تمام علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم دے کر جملہ رموز و اسرارِ خاندانی سے سرفراز فرما کر اپنا اور اپنے اسلافِ کرام قدست اسرارہم کا سچا جانشین اور خانوادہ برکاتیہ کی تمام دنیوی اور روحانی نعمتوں کا وارث بنا دیا۔''

[اہل سنت کی آواز، مارہرہ مطہرہ، ۲۰۰۳ء، ص ۲۲۔ ۲۳]

آپ نے کثیر شخصیات سے اکتسابِ فیض کیا۔ یہ بذات خود آپ کے تواضع کی دلیل ہے۔ مزید برآں یہ کہ آپ نے کسی سے کچھ بھی علمی باتیں دریافت کیں تو انھیں اپنے اساتذہ کی صف میں شمار کرتے اور ایک استاذ کی طرح ان کے ساتھ اکرامات کا سلوک فرماتے۔

ظاہری علوم میں ان حضرات سے استفادہ رہا:

(۱) حضرت میاں جی رحمت اللہ صاحب (۲) حضرت جمال روشن صاحب (۳) حضرت عبداللہ صاحب (۴) حضرت شیر باز خان مارہروی (۵) حضرت اشرف علی مارہروی (۶) حضرت امانت علی مارہروی (۷) حضرت امام بخش مارہروی (۸) حضرت سید اولاد علی مارہروی (۹) حضرت احمد علی خاں جالیسری (۱۰) حضرت مولانا محمد سعید عثمانی بدایونی متوفی ۱۲۷۷ھ (۱۱) حضرت الٰہی خیر مارہروی (۱۲) حضرت حافظ عبدالکریم پنجابی (۱۳) حضرت حافظ قاری محمد فیاض رامپوری (۱۴) حضرت مولانا فضل اللہ جالیسری متوفی ۱۲۸۳ھ) (۱۵) حضرت مولانا نور احمد عثمانی بدایونی متوفی ۱۳۰۱ھ (۱۶) حضرت مولانا مفتی حسن خاں عثمانی بریلوی (۱۷) حضرت حکیم محمد سعید بن حکیم امداد حسین مارہروی (۱۸) حضرت مولانا ہدایت علی بریلوی (۱۹) حضرت مولانا محمد تراب علی امروہوی (۲۰) حضرت مولانا محمد حسین شاہ ولایتی (۲۱) حضرت مولانا محمد حسین بخاری (۲۲) حضرت مولانا محمد عبدالقادر عثمانی بدایونی متوفی ۱۳۱۹ھ قدست اسرارہم [تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۳۷۹]

باطنی علوم کی راہ میں آپ کے مربی اعظم حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہٗ تھے۔ آپ کی ذات والا کے علاوہ اور جن گرامی حضرات سے اذکار و اوراد سلوک کی نسبتیں حاصل رہیں وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت سید غلام محی الدین (۲) حضرت مفتی سید عین الحسن بلگرامی (۳) حضرت شاہ شمس الحق عرف تنکا شاہ (۴) حضرت مولانا احمد حسن مرادآبادی (۵) حضرت حافظ شاہ علی حسین مرادآبادی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم [ایضاً ص ۳۸۰]

آپ کو روحانی فیوض اور اویسی اکتسابات بہت عظیم عظیم بارگاہوں سے حاصل تھے۔ آپ کو حضور پرنور نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ حاصل رہی۔ مصافحہ و معانقہ، بیعت اور اخذ فیض کی گراں مایہ دولتیں اس درجۂ قرب کے ساتھ حاصل فرمائیں کہ آغوش رحمت عالم میں جا بیٹھنے کا بھی شرف حاصل رہا۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس کے علاوہ ان اعاظم کرام سے بھی انوار باطنی حاصل ہوئے۔

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام، حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام، حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم، سیدنا حضرت سید الشہدا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا غوث الثقلین محبوب سبحانی حضرت غوث اعظم الشیخ ابو محمد سید محی الدین

عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا سلطان الہند خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے خاندان کے تمام اکابرین حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ سے لے کر حضرت سیدنا خاتم الاکابر قدس سرہٗ کی زیارتوں سے بہرہ ور ہوئے اور اکتسابِ فیض کیا۔

جس ذات کریم نے ایسی ایسی عظیم بارگاہوں سے فیض حاصل کیا ہو، اس کی عظمت، جامعیت اور عبقریت کا کیا پوچھنا۔ یہ توجہات عالیہ خود ہی کہتی ہیں کہ ذات والا اوروں میں انتخاب تھی۔ کوئی یوں ہی نہیں مرکزِ فیض بنتا ہے۔ عبقریت اور مرجعیت دونوں ساتھ ساتھ رہا کرتی ہیں۔ سو یہ دونوں آپ کے اوصاف سے بھی بغل گیر تھیں۔ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود سرکارِ نور کی ذات کریمہ اپنے اوقات میں عجیب برکات رکھتی تھی۔ آپ کی علمی مصروفیات کی روداد حضرت نظمی دامت برکاتہم القدسیہ کے قلم سے اچھی لگتی ہے کہ آپ ہی حضرت نوری کی گدی کے وارث وجانشین ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

دربارِ نوری کی وہ شان کہ فوائد جلیلہ دینیہ بیان ہو رہے ہیں اور ہر مسئلۂ شرعی کو اس اسلوب اور وضاحت سے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ ہر عامی کے ذہن نشین ہو رہا ہے۔ بعض مسائل کی تحقیق میں سوالات روانہ فرما رہے ہیں، کبھی خود بھی سفر فرما رہے ہیں، کتب تصوف وسلوک وعقائد کی مطالعے میں ہیں اور کبھی ان میں سے مختلف فوائد انتخاب فرما رہے ہیں۔

یہ تو آپ کی علمی مصروفیات تھیں دوسری طرف اوراد و اذکار بھی اس قدر تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ بقول حضرت نظمی مدظلہ:

’’ورد روزانہ اس قدر تھا کہ اچھا تیز پڑھنے والا اس کو پورے دن اور پوری رات میں پورا کر سکتا تھا۔ یہ سب سرکارِ نور بہت تھوڑے وقت میں پڑھ لیتے۔ اللہ اکبر! حضور کے وقت میں کیسی وسعت و برکت تھی کہ نماز و وظائف، اوراد و اشغال کے سوا خدام و سائلین کی پرسشِ حالات، خطوط کے جواب، مریضوں کی عیادت، نقوش وتعویذات کی تحریر، قیلولہ و آرام، تصنیف و ملاحظۂ کتب، اہل حقوق کی پاسداری، حضور خاتم الاکابر کے دربار کی حاضری۔ معاملات کا پیش کرنا اور ہدایات لینا وغیرہ اوقات روزانہ طے ہوتے تھے۔

سراپائے نور:

اس پیکر کرامت کے سراپا کا نقشہ کھینچتے ہوئے آپ کے خلیفہ وخادم خاص مولانا قاضی غلام شبر

قادری برکاتی بدایونی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

’’حضور کا قد میانہ تھا، لیکن باوجود میانہ قد قامت ہونے کے مجمع میں حضرت ہی سب سے بلند نظر آتے، رنگ مبارک گندمی، سر شریف بڑا اور محلوق، پیشانی چوڑی، بھنویں باریک، آنکھیں بڑی اور روشن سپیدی اور سیاہی میں تیز سرخی کے ڈورے پڑے ہوئے۔ دندانِ مبارک نہایت ہی صاف، چمک دار، مضبوط غالباً وفات شریف تک کوئی دانت گرا نہ تھا۔ ریش مبارک نہ انبوہ نہ کم، پوری بھری ہوئی، سینہ مبارک کو ڈھکتی ہوئی، مونچھیں اس قدر قصر فرماتے گویا منڈی ہوئی ہیں، سینہ مبارک چوڑا، آخر عمر میں کمر مبارک خم ہوگئی تھی جو چلنے میں محسوس ہوتی تھی، پاؤں کی ایڑیاں چھوٹی نہایت خوب صورت رفتار۔ ہنسی صرف تبسم تک محدود تھی۔ بیش تر عمامہ رنگین، کرتا سفید نقش بندی، پاجامہ، ڈھیلا کلاہِ مبارک دوپلّی گوشہ کھلے ہوئے، کبھی قادری قمیص اور عبا بھی زیب تن فرماتے۔ جاڑوں میں پوری آستینوں کی ناف سے نیچی مرزئی لباس تھا ایک چھوٹا سا سفید دوپٹہ جو بشکل لا گلے میں ہوتا۔ [تذکرۂ نوری]

عقد مسنون:

سرکارِ نور قدس سرہٗ کا پہلا عقد مسنون دختر حضرت سید شاہ ظہور حسین عرف چھٹو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ ان بی بی صاحبہ کا وصال ۱۷/جمادی الاخریٰ ۱۲۸۶ء میں بمقام مارہرہ شریف ہوا۔

حضرت اقدس کا دوسرا عقد میرے جد امجد حضرت سید شاہ حسین حیدر حسینی میاں رحمۃ اللہ علیہ (حقیقی نواسہ حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ) کی حقیقی بہن یعنی دختر سید محمد حیدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۲۸۷ھ میں ہوا۔ ان کے بطن سے ایک صاحب زادے سید محی الدین جیلانی ۱۲۸۸ء میں تولد ہوئے لیکن ان صاحب زادے کا وصال ۱/سال ۷/ماہ کی عمر میں بمقام مارہرہ شریف ہوا۔

حضور میاں صاحب کے جب کوئی اولادِ صلبی باقی نہ رہی، تو آپ نے اپنا جانشین اپنے عم زاد بھائی کے صاحب زادے سید علی حسن عرف اقبال کو مقرر کیا، لیکن ان صاحب زادے کا وصال بھی حضور میاں صاحب کے سامنے ہوگیا۔ تب حضرت نوری دادا نے بہت رقّت کے ساتھ فرمایا۔ ع

مٹے وہ نگیں کھُدے جس پر نام ہمارا

[اہل سنت کی آواز، ۲۰۰۳ء، ص ۵۷-۵۸]

بیعت وخلافت:

سرکارِ نور، سراج العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ کو صرف بارہ سال کی عمر میں

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہٗ نے خلافت تفویض کی۔ حضرت سراج العوارف میں خود تحریر فرماتے ہیں:

''ربیع الاول شریف ۱۲۶۷ھ کی سترہویں رات کو مرشد اعلیٰ سیدنا آل احمد عرف اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ سے فارغ ہو کر میرے دادا اور مرشد سیدنا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے ساتھ لے کر سجادہ کے مقام پر آئے، میری عمر اس وقت بارہ برس کی تھی۔ سجادہ شریف پر لاکر مجھے مسند طریقت پر چارزانو بیٹھنے کا حکم دیا، چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت نے خود دوزانو بیٹھ کر ایک روپیہ بطور نذر پیش کیا اور فرمایا: مبارک ہو۔''

یہ انداز نوازش صرف اسی کے ساتھ ہوتا ہے جو مرید مراد اور گوہر تابدار ہوتا ہے۔ حضرت خاتم الاکابر نے اس غیر معمولی طرز عمل سے یہ اعلان فرمادیا کہ سرکار نور آپ کے جانشین اور سجادہ غوثیہ برکاتیہ کے مسند نشیں ہیں۔ باضابطہ سجادگی کی رسم حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہٗ کے عرس مبارک ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ عمل میں آئی۔ اس محفل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ نے **رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید** [۱۲۹۷ھ] سے سجادہ نشینی کی تاریخ نکالی اور مشہور عالم قصیدہ ع

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین

عرض کیا۔ اس محفل نور میں حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری برکاتی بدایونی قدس سرہٗ بھی حاضر تھے۔

خلفاے کرام:

سرکار نور پہلے بزرگ ہیں جنھیں حضرت خاتم الاکابر نے تقاضاے حالات کے پیش نظر مارہرہ مطہرہ سے باہر قیام کی اجازت مرحمت فرمائی، اس لیے سرکار نور کا خورشید فیضان پورے متحدہ ہندوستان پر جلوہ گر ہوا اور کثیر خلق خدا نے آپ کی ذات بابرکات سے فیوض روحانی حاصل کیے۔ آپ تربیت کے بعد خلافت سے نوازتے تھے، اس کے باوجود آپ کے خلفا کی تعداد خاصی ہے۔ صاحب عرس قاسمی مجدد برکاتیت ابوالقاسم سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں، سید شاہ مہدی حسن برکاتی، تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں، سید شاہ حامد حسن، سید شاہ ظہور حیدر، سید شاہ ابن حسن، سید شاہ اسحاق حسن، سید شاہ ارتضا حسین پیر میاں، نواب سید احتشام الدین حسین، سید محمد ایوب حسن قدست اسرارہم۔ سرکار نور کے وہ خلفا ہیں جو خاندان برکات سے تعلق رکھتے ہیں۔

دیگر خلفاے کرام میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی، تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا عطاء اللہ خاں رامپوری، مولانا قاضی مبشر الاسلام عباسی بدایونی، مولانا حکیم عبدالقادر شہید نوری بدایونی، مولانا غلام حسنین صدیقی بدایونی، مفتی اعظم آل رحمٰن ابوالبرکات محی الدین شاہ مصطفیٰ رضا نوری، مولانا قاضی غلام قنبر بدایونی، مولانا قاضی غلام شبر بدایونی، مولانا محمد جعفر بدایونی، حاجی محمد علی نقوی بدایونی، مولوی عطا محمد صدیقی بدایونی، مولوی سکندر خان شاہ جہان پوری، حافظ محمد سراج الدین بدایونی، مولوی مشتاق احمد سہارن پوری، مولوی محمد طاہر الدین صدیقی بدایونی، میاں محمد رمضان پنجابی، حکیم سید مشتاق حسین حیدرآبادی، ملا محمد طفیل احمد ایٹوی، شاہ تلقین، شاہ امام علی، سید محمد ابراہیم شاہ جہان پوری، سید فخر عالم شاہ جہان پوری، مولانا محمد عمر دہلوی، مولانا حکیم سید محمد غوث بدایونی، ملا ولایتی، مولوی محمد عزیز بخش بدایونی، مولانا سید احمد حسین، مولوی محمد جمیل الدین عباسی بدایونی، شیخ کرامت حسین پالن پوری، سید عبدالعزیز، مولانا محمد عادل ناروی، نواب سید یحییٰ حسن، قاضی حسن شاہ پنجابی کے اسماے گرامی صاحبان تذکرہ نے نقل کیے ہیں۔

ان خلفاے کرام میں جو خصوصیت اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کو آپ کی بارگاہ والا جاہ میں حاصل تھی وہ اپنی نظیر آپ تھی۔ سرکار مفتی اعظم مرید مراد تھے، جس کی جھلک آپ ملاحظہ کر چکے۔ سرکار اعلیٰ حضرت کو ''چشم و چراغ خاندان برکات'' کا لقب آپ نے مرحمت فرمایا۔ یہ وہ اعزاز ہے جس کی نظیر خلفاے خاندان برکات میں نہیں پیش کی جاسکتی۔ سرکار نور والا نامے میں تحریر فرماتے ہیں:

''چشم و چراغ خاندان برکاتیہ مارہرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب دام عمرہم وعلمہم۔ از ابوالحسین بعد دعاے فقیر و مقبولیت محررہ القاب سطر بالا۔

واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو دیا تھا باوجودیکہ میں لائق اس کے نہ تھا، تحریر فرمایا کرتے تھے۔ چوں کہ اب میں بظاہر اسباب انواع انواع امراض میں ایسا مبتلا ہوں کہ مصداق اس مصرع کا ہو گیا ہوں ع

اگر ماند شبے ماند شبِ دیگر نمی ماند

اور مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اٹھ گئے اور جگہ خالی کر گئے، تو اب سواے آپ کے حامی کار اس خاندان عالی شان کا خلفا میں کوئی نہ رہا۔ لہٰذا میں نے یہ خطاب آپ کو بایماے غیبی پہنچا دیا۔ بطوع و رغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا اور میں نے بطیب خاطر بلا جبر و اکراہ بہ رغبت قلب یہ خطاب آپ کو

ہبہ کیا اور بخش دیا۔ یہی خط اس کی سند میں باضابطہ رہے۔

فقط ابوالحسین۔ از مارہرہ

[اہل سنت کی آواز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷]

نورانی اخلاق :

سرکارنور کے اخلاق کریمانہ، شمائل نبوی کا پرتو تھے۔ عقیدے میں حد درجہ تصلب تھا۔ شریعت کی پوری پابندی تھی، قرآن وحدیث کے پورے عامل تھے۔ علوم نبوت کے ماہر تھے۔ ریاضت ومجاہدہ، سخاوت وکرم، مخلوق خدا کی حاجت روائی، خندہ روئی، اعتدال پسندی، نرم نرم اندازِ گفتگو، ہر ایک سنّی مسلمان بالخصوص اہل سلسلہ کی خیر خواہی، ان کے حق میں دست بدعا رہنا، غریبوں، مسکینوں سے انس، محرمات ہی نہیں مکروہات ولغویات سے بچنا، دوسروں کی عیب پوشی، بدمذہبوں سے دوری، فاسقوں سے وحشت، سرکارنور کے اخلاق نورانی کے چند گوشے ہیں۔

فنافی الشیخ تھے، سرکارغوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ سے عشق تھا۔ ریاضت کا حال کیا تھا، اس کی سمت اشارہ ہو چکا ہے۔ یہاں سراج العوارف کا وہ اقتباس درج کرتا ہوں؛ جس میں سرکار نور نے اخلاف اور وابستگان سلسلہ کی تربیت اور رہنمائی کے لیے اپنے کچھ معمولات درج کیے ہیں، ورنہ اس بارگاہ میں تو کمالات کا اخفا حد درجہ مطلوب تھا۔ سرکارنور رقم طراز ہیں:

''اس فقیر کو صفائی قلب اور تزکیہ اور اسمائی اور صفاتی تجلیوں کے حاصل کرنے کے لیے بعض اسموں اور دعاؤں کی دعوت کا کافی اتفاق ہوا۔ میں نے بیس سال کی عمر میں تنہائی اختیار کی اور تیس سال تک اکثر خلوت ہی میں روزہ دار رہا۔ میں نے کبھی لمبی مدت کے لیے روزے نہیں چھوڑے اور اس دوران میں نے دو تین بار بلکہ اس سے زیادہ دعوت اسما اور حسب ذیل دعائیں ورد رکھیں۔

۱۔حزب البحر، ۲۔سورۂ واقعہ، ۳۔سورۂ مزمل، ۴۔اسمائے اصحاب کہف، ۵۔آیت اللہ لطیف بعبادہ، ۶۔دعوت چہل اسما بطور خمسہ خاندان کی مختصر ترکیب کے مطابق، ۷۔اسم بدوح سادہ، ۸۔اسم بدوح باموکل، ۹۔اسم انہ ولی الاجابۃ، ۱۰۔اسم یابدیع العجائب، ۱۱۔اسم یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ، ۱۲۔عمل شجرۂ زر، ۱۳۔عمل دعائے حیدری

ان اسما اور دعاؤں کو میں سالہا سال، باربار عامل کی شرطوں کی ادائیگی اور زکات کے لیے معمول بنایا اور ان کی روحانیت اور تجلیات سے فیض پایا اور جلالی و

جمالی غذاؤں اور مکروہات کو ترک کیا۔''

ان کثیر اوراد اور بے شمار الٰہی تجلیات کی برکتوں کی کچھ جھلکیاں روحانی مصروفیات کے عنوان سے آگے ملاحظہ کریں۔

تصانیف :

سرکارنور کی علمی، دعوتی اور عملیاتی مصروفیات کی جھلکیاں آپ نے ملاحظہ کیں لیکن ان کثیر در کثیر ہمہ جہت مصرفیات کے باوجود اچھی خاصی تصانیف آپ سے یادگار ہیں، جب کہ آپ کو تصنیف وتالیف سے شغف نہ تھا۔ آپ نے چند رسائل تکسیر وعقائد، آداب مریدین، اوراد وازکار، اشغال و اعمال اور فقہ میں تصنیف فرمائے۔ شعر بھی کہتے تھے اور خوب کہتے تھے، تخلص اول سعیدؔ فرماتے تھے، بعد میں نوریؔ کر لیا تھا۔ ایک مختصر دیوان بھی چھوڑا۔

محترمی ومخدومی حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ حضرت نوری قدس سرہٗ کی تصانیف کا ایک اجمالی موضوعاتی خاکہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

تصنیف اور اس کی شہرت سے سرکار نوری میاں قدس سرہٗ کو خاص دلچسپی نہ تھی۔ بعض تحریرات بطور رسالہ بھی خدام کے التماس پر مرتب ہوئے۔

۱- العسل المصفی فی عقائد ارباب سنة المصطفی (علیه التحیة والثنا): آسان اردو زبان میں عقائد اہل سنت کے بیان میں نہایت مختصر اور مفید، بچوں کی تعلیم کے لیے مناسب بلکہ ضروری رسالہ ہے۔ (یہ متعدد بار شائع ہوا۔ ۱۲ رضوی)

۲- سوال و جواب: یہ بھی اردو زبان میں مختصر مسئلۂ تفضیل کا فیصلہ ہے۔ آج تک حضرات تفضیلیہ سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔

۳- اشتہار نوری: یہ ایک مفید تحریر ہے۔ جس وقت بعض علمائے اہل سنت مکائد اہل ندوہ سے دھوکا کھا گئے ان کی ہدایت وتنبیہ کے لیے یہ اشتہار جاری ہوا۔

۴- تحقیق التراویح: یہ دفع فتنۂ بعض غیر مقلدین میں بیس رکعت تراویح کے اثبات میں تحریر فرمایا۔

۵- دلیل الیقین من کلمات العارفین: تفضیل کلی حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اثبات حضرات تفضیلیہ کے شبہات کا ازالہ نہایت ضروری وضاحت

سے فرمایا۔ لاجواب تھا لہٰذا لاجواب ہے۔

۶۔ **عقیدۂ اہل سنت نسبت محاربین جمل و صفین و نہروان :**
یہ رسالہ بزبان اردو ہے اور حسب الحکم حضور خاتم الاکابر تحریر فرمایا۔

۷-**لطائف طریقت کشف القلوب :** یہ رسالہ بیان کسب ابتدائی سلوک میں بزبان اردو ہے۔

۸- **النور والبهاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء:** اس رسالے میں سلاسل و اسناد احادیث صحاح و مسلسل بالاولیۃ وحصن حصین و دلائل الخیرات ،اسماء اربعینہ، مصافحات اربعہ، مشابکہ، مسلسل بالاضافۃ واسناد حرز یمانی و قرآن کریم وتسبیح وسلسلۂ عالیہ قادریہ قدیمہ وابیہ، وکالپویہ جدید ورزاقیہ ومنوریہ وچشتیہ و سہروردیہ ونقشبندیہ ومداریہ وعلیہ جو چند طریقوں سے پہنچے ہیں درج ہیں۔ بزبان عربی نہایت مفید رسالہ ہے۔

۹- **سراج العوارف فی الوصایا والمعارف:** یہ وہ پرنور تصنیف ہے کہ جو فوائد اس میں مندرج ہیں ان کا مجموعہ کسی ایک جگہ نہیں ملے گا۔ خانوادۂ برکاتیہ کے جملہ مریدین ومتوسلین کو اس کا دیکھنا، پڑھنا، پاس رکھنا نہایت فائدہ مند ہے۔

۱۰- **الجفر :** ایک مختصر رسالہ بزبان اردو ہے، جس میں جفر کا ایک خاص قاعدہ مفصلاً مذکور ہے۔

۱۱- **النجوم:** ایک نہایت مختصر رسالۂ نجوم ہے۔ وہ چیزیں جن کا جاننا ایک عامل اور جفار کو ضروری ہے، اس میں درج ہیں۔

۱۲۔ **تخییل نوری :** مجموعہ اشعار فارسی وعربی واردو، جو گاہ گاہ اتفاقیہ نظم فرمائے گئے۔ تخلص سرکار نور پہلے سعیدؔ تھا پھر نوریؔ فرماتے تھے۔

ان کے علاوہ سرکار نور نے صلوٰۃ غوثیہ، صلوٰۃ معینیہ، مجموعہ صلوٰۃ نقشبندیہ، صلوٰۃ صابریہ، صلوٰۃ ابی العلائیہ، صلوٰۃ مداریہ، صلوٰۃ الاقربا، صلوٰۃ المرضیہ لفقراء المارہرویہ وغیرہ شجرے مرتب فرمائے۔ آخری تصنیف حضور کی اسرار اکابر برکاتیہ ہے، جو صدہا نکات واسرار پر مشتمل ہے۔ مجموعہ ہائے اعمال واشغال کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ [سراج العوارف ،ص ۱۳ تا ۱۵]

تذکرۂ نوری کے حوالے سے حضرت کی تصنیف صلوٰۃ غوثیہ سے لے کر اخیر تک کی باقی کتابوں کے بارے میں تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ میں یہ تفصیل درج ہے۔

۱۳- **صلوٰۃ غوثیہ:** اس میں شجرۂ عالیہ قادریہ مع اسماے حسنیٰ درج ہے۔

۱۴- **صلوٰۃ معینیہ:** شجرۂ چشتیہ اس میں بطور اوراد درج ہے۔

۱۵- **مجموعہ:** اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سیدنا حضرت علی وحضرات حسنین کریمین اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ننانوے اسماے عالیہ کا ذکر ہے۔

۱۶- **صلوٰۃ نقشبندیہ:** اس میں بھی حضرت خواجۂ نقشبند کے ننانوے صیغے اور اسما مذکور ہیں۔

۱۷- **صلوٰۃ صابریہ:**

۱۸- **صلوٰۃ ابی العلائیہ:**

۱۹- **صلوٰۃ مداریہ:** اس میں اکثر اسماء ننانوے صیغے کے ساتھ درج ہیں۔

۲۰- **صلوٰۃ المرضیہ لفقراء المارہرویہ:** اس میں اکثر خاندانی خلفا کے اسماے گرامی درج ہیں۔

۲۱- **صلوٰۃ الاقرباء:** اس میں بیش تر خاندانی بزرگوں کے اسماے گرامی مذکور ہیں۔

۲۲- **اسرار اکابر برکاتیہ:** یہ آخری تصنیف ہے، جس میں خاندانی اسرار ونکات مذکور ہیں۔

۲۳- **مجموعہ ہائے اعمال و اشغال:** اس کا شمار نہیں۔ قریب چند مجموعہ ہر سال خود تحریر فرماتے، جو چند حضرات کے پاس ہیں۔

[تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۳۸۶-۳۸۷]

ناچیز نے آپ کی تصانیف سے صرف دو تصنیف دیکھی اور وہ ہیں ''سراج العوارف فی الوصایا والمعارف'' اور ''العسل المصفی فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ'' ان کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد اس کی اہمیت کا احساس ہوا۔ سراج العواف میں جس قدر جامع فوائد ونکات موجود ہیں اختصار کے ساتھ اس قدر کثیر فوائد ونکات میرے

محدود مطالعہ میں تصوف کی کسی کتاب کے اندر نہ ملے۔ انسان کی اسلامی زندگی کے لیے جو باتیں ضروری ہیں؛ سرکار نور نے عجب حسن اختصار اور سلاست کے ساتھ جمع کر دیے ہیں۔ سبع سنابل شریف کے انداز میں اس میں سات لمعے (روشنیاں) ہیں، اور ہر لمعہ کے اندر ''نور'' کے عنوان سے کثیر فوائد درج ہیں، جس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۱- پہلا لمعہ : وصیتوں کے باب میں ہے، جس میں گیارہ [۱۱] وصیتیں ذکر ہیں۔

۲- دوسرا لمعہ : اہل سنت کے عقیدوں کے بیان میں ہے، جس میں اٹھائیس [۲۸] نور ہیں۔

۳- تیسرا لمعہ : تصوف کے سلسلے میں ہے، جس میں سرسٹھ [۶۷] نور ہیں۔

۴- چوتھا لمعہ : سلوک کے بیان میں ہے، جس میں باون [۵۲] نور ہیں۔

۵- پانچواں لمعہ : مسائل فقہیہ کے ذکر میں ہے، جس میں انچاس [۴۹] نور ہیں۔

۶- چھٹا لمعہ : اخلاق اور نصائح کے بیان میں ہے، جس میں تیئیس [۲۳] نور ہیں۔

۷- ساتواں لمعہ : بعض متفرق فوائد کے بیان میں، جس میں سات [۷] نور ہیں۔

اصل کتاب فارسی زبان میں ہے، جس پر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں منظوم تقریظ ہے۔

عربی تقریظ کے چند اشعار یہ ہیں:

انا سیدی یا ابن عزغطارف	ویا احمد النورنورالاعارف
کلامك نور بهاء السلاسل	وشهدمصفی عن الزیع صارف
و تحقیق ترویح کشف القلوب	دلیل الیقین سراج العوارف
ولاغر و ان جاء منك سراج	فانك نور نادی المعارف
ارانا سراجك بالليل شمسا	و شمس بليل عجيب و طارف

فهل مثله فی تليد و طارف
و این فاین تراه الطوارف

[بساتین الغفران، ص ۱۹۵]

استاذ حازم محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ مرتب ''بساتین الغفران'' جو جامعہ ازہر کے فاضل استاذ ہیں، انھوں نے ڈاکٹر حامد علی خاں کے مقالہ کے حوالے سے فقط یہی چھ اشعار ذکر کیے ہیں۔ حاشیہ

میں لکھتے ہیں کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ گیارہ عربی اشعار تقریظ میں کہے تھے، جو سراج العوارف کے اس نسخہ میں مطبوع ہیں جو بدایوں پریس سے شائع ہوا تھا۔ لیکن انھیں تلاش وجستجو کے باوجود یہ نسخہ دست یاب نہ ہوسکا۔

سراج العوارف کے دو اردو ترجمے ہوئے۔ پہلا ترجمہ حضرت مولانا مفتی خلیل احمد خاں صاحب برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ نے کیا اور دوسرا حضرت مخدوم گرامی جانشین حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ ڈاکٹر امین میاں صاحب مدظلہ العالی نے۔ جس کی زبان پہلے ترجمہ سے زیادہ سلیس اور رواں ہے۔ ہندوستان میں آج کل عام طور سے پہلا ہی ترجمہ دست یاب ہے، جسے مکتبۂ جام نور دہلی نے ''شریعت وطریقت'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ حضرت امین ملت کا ترجمہ عرصہ ہوا مکتبۂ استقامت کان پور سے شائع ہوا تھا۔ پاکستان میں اس کے متعدد ایڈیشن نکلے۔ فقیر کے پاس برکاتی پبلشرز کھارادر کراچی کا شائع کردہ ایڈیشن موجود ہے۔ **المجمع المصباحی** مبارک پور نے حال میں ایک خوب صورت جدید ایڈیشن شائع کیا ہے۔

سراج العوارف شریف میں سرکار نور قدس سرہٗ نے بہت مفید فوائد ونکات کی نشان دہی فرمائی ہے، جو ایک مومنانہ زندگی کے لیے راہنما اصول کہے جاسکتے ہیں، اور بہت سے کارآمد نصائح کریمہ بھی اس میں مذکور ہیں۔ تفصیلی معلومات کے لیے تو اصل کتاب کا مطالعہ ہی کفایت کرے گا۔ یہاں صرف چند نصائح طیبہ افادیت کے واسطے تحریر کیے جاتے ہیں۔

سرکار نور فرماتے ہیں:

''(۱) اپنا راز کسی سے نہ کہو (۲) عالم کے فعل کو نہ دیکھو بلکہ اس کے قول پر نظر کرو اس لیے کہ فعل صرف اپنے لیے ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ خلاف سنت بھی ہو اور قول دوسروں کے لیے ہوتا ہے۔ علمائے کرام کی دیانت داری سے اس کی توقع نہیں کہ ان کا قول خلاف سنت ہو۔ (۳) بروں اور نافرمانوں کو نصیحت کرو کہ شاید وہ توبہ کرلیں اور کسی سے ان کا عیب بیان نہ کرو کہ کہیں وہ ڈھیٹ نہ ہوجائے۔ (۴) اپنے سے کم زوروں پر رحم کرو، تا کہ اپنے سے طاقت وروں کی طرف سے تم پر رحم ہو۔ (۵) کسی کو گالی نہ دو کہ وہ بھی تمھیں گالی دے۔ گالی گلوچ سے دنیا میں بربادی اور آخرت میں گناہ ہے۔ (۶) جس نے پائجامہ کھڑے ہوکر پہنا اور عمامہ بیٹھ کر باندھنا اس کو اللہ تعالیٰ ایسی مصیبت میں مبتلا

فرمائے گا جو پھر ٹل نہیں سکتی ۔ (۷) ادب سے رہو بے ادبی سے بچو۔ اولیا، اصفیا، اتقیا، علما، فضلا اور فقرا کے ادب وتعظیم میں کوشاں رہو۔ (۸) کسی سے منافقانہ میل جول نہ رکھو۔ منافقانہ دوستی سے کھلی دشمنی بہتر ہے۔ (۹) بزرگوں کی نصیحت سے غمگین نہ ہو اور چھوٹوں کو ادب سکھانے میں غفلت نہ برتو۔ (۱۰) کسی کی برائی کا چھپانا ثواب کا کام ہے اور خدا کے خاص بندوں کی عادت ہے۔
[سراج العوارف، ص ۱۸۲ تا ۱۸۶ ملخصاً]

العسل المصفی فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ (۱۲۹۸ھ)

اٹھائیس صفحات کا یہ رسالہ مبارکہ اہل سنت کے جملہ عقائد کو اختصار اور جامعیت کے ساتھ سمیٹے ہوئے ہے۔ سرکار نور قدس سرہٗ نے بڑی ہی سلیس اور آسان زبان میں اللہ تعالیٰ کی توحید وتنزیہ، اللہ تعالیٰ کی صفتیں، تقدیر الٰہی کا مسئلہ، اللہ تعالیٰ کی کتابیں، اللہ تعالیٰ کے فرشتے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہم السلام، ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضور کے آل واصحاب، صحابہ کی شکررنجیاں، تفضیل کی تفضیل، ایمان وکفر وشرک وبدعت کی بحث، قیامت وآخرت کا ذکر، متفرق مسئلے جیسے ذیلی عناوین پر اتنے مختصر اوراق میں گفتگو فرمائی ہے؛ جو اس کی جامعیت کی جامع شہادت ہے۔ زبان ایسی رواں ہے کہ سوسال سے زائد کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس کے مفاہیم کو لسانی قدامت متاثر کررہی ہے۔

یہ رسالہ حضرت تاج العلماء کے زیر اہتمام دارالاشاعت برکاتی مارہرہ مطہرہ سے شائع ہوا۔ پھر اس کے کثیر تعداد میں متعدد ایڈیشن مختلف جگہوں سے شائع ہوئے۔ میرے سامنے ماسٹر عتیق احمد برکاتی کے زیر اہتمام کان پور سے شائع شدہ ایڈیشن ہے۔

حضرت سرکار نور قدس سرہٗ آغاز رسالہ میں سبب تالیف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

"..... زمانہ وہ آیا کہ علم مدبر ہے اور جہل ظاہر سنن ضائع اور فتن شائع، سداد مخذول وفساد مقبول، اہل بدعت نے عوام میں طرح طرح جال پھیلایا ہے اور اس فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت نے حفظ عقائد سے یک دست ہاتھ اٹھایا ہے۔ بدمذہب اپنے اطفال کو زبان کھلتے ہی مشرب باطل کی تعلیم شروع کرتے ہیں اور اہل حق این وآں میں وقت گنوا کر تعلیم عقائد حصول علم پر موقوف رکھتے ہیں۔ پھر وہ کتنے ہیں جنھیں علم حاصل ہوتا ہے اور ہوا بھی تو بہت ذی علم حکمت

فلسفہ کی آفت میں تحقیقات دینیہ کو جھگڑا تصور کرتے اور اس سے دامن برچیدہ رہتے ہیں اور جو علم سے محروم رہے ان کا تو کہنا ہی کیا۔ لوح سادہ ہیں جو چاہے نقش جمائے۔ جیسی صحبت پائی ویسے ہی ہو گئے۔ تحقیق کا شوق نہیں کہ اپنے علما سے دریافت کریں۔

فقیر ملتجی الی المولی الغنی سید ابوالحسین احمد النوری ملقب بہ میاں صاحب قادری برکاتی مارہروی اصلح اللہ لہ الشاھد والغائب و زھدہ فی الدنیا و رغبہ فی الرغائب آمین۔ بہ نظر خیر خواہی برادران دین چند سطر عقائد اہل سنت وجماعت میں بسلاست زبان و وضاحت بیان وشرح مسائل وطرح دلائل منصۂ تحریر پر جلوہ نما اور رسالہ کو بنام تاریخی العسل المصفیٰ فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ مسمی کرتا ہے۔" [العسل المصفی، ص ۳-۴]

۱۲۹۸ھ میں میرٹھ سے اس کا جو ایڈیشن شائع ہوا تھا اس میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی منظوم عربی تقریظ بھی شامل تھی، جسے بساتین الغفران میں نقل کیا گیا ہے۔ فقیر افادیت کے لیے اسے یہاں نقل کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

یاصاحبی قِفا لما یعنینا	واد شممنا منہ نفحۃ سینا
آنست من مارہرۃ ناراًعلیٰ	طور اشنا طورا بہ یھدینا
فعزمت ممشای ھذا اننی	مالم انلھا لن اذوق ھدؤنا
امضی علی سنتی ولا اصغی الی	قول من الاغوال والمردینا
سیرا معی اولا فلست براجع	انی لفی شان اراہ یقینا
طوبیٰ لابناء السبیل اذا اھتدوا	و مشوا لھذا النور من قادینا
اکرم بنا رضوء ھا یجلو الدجیٰ	من احمد النوری جاء مبینا
نورالھدیٰ بحر التقیٰ بدرالنقیٰ	اضحیٰ لہ حفظ الالہ معینا
من آل من رضی البلا فی کربلا	من اھل خلق الحسین حسینا
یا قوم ھذا الحق ھذا المنتقیٰ	ھذا النجاۃ ان اتخذتم دینا
عسل مصفیٰ بالیقین فلم یذر	بذواقہ ظنا ولا تخمینا
تعسا لمن اھویٰ الیٰ مھوی الھویٰ	و رایٰ بدین السنۃ المفتونا
لم یات مشئ للصواب بدیلا	ما کان حق بالجدال قمینا

فعليك يا هذا بجمع او قدوا مصباح دين الله فى نادينا
لك اسوة فيهم فلذبجناحهم لا تتبع من غيرهم مجنونا
قال الرضآ ارخ رسالة سيدى هذا هو الحق الصريح مبينا

[بساتین الغفران،ص ۱۶۰-۱۶۱]

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ نے بھی ان اشعار کو اپنی تصنیف ''حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' میں ذکر کیا ہے۔ دیکھیے ص ۳۷ تا ۵۷، مطبوعہ سیالکوٹ اسلامی کتب خانہ۔

حضرت نوری میاں قدس سرہٗ کا شعری دیوان ''تخییل نوری'' شائع ہو چکا ہے، لیکن فقیر کی نگاہ سے نہیں گزرا۔ البتہ اس کے کچھ اشعار مولانا شبنم کمالی صاحب کے مضمون ''حضرت نوری میاں کی نعتیہ شاعری'' میں دیکھنے کو ملے۔ چند منتخبہ اشعار نذر قارئین ہیں تا کہ وہ اس سے حضرت کی فکری ندرت، تخیل کی بلندی، جذبے کی حدت، ذوق کی لطافت یعنی شاعرانہ عظمت کا بھی اندازہ کر سکیں۔

پھول مہکے ، رنگ چمکے داغہائے عشق کے / بڑھ گئی جنت سے بھی کچھ اپنے مدفن کی بہار
جلوۂ حسن بتاں کیسا؟ کہاں کا رنگ گل / چڑھ گئی اب تو نظر پران کے جوشن کی بہار
کس ادا کس بات میں کم ہیں مرے داغ جگر / بلبلیں دیکھا کریں اے نوریؔ گلشن کی بہار

دل عشاق میں اے جان مکیں کیوں نہ ہوئے / یہ بھی تو عرش ہے تم عرش نشیں کیوں نہ ہوئے
نام جب دیکھتے ہیں تیرا خطوں میں عاشق / رشک کرتے ہیں کہ قرطاس ہمیں کیوں نہ ہوئے
غم فرقت کی بلاؤں میں پھنسا ہے نوریؔ / حیف صد حیف کہ تم اس کے معیں کیوں نہ ہوئے

پھر کہا دل نے چلو کوہ و بیاباں کی طرف / ہاتھ پھر بڑھنے لگے جیب و گریباں کی طرف
تو ہی کر انصاف دونوں کو ملا کر عندلیب / جاؤں میں اس گلی میں یا گلستاں کی طرف
جس نگاہ لطف سے تم دیکھتے ہو سوئے غیر / دیکھ لو میرے بھی احوالِ پریشاں کی طرف
مل گئے جب خاک میں تو پوچھنے والا ہے کون / نوریؔ آتا ہے کوئی گور غریباں کی طرف

یہ حضرت کے وہ اشعار ہیں جس میں تغزل کی شان اپنے پورے جمالیاتی رنگ کے ساتھ موجود ہے۔ ورنہ سرکار نور نے بڑے سادہ کلام بھی کہے ہیں، جس میں سادگی کے ساتھ بانک پن بھی ہے۔ ذرا یہ اشعار دیکھیے:

مرا محبوب، محبوب خدا ہے / مرا پیارا محمد مصطفیٰ ہے

وہی روح روانِ انبیا ہے / وہی تاب و توانِ اولیا ہے
ثنا اس کی بشر سے کب ادا ہو / کہ وہ محمود و محبوب خدا ہے
انھیں کی نعت لکھ نوریؔ ہمیشہ / انھیں سے ابتدا و انتہا ہے

[تخییل نوری]

تصرفات نور:

سرکار نور کے روحانی تصرفات اور کشف و کرامات حیطۂ تحریر میں لائے جائیں تو دفتر کے دفتر لب ریز ہو جائیں، اور یہ کوئی مبالغہ جاتی استعارہ نہیں بلکہ اظہار واقعہ ہے۔ آپ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ ہیں اور چلتی پھرتی کرامت۔ خوب فرمایا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ؎

میلا لگا ہے ، شانِ مسیحا کی دید ہے / مردے جلا رہا ہے خرامِ ابوالحسین
ذرّہ کو مہر، قطرہ کو دریا کرے ابھی / گرجوش زن ہو بخشش عامِ ابوالحسین

حضرت کے خادم خاص اور مرید و خلیفہ قاضی غلام شبر بنوری بدایونی علیہ الرحمہ نے تذکرۂ نوری میں چند تصرفات ذکر کیے ہیں۔ میں انھیں کے لفظوں میں چند منتخب تصرفات ذیل میں درج کرتا ہوں۔

☆ ''حضور پر نور قدس سرہٗ رونق افروز موضع بھنڈولی ضلع بلند شہر ہیں خدام کے مجموع میں یہ خادم بھی حاضر ہے، وقت بعد مغرب ہے، حضور سیف الرحمٰن قراءت فرما رہے ہیں، اس خادم کو خیال ہوا کہ کاش خدام دعا کو میں دیکھتا، فوراً حضرتِ اقدس نے ایک بار دستک دی۔ دیوار جنوبی مکان کی اس ناچیز کی نظر سے غائب ہوگئی اور وہ سامان جو پشت مکان پر ایک رعایا کا تھا، صاف نظر آنے لگا تھوڑی دیر میں اس صحن میں اور وسعت ہوئی اور ایک بڑا میدان سرسبز و شاداب پیش نظر ہو گیا۔ اس میں ایک انبوہ کثیر نہایت شان دار لوگوں کا نظر آیا۔ اکثر ان میں ہاتھیوں اور گھوڑوں پر مسلح سوار تھے۔ نہایت عمدہ شاہانہ لباس اور بہت صیقل اسلحہ تھے، لیکن یہ ساری جماعت برقعہ پوش تھی۔ خادم کو چہرہ کسی کا نظر نہیں آیا۔ تخمیناً دس منٹ تک خادم اس مجمع کو بغور دیکھتا رہا اور سخت متعجب تھا۔ اس اثنا میں حضور اقدس نے دوسری دستک دی وہ سامان نظر سے مخفی ہو گیا۔ وہی مکان اور وہی جلسہ قائم تھا۔ حاضرین میں سے کوئی خبر دار نہ تھا۔ حضور اقدس قدس سرہٗ نے اس عاجز پر ایک نگاہ متبسمانہ ڈالی اور خاموش ہو گئے۔''

☆ ’’حضور اقدس غریب خانہ پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ عمل شجرہ زر کی زکات دینی و دنیاوی دونوں کو مفید ہے۔ خادم نے عرض کیا۔ سنا ہے خدام عمل عامل کو ڈراتے ہیں اور اگر عامل ڈر گیا تو سخت پریشانیاں روبہ کار ہوتی ہیں اور اپنے ایک عزیز بھائی کا قصہ عرض کیا۔ ارشاد فرمایا۔ اکثر یہ خطرات دوصورتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اولاً صاحب اجازت کا حاکم عمل نہ ہونا یا عامل کا اس کی غیبت میں عمل شروع کرنا اور ترکیب عمل میں نقص و غلطی واقع ہوجانا۔ ثانیاً عمل کو محض بہ طلب مفاد دنیا پڑھنا جس سے خدام کو خیال تکلیف پیدا ہوجاتی ہے اور وہ موقع دیکھ کر عمل کو خراب کردیتے ہیں، جو لوگ صرف دینی غرض سے پڑھتے ہیں ان کو بجائے خراب کرنے عمل کے مدد اصلاح دیتے ہیں اور انس کرتے ہیں۔ ہمارے خاندان میں کبھی یہ عمل بہ غرض حصول دنیا نہیں پڑھا جاتا۔ آج وقت قراءت عمل حاضر رہنا، جس وقت حضور اقدس نے عمل شروع فرمایا یہ خادم دروازہ کمرہ پر حاضر رہا۔ عمل ختم فرما کر حضور نے دستک دی اور ایک جماعت نہایت شان وشوکت والی نہایت عمدہ لباس سے حضور کے روبرو حاضر ہوگئی۔ یہ فقیر بہ چشم خود دیکھ رہا ہے، حضور اقدس قدس سرہٗ نے بہ خطاب جماعت فرمایا کہ آج آپ صاحبوں کو ایک خاص وجہ سے تکلیف دی گئی ہے۔ وہ یہ کہ ہم چالیس برس سے آپ صاحبوں سے ملاقات کررہے ہیں۔ کیا کبھی کوئی خدمت ذاتی ہم نے آپ صاحبوں سے چاہی ہے؟ سب نے دست بستہ نفی میں جواب دیا اور عرض کیا۔ ہم محکوم ہیں، جو حکم ہو فوراً تعمیل کی جائے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ آج میں اپنے خادم کو جو دروازہ پر حاضر ہے اجازت خاص اس عمل کی دوں گا اور آپ صاحبوں سے درخواست ہے کہ یہ شخص جب عمل شروع کرے آپ اس کی معاونت کریں اور فوراً آثار عمل کھل جائیں اگر احیاناً کوئی بے قاعدگی بھی ہوجائے ہماری خاطر سے درگزر کی جائے۔ سب نے نہایت خوشی سے تسلیم کیا۔ حضور نے اجازت رخصت دی اور وہ مجمع غائب ہوگیا۔ اب اس خادم کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اب کیا عذر ہے اور وہ چراغ زریں اپنا پڑھا ہوا مرحمت فرمایا۔ الحمدللہ علی ذلک۔‘‘

☆ ’’مفتی مولوی محمد حسن خان صاحب عثمانی بریلوی جو موروثی خادم

خانوادہ برکاتیہ اور حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ کے مرید باخلاص تھے۔ مارہرہ شریف حاضر ہوئے اور حضور اقدس سے عرض کیا کہ مفتی مولوی ابوالحسن صاحب مرحوم میرے والد ماجد کو حضور اقدس اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چہل اسما کے کسی اسم کے موکل سے ایک مہرہ طلب فرما کر مرحمت فرمادیا تھا، جس سے بہت سے مشکل کام بہ آسانی طے ہوگئے۔ وہ کسی بے احتیاطی کی وجہ سے گم ہوگیا، میں مفتی ابوالحسن صاحب مرحوم کا اور حضور حضرت اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں وہ مہرہ مجھے منگا دیجیے اور اس پر سخت اصرار کیا۔ حضور اقدس قدس سرہٗ نے اولاً عذر فرمایا کہ قیاس آپ کا ٹھیک نہیں۔ بھلا ہم کو حضرت جدی سید شاہ آل احمد صاحب قدس سرہٗ کی حکومت سے کیا نسبت ہے؟ لیکن مفتی صاحب نہ مانے اور حضور اقدس نے وقت قراءت چہل اسمائے خدام عمل سے دریافت فرمایا کہ مہرہ کون لایا تھا اور کیوں واپس لے لیا؟ حالات معلوم فرما کر مہرہ طلب فرمایا اور مفتی صاحب کو دے دیا۔ اس مہرہ کے عجب خواص تھے چہل اسما جو مخصوص خدام کو عنایت ہوتے تھے، ان میں یہ اسرار بھی درج ہوتے۔‘‘

☆ ’’ایک بار حضور اقدس قدس سرہٗ رونق افروز بقصبہ سوروں ضلع ایٹہ ہیں اور ایک معتقد کے مکان پر قیام ہے، صاحب خانہ کا بچہ جو صغیر سن اور ذہین وشوخ تھا اس موقع پر حاضر ہے۔ کچھ ذکرِ حکومت حضراتِ اکابر مارہرہ قدست اسرارہم آ گیا۔ اس بچہ نے گستاخانہ عرض کیا۔ حضور والا آدمی پر حکومت ممکن ہے کہ ذی عقل ہے لیکن حیوانات پر حکومت ممکن نہیں یہ مکان کی کھونٹیوں پر چڑیاں بیٹھی ہیں، اگر حضور کے بلانے پر آجائیں تو ہم کو یقین ہو۔ حضرت نے مسکرا کر ارشاد فرمایا تمھارا دل ان چڑیوں کو پکڑنے کا ہوتا ہوگا۔ میاں یہ تو ہماری پروردہ ہیں۔ دیکھو ہم بلائیں گے فوراً آجائیں گی۔ تم سے ڈرتی ہیں۔ پکڑ لوگے، مار ڈالوگے۔ یہ فرما کر دست شریف اس جانب کو جدھر چڑیاں بیٹھی تھیں دراز فرمادیا۔ چڑیا فوراً اڑ کر حضور کے دست شریف پر نہایت سکون واطمینان سے آ بیٹھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اڑ جا، وہ لڑکا آتا ہے، پکڑ لے گا۔ اڑ گئی۔ دوبارہ بلایا پھر فوراً اور حکم پاتے ہی اڑ گئی۔‘‘

☆ ’’سرکار نور قدس سرہٗ کی حقیقی بھانجی حضرت شاہ جی میاں قدس سرہٗ کے

عقد میں تھیں۔ان کے یہاں ولادت ہونے والی تھی۔وہ تکلیف سے پریشان تھیں۔
حضرت نوری دادا قدس سرہٗ تشریف لائے اور ’’تحفۂ قلندری‘‘ یعنی تسبیحِ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک منکا نکال کر دادی صاحبہ کے گلے میں ڈال دیا اور فرمایا کہ پریشان کیوں ہوتی ہو۔تمھاری جو اولاد پیدا ہوگی اس کے سبب دین کا بہت کام ہوگا اور وہ بیٹا مجھ جیسا ہوگا۔یہ خوش خبری تھی سراج العرفا تاج العلماء حضرت سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں صاحب قدس سرہٗ کی پیدائش کی۔بزرگ اہلِ خاندان بتاتے ہیں کہ حضرت محمد میاں صاحب قدس سرہٗ کی شکل وصورت حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہٗ سے بے حد مشابہ تھی۔علم دین اور استقامت فی الدین کے لیے بھی حضرت محمد میاں صاحب قدس سرہٗ نے جو کام کیے وہ دنیاے سنیت سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ خاندانِ برکات میں شاید ہی کسی بزرگ نے ان سے زیادہ تصانیف یادگار چھوڑی ہوں۔‘‘[اہل سنت کی آواز،۲۰۰۳ء،ص۹۶ تا۹۸]

وصال پر ملال:

سرکار نور نے نصف صدی سے زائد عرصے تک ایمان کا نور،عرفان کی رونق اور اخلاق کی جگمگاہٹ پھیلانے کے بعد وادی آخرت کا رخ فرمایا اور ۱۱؍رجب ۱۳۲۴ھ کو حیات ظاہری پر حیاتِ دائمی کا نقاب ڈال لیا۔ **رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ**۔صاحب تذکرۂ نوری اخیر مرحلۂ حیات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’سال رحلت میں نہایت ضعف و اشتداد مرض میں بدایوں رونق افروز ہوئے اور بہ کمالِ خادم نوازی حاضر مریدوں کو طلب فرما کر ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو داخل سلسلہ فرمایا اور صاف الفاظ میں خبر رحلت کا اظہار فرمایا۔خدام کو ہر قسم کے نقوش وادعیہ مرحمت فرما کر بدایوں سے مارہرہ کا قصد فرمایا۔مارہرہ شریف میں کچھ روز قیام فرما کر سکندراراؤ کا قصد فرمایا۔چند روز قیام ہوا تھا کہ مرض کا سخت دورہ ہوا اور حضور اقدس پر غشی طاری ہوگئی،صرف ہونٹوں کی حرکت معلوم ہوتی تھی جس سے پتہ چلتا کہ روح مبارک جسم میں ہے اور ذکر فرمارہے ہیں۔پالکی سے مارہرہ مطہرہ پہنچے اور حویلی میں پہنچ کر بعد چند ساعت انتقال فرمایا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔۱۱؍رجب ۱۳۲۴ھ تھا کہ آفتاب کمالات غروب ہوگیا۔درگاہ معلیٰ کے برآمدے جنوبی میں دفن ہوئے۔

سرکار نور کے وصال شریف کے وقت آپ کے پاس صرف چند پیسے تھے۔
لاکھوں مخلوق کی حاجت روائی کرنے والے اس شہنشاہ کے ورثہ میں چند وظائف کی کتب،ایک قلم دان،ایک لوٹا،ایک مصلیٰ،ایک بستر تھا۔یہی ہے درویشی کی اعلیٰ ترین مثال۔‘‘

کثیر مشائخ،علما اور دانش وران نے سرکار نور کی رحلت پر مرثیے لکھے اور تاریخیں کہیں۔امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے برادر اوسط استاذ زمن علامہ حسنؔ رضا بریلوی قدس سرہٗ نے بڑے بلیغ فارسی کلام کہے اور تاریخیں نکالیں جو حسب ذیل ہیں ؎

مرشد ما، شیخ اقطاب زمانہ بوالحسین — نور آگیں نور افزا، نور رب نوری لقب
کاشف استار پنہاں، واقف اسرار غیب — منزل انوار سبحاں، مہبط افضال رب
آں کہ ہر دم لطفِ فیضش، برغلاماں بے غرض — آں کہ پیہم فیض لطفش برگدایاں بے سبب
آں کہ مہرش کشت دین سنیاں را ابر جود — آں کہ قہرش زشت اہل زیغ را برق غضب
آں کہ کرد از نفحۂ مو عرصۂ جانہا تتار — آں کہ کرد از لمعۂ رو کشور دلہا حلب
جود اوحاجت روائے مستمنداں بے سوال — لطف او مشکل کشائے دردمنداں بے طلب
ملت بیضا منور کرد و جان تازہ داد — سطوت موسیٰ بدستش رحمتِ عیسیٰ بلب
نورچشم مصطفیٰ چشم و چراغ مرتضیٰ — شمع ایوان ہدیٰ، مہر عجم، ماہ عرب
رفت زین دار فنا، وا حسرتا وا حسرتا — آں شہ والا حسب، عالی گہر، بالانسب
شد جہاں بے نور، بے نور و چناں بے نور شد — شب چوں بخت تیرہ بختاں روز روشن ہم چوشب
اے حسنؔ گفتیم، صوری، معنوی تارخ نقل — بست و چار سیزدہ صد، دورۂ ماہ رجب

۱۳۲۴ھ

دیگر چوں بگلگشت خلد رفت زدہر
سیدی بوالحسین احمد نور
سن نقلش حسنؔ بگوش رسید
نور اللہ سرہٗ المستور

۱۳۲۴ھ

[اہل سنت کی آواز،۲۰۰۳ء]

☆☆☆

امام احمد رضا کی قومی و عالمی مقبولیت

محمد اسلم رضا تحسینی

مدیر ادارۂ اہلِ سنّت کراچی - پاکستان
مفتی حنفیہ سرکاری فتویٰ سینٹر ابوظبی - امارات

اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے نیک بندے بھی ہیں، کہ جن کے لیے قدرتی طور پر ہماری زبانوں سے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مبارک الفاظ نکلتے ، اور دل خود بخود ان کی طرف کھنچنے لگتے ہیں، دلوں کی یہ کشش محبوبیتِ الٰہی کے باعث ہے۔ کئی بزرگوں کو ہم نے دیکھا تک نہیں، مگر ہمارے دلوں میں ان کی انتہائی محبت وعقیدت ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ''مسلم شریف'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے، تو حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ میں فُلاں سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو!

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ

جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور آسمانوں میں اعلان کر دیتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ فُلاں سے محبت کرتا ہے، تم سب بھی اس سے محبت کرو! چنان چہ تمام فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں،

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ(۱)

پھر زمین میں اس کی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے۔

یعنی اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل اس بندے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، گویا

اس کی ذات مخلوق کے قلوب کے لیے مقناطیس کی طرح ہو جاتی ہے، ایسی ہی ایک عظیم ہستی ماضی قریب میں گزری، جسے دُنیا سردارِ عرب وعجم، مجدّدِ وقت، امام احمد رضا کے نام سے یاد کرتی ہے۔

امام کی قومی مقبولیت

امام اہلِ سنّت کی قومی مقبولیت کا عالَم تو یہ ہے، کہ برِ صغیر پاک وہند میں اہلِ اسلام کی واضح اکثریت، سنّی مسلمان کی پہچان ہی امام کی ذات اور ان کے شہر بریلی سے ہے، اور یہاں یہ بات واضح مسلّمات سے ہے کہ اہلِ سنّت وہی ہیں، جو امام احمد رضا کے مسلک پر ہیں، لوگ انہیں بریلوی کہتے ہیں۔ یہی وہ عقیدہ ومسلک ہے، جسے دُنیائے عرب میں تصوّف یا صوفی اِزم کہا جاتا ہے۔

امام کی عالمی مقبولیت

جب کہ امام اہلِ سنّت کی عالمی شہرت ومقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، کہ آج پوری دُنیا میں کہیں بھی، کسی بھی سطح پر، جب برصغیر کے مسلمانوں کے بارے میں کوئی موضوع چھڑتا ہے، تو عرب وعجم اور اہلِ مغرب میں سے ہر ایک، یہ واضح فرق کرتا بھی ہے اور جانتا مانتا بھی ہے، کہ آخر کون سا مسلمان؟ بریلوی (اہلِ تصوّف، Peaceful) یا کوئی اور؟! اس واضح تفریق سے پتا چلتا ہے کہ دُنیا بھر کے اہلِ نظر امام اہلِ سنّت اور ان کے ہم مسلک مسلمانوں کے بارے میں کیا افکار رکھتے ہیں!! یہ وہ باتیں ہیں جو حقیقت و بداہت پر مبنی ہیں، ان کے ثبوت کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، بلکہ صرف حالاتِ حاضرہ پر ایک طائرانہ نظر ہی کافی ووافی ہے، یقین نہ آئے تو تجربہ کر لیجیے!!

امّت کو ہر دَور میں مجدّد کی ضرورت ہوتی ہے

ہمیشہ سے سنّتِ الٰہی رہی کہ وہ اپنے بندوں کی رُشد وہدایت، درسِ توحید اور تعلیمِ عبادات کے لیے مناسب موقع پر کچھ نُفوسِ قُدسیہ کو منصبِ نبوّت ورسالت کے ساتھ بھیجتا رہا، جنہیں دُنیا رسول اور پیغمبر کے نام سے جانتی مانتی ہے۔ ربِ ذو الجلال نے ان نُفوسِ قُدسیہ کو جہاں ناقابلِ تسخیر اور محیّر العقول معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا، وہیں اس عہد کے حیرت انگیز اِعجاز نما علوم وفنون میں بھی، وہ کمال بخشا جسے دیکھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

نبوّت ورسالت کا یہ سلسلہ جب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ تک پہنچ کر مکمل ہوا، تو ربِ

کریم نے اُمّتِ مصطفیٰ ﷺ کی رَہنمائی علماے ربّانیین کے سپرد فرمادی۔ انہیں علماے دین میں سے کچھ نُفوسِ قدسیہ کو باری تعالیٰ نے خاص فضیلت عطا فرمائی، اور حدیثِ پاک میں ان کے متعلق ارشاد ہوا: مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا (۲) ''جو اُمّت کے لیے اس کے دین کو تازہ کر دیا کرے گا''، جسے اصطلاحِ شرع میں مجدد کے معظّم لقب سے جانا جاتا ہے۔ یہ مجددینِ کرام چوں کہ تجدید واحیاے دین علیٰ منہاج النبوّۃ فرماتے ہیں، اس لیے ان حضرات کو بھی ربِ کریم نا قابلِ تسخیر علوم وفنون میں، ایسا باکمال بنا کر بھیجتا ہے، کہ وہ اپنی صدی کے پیش آمدہ تمام تر مسائل کی اُلجھی گتھیوں کو سُلجھا کر رکھ دیتے ہیں، جب کہ اس صدی کی بڑی بڑی عبقری شخصیات بھی محوِ حیرت ہوتی ہیں۔

یعنی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجدد ایسا شخص ہوگا جو جملہ مروّجہ علوم وفنون پر کامل دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ، عصری علوم کا بھی ماہر ہو، جیسے سائنس (SCIENCE)، الیکٹرانک (ELECTRONIC)، ہیئت وہندسہ، خلا وبسیط، فلکیات وارضیات وغیرہ پر بھی ویسا ہی ملکۂ راسخہ ہو، جیسا دِینیات کے اصول وفُروع اور نئے مسائل کے استنباط پر مہارتِ تامّہ ہوتی ہے؛ تاکہ وہ سمتِ قبلہ کے انحراف کے تعلق سے بجائے شمال کے جنوب، یا بجائے جنوب کے شمال نہ بتادیا کرے، تصویر کو عکس یا عکس کو تصویر سمجھ کر یکساں حکم نافذ نہ کردے، قیاسِ فقہی اور قیاسِ لُغوی کو ایک ہی نہ سمجھ لیا کرے، نوادرات کو مبنائے قیاس نہ ٹھہرا دے، اور چاند پر پہنچے ہوئے مسافر کے مشاہدہ پر رؤیتِ ہلال کا حکم نافذ نہ کردے، وغیرہ وغیرہ۔ الغرض مجدد وہ ہوگا، جسے اپنے دَور کی تمام اِیجادات کے بارے میں بھرپور معلومات ہو، اور وہ اُصولِ شرع کے مطابق ان کا ایسا واضح حکم بیان کر سکے جس میں کچھ شک وشبہ باقی نہ رہے۔ (۳)

چودھویں صدی کے عظیم مجدِّد امام احمد رضا

یقیناً امام احمد رضا جو اپنے زمانے کے مجدّدِ اعظم ہیں، آپ کی ہمہ گیر شخصیت ہر زاویہ سے بےنظیر وبےمثال ہے۔ ہیئت، ہندسہ، توقیت ومساحت، جبر ومقابلہ، مثلّثِ کروی، مثلّثِ مسطح غرض کہ اپنی صدی کے جملہ علوم وفنون میں وہ نہ صرف یکتائے روزگار، بلکہ فقید المثال نظر آتے ہیں۔ امریکی منجم نے جب تمام سیارگان کے اجتماع کی بنیاد پر قیامت کی پیش گوئی کی، تو

اسی بطلِ جلیل امام احمد رضا نے ''علمِ ہیئت'' کی رُو سے؛ اس منجم کی بنیادِ اجتماعِ سیارگان کو منتشر کر کے رکھ دیا۔ جب دُنیا کے آباد اور غیر آباد حصّوں کی بات آئی، تو بذریعہ مثلّثِ کروی ہر خشک وتر، دشت وجبل اور صحرا وجنگل میں سمتِ قبلہ سے متعلق ایسے ضابطے بیان فرمائے، کہ ایک مستقل کتاب بنام ''کشف العلّۃ عن سمت القبلۃ'' لکھ دی۔ یہی نہیں بلکہ بذریعہ زیج علوبین (زحل ومشتری) کے چار ۴ رقرانوں میں سے قِرانِ اعظم کی بنیاد پر قربِ قیامت کی پیشین گوئی بھی فرمادی۔ یہی وہ کمالات تھے جن کے سبب آپ کی صدی کے بڑے بڑے جابر گردن کشاں آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور تھے۔ ؎

سب یہ صدقہ ہے عرب کے جگمگاتے چاند کا
نام روشن اے رضاؔ! جس نے تمہارا کر دیا
زمانے بھر میں تمہارا ہی نام روشن ہے
رضاؔ یہ نعتِ نبی نے بلندیاں بخشیں

اہلِ حق اہلِ سنّت کے مسلّم امام ومجدد، سیّدنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عالمی مقبولیت، اور آپ سے اہلِ حق کی عقیدت ومحبت کا یہ عالم ہے، کہ معلومات اور عالمی سنّی رابطہ کے مطابق، سرکارِ اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین وملّت کا عرس سراپا قدس، ''یومِ رضا''، ''یومِ امام احمد رضا''، ''امام احمد رضا کانفرنس''، ''امامِ اہلِ سنّت کانفرنس'' کی صورت میں، نہ صرف پاک وہند اور بنگلہ دیش، بلکہ متعدد ایشیائی، افریقی، یورپی اور عرب ممالک میں تزک واحتشام سے منایا جاتا ہے۔ جشنِ عیدمیلاد النبی ﷺ اور سیّدنا غوثِ اعظم کی بڑی گیارہویں شریف کے بعد مسلمانانِ عالم کی بڑی اور عالمی، دینی وروحانی تقریبات میں سے ایک عرسِ اعلیٰ حضرت بھی ہے۔ پاک وہند میں توماشاء اللہ عرسِ قادری رضوی کی یہ مبارک تقریبات ایک ایک شہر میں کئی کئی جگہ فیض بخش عام ہوتی ہیں، جو آپ کی مقبولیتِ عامّہ کی بیّن دلیل ہے۔ ؎

اے رضا روز ترقی پہ ہے چرچا تیرا
اَوجِ اعلیٰ پہ چمکتا ہے ستارا تیرا
اہلِ سنّت کے دلوں میں ہے محبت تیری
دُشمنِ دیں کو سدا رہتا ہے کھٹکا تیرا

اور یہ حقیقت بھی واضح ہے۔

مدّت ہوئی ہے آپ کو پردہ کیے ہوئے
لیکن ہر ایک بزم میں چرچا رضا کا ہے

بحمدہٖ تعالیٰ ہمارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کراچی سے پشاور تک چلے جائیں، جگہ جگہ، شہر بہ شہر ''جامعہ قادریہ رضویہ''، ''جامعہ غوثیہ رضویہ''، ''جامعہ چشتیہ رضویہ''، ''جامعہ نقشبندیہ رضویہ''، ''جامعہ حنفیہ رضویہ''، ''جامعہ اویسیہ رضویہ''، ''جامعہ برکاتیہ رضویہ''، ''جامعہ نوریہ رضویہ''، ''جامعہ سعیدیہ رضویہ'' کی صورت میں ہزاروں مدارس وجامعاتِ اہلِ سنّت آپ کے نامِ گرامی سے منسوب نظر آئیں گے، جو آپ کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

احمد رضا کے فیض کے ہیں در کھلے ہوئے
برکاتِ مصطفیٰ کے ہیں پرچم لگے ہوئے

اور یہ بھی ایک بامشاہدہ حقیقت ہے کہ۔

وادی رضا کی کوہِ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھیے وہ علاقہ رضا کا ہے

اور کیوں نہ ہو؟ کہ امام اہلِ سنّت نے ہوش سنبھالنے سے تادمِ اخیر اپنی ساری زندگی دینِ اسلام کی خدمت اور سنّیت کی اِشاعت میں صرف کی، اور تقریباً ایک ہزار ۱۰۰۰ رکتابیں لکھیں، جن میں ''فتاویٰ رضویہ'' سب سے ضخیم ہے۔ علمی تحقیق کے اعتبار سے اردو زبان میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ آپ کے بارے میں ڈاکٹر اقبالؔ نے فرمایا تھا:

''وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالمِ دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ وَر، اور پاک وہند کے کیسے نابغۂ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دَورِ متاخرین میں ان جیسا طبّاع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔'' (۴)

تصانیف امام احمد رضا

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

امام اہلِ سنّت نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ فرمایا، جس کو عالمِ اسلام ''کنز الایمان فی

ترجمۃ القرآن'' کے نام سے جانتا ہے۔ اس ترجمہ کو اب تک انگریزی (میں تین ۳ر بار)، ہندی، سندھی، گجراتی، ڈچ، بنگلہ، پشتو وغیرہ زبانوں میں ڈھالا جاچکا ہے۔

فتاویٰ رضویہ کی مقبولیت

امام اہلِ سنّت کے ہاں علاوہ ردِّ وہابیہ ودیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے، کارِ فتویٰ اس درجہ وافر تھا، کہ دس ۱۰ رمفتیوں کے کام سے زائد رہتا، شہر ودیگر بلاد واَمصار، جملہ اَقطارِ ہندوستان، وبنگال، وپنجاب، وملیبار، وبرہما واراکان، وچین، وغزنی، وامریکہ، وافریقہ، حتیٰ کہ سرکارِ حرمین شریفین محترمین سے استفتا آیا کرتے، اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو استفتا جمع ہوجاتے تھے۔ اس کی واضح دلیل ان فتاویٰ کے مطالعہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

حدائقِ بخشش (نعتیہ دیوان)

سیّدی اعلیٰ حضرت کا نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش'' اردو نعتیہ شاعری کا ایک اہم سنگ میل ہے، جس نے اپنے بعد آنے والے تمام نعت گو شعرا کو ادب واحترام اور تعظیم کا راستہ دکھایا۔ اس دیوان کی نعتیں آج بھی ہندو پاک وغیرہ میں سب سے زیادہ مشہور ومعروف ہے۔ ''حدائقِ بخشش'' کا قصیدۂ سلامیہ۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اطرافِ عالم میں جہاں جہاں اہلِ اردو پائے جاتے ہیں، وہاں بہت ہی مشہور اور مقبولِ خاص وعام ہے، اس کا انگریزی ترجمہ پروفیسر غیاث الدّین مرحوم (UK) نے کیا، جسے ''رضا اکیڈمی'' (UK) نے شائع کیا۔ اس کا عربی ترجمہ منظوم فاضلِ جلیل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے کیا، جسے ''دارالثقافۃ'' نے مصر سے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔

عالم عرب میں آپ کی مقبولیت

یوں تو عالمِ عرب میں امام احمد رضا کا پہلا تعارف اس وقت ہوا، جب وہ ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۸ء میں اپنے والدِ ماجد علّامہ مفتی نقی علی خان قادری کے ہم راہ حج بیت اللہ کے لیے حرمین شریفین پہلی بار حاضر ہوئے۔ اس موقع پر حرم مکّہ مکرّمہ کے امام شافعیہ اور وقت کی عظیم

شخصیت حضرت مفتی سیّد حسین بن صالح جمل اللیل مکّی (متوفّٰی ۱۳۰۵ھ بمطابق ۱۸۸۷ء) نے بغیر کسی سابقہ تعارُف کے (مسجدِ حرام میں بعد فراغتِ نمازِ مغرب) امام احمد رضا کا ہاتھ پکڑا، اوران کی پیشانی دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے: إنّي لأجدُ نورَ اللہ في ھذا الجبین! ''میں اس پیشانی میں اللہ تعالیٰ کا نور دیکھ رہا ہوں!'' (۵)

امام اہلِ سنّت کے اس پہلے سفر کے موقع پر آپ کی علمی بصیرت کو دیکھتے ہوئے، شیخ حسین بن صالح کے علاوہ مفتی شافعیہ سیّد احمد زَینی دَحلان (متوفّٰی ۱۲۹۹ھ بمطابق ۱۸۸۱ء)، مفتی حنفیہ شیخ عبد الرحمٰن سراج مکّی (متوفّٰی ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۸۳ء) ودیگر بہت سے اکابر واعاظم علمانے تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کی اجازات واَسانید سے آپ کونوازا۔

امام اہلِ سنّت کی مندرجہ ذیل عربی تصانیف نے علمائے اسلام، خصوصاً علمائے عرب میں ان کے علمی وقار اور فقہ وحدیث اور علومِ اسلامیہ میں آپ کے بلند مقام کو روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا:

۱۔ الدولة المكّيّة بالمادّة الغيبيّة (۱۳۲۳ھ)

۲۔ إنباءُ الحي أنّ كلامَه المصونَ تبيانٌ لكلِّ شيء (في مسألة العلوم الخمسة) (۱۳۲۶ھ)

۳۔ كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدراهم (۱۳۲۴ھ)

۴۔ الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة (۱۳۲۴ھ)

۵۔ المعتمد المستند (۱۳۲۰ھ)

۶۔ فتاوى الحرمين برَجف ندوة المين (۱۳۱۶ھ)

۷۔ حُسام الحرمَين على منحر الكُفر والمَين (۱۳۲۴ھ)

۸۔ أجلى الإعلام أنّ الفتوى مطلقاً على قول الإمام (۱۳۳۴ھ)

۹۔ الكشف شافِيا حكمُ فُونُوجرافِيا (۱۳۲۸ھ)

۱۰۔ الزُلال الأنقى من بحرِ سبقةِ الأتقى (۱۳۰۰ھ)

۱۱۔ صَيقل الرَّين عن أحكام مجاوَرة الحرمَين (۱۳۰۵ھ)

۱۲۔ الصّافية الموحية لحكم جلد الأُضحية (۱۳۰۷ھ)

۱۳۔ هادي الأُضحِية بالشّاة الهنديّة (۱۳۱۴ھ)

۱۴۔ شمائم العنبر في أدب النداء أمامَ المنبر (۱۳۳۲ھ)

۱۵۔ الظفر لقول زُفر (۱۳۳۵ھ)

۱۶۔ الجبل الثانوي على كلية التهانوي (۱۳۳۷ھ)

امام اہلِ سنّت نے ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں دوسری بار حج کیا، پھر مصطفٰی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ایک ماہ تک مدینہ طیّبہ میں رہ کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے فیض پاتے رہے۔ مکّہ معظّمہ اور مدینہ طیّبہ کے بڑے بڑے علمانے آپ کے علمی کمالات اور دینی خدمات سے متاثر ہوکر آپ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت کیا، اور آپ کو اپنا استاد و پیشوا مانا، یوں آپ کی بہت پذیرائی ہوئی، جس کا تحریری نمونہ پیشِ خدمت ہے:

امام احمد رضا خان مشاہیر کی نظر میں

۱۔ مکّہ مکرّمہ کے مفتی شافعیہ اور شیخ العلماء شیخ محمد سعید بابصیل (۶) نے امام احمد رضا کی کتاب ''الدولۃ المکّیۃ'' پر تقریظ کے بعد لکھا: ''یہ وہ ہے جو مجھے اس امامِ کامل کی مددگاری میں میسّر آیا۔'' (۷)

۲۔ مکّہ مکرّمہ کے مفتی حنفیہ شیخ محمد صالح ابنِ علّامہ شیخ صدیق کمال (۸) نے امام احمد رضا کی کتاب ''الدولۃ المکّیۃ'' پر تقریظ کے آخر میں لکھا: ''الٰہی! اس استاذِ کبیر اور عالمِ کمال ماہر کی عمر میں فزونی وبرکت ودرازی عطا کر؛ تاکہ وہ ہر سخت جاہل گمراہ کے حق میں اُچّھو اور کانٹا ہو۔'' (۹)

۳۔ خطبا وائمہ کے سردار، مسجدِ حرام میں مدرّس شیخ احمد ابو الخیر بن عبد اللہ مرداد (۱۰) نے لکھا: ''علّامہ، عقیل، ذکی، بلند ہمّت، اپنے زمانہ میں تمام مؤلّفین کا سردار، اورخود اپنے مُعاصرین کی گواہی سے تمام مصنّفین کا امام ہے۔'' (۱۱)

۴۔ شیخ عبد اللہ بن صدقہ زَینی دَحلان جیلانی مکّی (۱۲) نے اس امام کے بارے میں لکھا: ''ایسی تصنیفوں والا جواس کی وسعتِ نظر اور کثرتِ مادّۂ علمی اور عظمتِ قدرت پر دلیل ہیں، وہ امام جس نے کوئی بند دروازہ نہ چھوڑا، جس کے قلعے نہ کھول دیے ہوں، اور کوئی مشکل کام نہیں جس کے مبنیٰ

واضح نہ کر دیے ہوں، جناب استاذ فاضل اور بلند ہمت کامل ہیں۔'' (۱۳)

۵۔شیخ محمد جمال بن محمد امیر بن حسین مالکی (۱۴) نے تحریر فرمایا: ''عالم علّامۂ یکتا ہے، اور سردار عالمِ کبیر کمال معظّم، ہمارے استاذ حضرت احمد رضا خان۔'' (۱۵)

۶۔شیخ محمد مختار بن عطار دجاوی (۱۶) نے لکھا: ''اس زمانہ کے علماے محققین کا بادشاہ ہے، اور اس کا کلام مبارک حق صریح ہے، حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب ہمارے سردار اور ہمارے مولیٰ خاتم المحققین اور سنّی علما کے پیشوا ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی بقا سے مسلمانوں کو متمتع رکھے! ان کی حمایت فرمائے! انہیں دُشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے! اللہ انہیں اور ہمیں نبیوں اور صِدّیقوں کے گروہ میں محشور فرمائے!'' (۱۷)

۷۔شیخ علی بن احمد محضار (۱۸) نے تحریر فرمایا: ''علّامۂ کامل استاذِ فاضل احمد رضا خان، جن کے سبب سے خدا نے اس زمانہ میں مسلمانوں کی فریادرسی فرمائی۔'' (۱۹)

۸۔شیخ عبدالحمید بن محمد عطّار (۲۰) نے لکھا: ''حضرت علّامہ مدقّق، درّاکہ محقّق، مولانا الہُمام، احمد رضا خان، جو ہندوستان کے علماے اَعلام میں ایک مشہور شخصیت ہیں۔'' (۲۱)

۹۔ شیخ سیّد یوسف عطا بغدادی (۲۲) نے فرمایا: ''ہمارے مولیٰ فاضل، صاحبِ عرفان، میرے سردار شیخ احمد رضا خان صاحب قادری۔'' (۲۳)

۱۰۔شیخ محمد امین سوَیدِ دِمشقی (۲۴) نے فرمایا: ''علّامہ کبیر، فہّامہ شہیر، کامل محقّق و مدقق شیخ احمد رضا خان۔'' (۲۵)...الخ۔

۱۱۔شیخ محمد دِمشقی (۲۶) نے فرمایا: ''سالکوں کے مرشِد، اللہ تعالیٰ کی عنایت حاصل کرنے والے، عالم فاضل، شیخ احمد رضا خان ہندی بریلوی، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل وکرم سے جنّت کا ساکن بنائے، آمین!'' (۲۷)

۱۲۔علوم وطریقت کے شیخ، یاسین احمد خیاری (۲۸) نے امام احمد رضا کی تعریف کرتے ہوئے لکھا: ''وہ محدثین کے امام، ملحدین کی گردنوں کے لیے تلوار، یگانۂ روزگار، اور یکتاے زمانہ ہیں، یعنی مولانا شیخ، کامل بزرگ سردار، احمد رضا خان۔'' (۲۹)

۱۳۔علّامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (۳۰) نے تحریر فرمایا: ''امام علّامہ شیخ احمد رضا خان ہندی،

ایک امامِ کبیر علّامۂ اجلّ ہیں، اللہ ان سے راضی رہے! اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے!'' (۳۱)...الخ۔

۱۴۔مولانا سیّد محمد عثمان قادری (۳۲) نے فرمایا: ''یگانۂ روزگار، یکتاے زمانہ، فاضل کامل، عالم عامل، بدعت کی بیخ کنی کرنے والے، سنّت کی مدد کرنے والے، محقّق و مدقّق، اس زمانے کے بزرگ امام، مولانا حاجی سیّدی احمد رضا خان۔'' (۳۳)...الخ۔

۱۵۔مولانا عابد حسین مالکی (۳۴) نے فرمایا: ''جب کہ اس فتنوں اور عالمگیر شر کے زمانہ میں، اللہ تعالیٰ نے اس دینِ متین کو زندہ کرنے کی اُسے توفیق بخشی، جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا، وہ جو سیّدِ عالم ﷺ کے وارثوں میں سے ہے، علماے مشاہیر کا سردار اور معزّز فاضلوں کا مایۂ افتخار، دینِ اسلام کی سعادت، نہایت محمود سیرت، ہر کام میں پسندیدہ صاحبِ عدل، عالمِ باعمل، صاحبِ احسان، حضرت مولیٰ احمد رضا خان۔'' (۳۵)

۱۶۔مولانا شیخ عبدالرحمٰن دہّان (۳۶) نے فرمایا: ''رسوخ والے فاضلوں کا خلاصہ، علّامۂ زماں، یکتاے روزگار، جس کے لیے علماے مکّہ معظّمہ گواہی دے رہے ہیں، کہ وہ سردار ہے، بے نظیر ہے، امام ہے، میرے سردار اور میرے جائے پناہ، حضرت احمد رضا خان بریلوی۔'' (۳۷)

۱۷۔علّامہ مولانا محمد کریم اللہ مدنی (۳۸) اپنی عینی شہادت بیان کرتے ہیں کہ: ''میں سالہا سال سے مدینہ منوّرہ میں مقیم ہوں، سرزمینِ ہند سے ہزاروں لوگ آتے رہتے ہیں، ان میں علما وصلحا اور اتقیا سب ہی ہوتے ہیں، میرا مشاہدہ ہے کہ یہ لوگ مدینہ طیّبہ کی گلیوں میں پھرتے رہتے ہیں، کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا (کہ کون سی شخصیت ہے)، اور امام احمد رضا کی شان دیکھی، کہ بڑے بڑے علما اور اکابرین صلحا آپ کو دیکھتے ہی لپکتے چلے آرہے ہیں، اور تعظیم بجالانے میں عجلت کر رہے ہیں۔'' (۳۹)

۱۸۔شیخ عبدالقادر کُردی مکّی (۴۰) کی تحریر: ''حضرت مولانا فاضل، بے مثال لوگوں کے پیشوا، میرے سردار عبدالمصطفیٰ احمد رضا، ان کی عمر شریف اور فضائل طویل ہوں، آمین!'' (۴۱)

۱۹۔مکتوبِ علّامہ جلیل سیّد اسماعیل خلیل (۴۲) نگران کتب خانہ حرم پاک: ''ہمارے سردار امام احمد رضا نے اپنے فتاویٰ کے چند اوراق بطورِ نمونہ ہمیں بھیجے تھے، ہم اللہ۔عزّ شأنہ۔ سے امید

کرتے ہیں کہ آپ کو ان فتاویٰ کی جلد تکمیل کے لیے اوقات میں برکت فرما کر آسان کرے؛ کیوں کہ یہ فتاویٰ قابلِ اعتنا ہیں (اللہ تعالیٰ اسے آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے!) اللہ کی قسم! میں حق کہتا ہوں کہ اگر امام ابوحنیفہ ان فتاویٰ کو ملاحظہ فرماتے، تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، اور مؤلّف کو اپنے شاگردوں میں شامل فرماتے۔'' (۴۳)

۲۰۔سیّد جلیل مولانا سیّد مامون برّی مدنی(۴۴) کا مکتوب: ''یہ خط ان کی طرف لکھا جاتا ہے جو استاذ، فائق، علّامہ، جائے پناہ، بہت سمجھ دار و تیز فہم ہیں، جن کا طلسماتی قلم فریفتہ کرتا ہے، جن کے کلمات کی نزاکت نسیمِ سَحر پر فوقیت رکھتی ہے، وہ ایسے بلند کمالات والے ہیں جن کی حقیقت کسی تحریر و حَد میں متصوّر نہیں، حق تو یہ ہے کہ کہا جائے: وہ اپنے زمانے میں یکتا ہیں، کیوں نہ ہو کہ ان کا فضل پہاڑ کی چوٹی پر جلائی جانے والی آگ سے بھی زیادہ روشن ہے، اور یہ شعر ان کی مسلّمہ عالی ہمتوں سے آگاہ کرنے والا ہے، وہ زبانِ حال سے خود نغمہ سرا ہیں:

''مجھے یہ سب پہچانتے ہیں: گھوڑے (کہ میں شہسوار ہوں)، راتیں (کہ ان میں جاگ کر خدا کو یاد کرتا ہوں)، بیابان (کہ ان میں تلاشِ محبوب میں سرگرداں رہتا ہوں)، تلوار و نیزہ (کہ ان سے مصروف جہاد ہوں) اور کاغذ و قلم (کہ عقائدِ اسلامیہ اور مسائلِ شرعیّہ لکھتا ہوں) ان سے میری مراد حضرت جناب مکرّم و محترم، یکتائے زماں، شیخ سیّدی احمد رضا خان ہیں۔'' (۴۵)

۲۱۔مولانا خلیل الرحمٰن سہارنپوری نے ''مدرسۃ الحدیث'' پیلی بھیت کے ایک اجلاس منعقدہ ۱۳۰۳ھ میں علم الحدیث پر، آپ کی ایک محققانہ اور پُرمغز تقریر سن کر، اپنا یہ تاثر بیان کیا کہ: ''اگر اس وقت میرے والد ماجد مولانا علی احمد محدّث سہارنپوری محشّی ''بخاری'' ہوتے، تو وہ آپ کے تبحرِ علمی کی دل کھول کر داد دیتے، اور انھیں اس کا حق بھی تھا۔'' مولانا وصی احمد محدّث سُورتی اور مولوی محمد علی مونگیری بانی ''دارالعلوم ندوۃ العلماء'' نے بھی اس بات کی تائید فرمائی۔ (۴۶)

۲۲۔ دَورانِ حج دینی و علمی موضوعات پر تبادلہ خیالات، اور آپ کی بعض کتب و رسائل کے مطالعہ کے بعد علمائے حرمین شریفین پر جو تاثّر قائم ہوا، اس بارے میں ''ابوالحسن علی ندوی'' کے والد عبدالحی ندوی تحریر کرتے ہیں کہ: ''وہ حضرات آپ کے وُفورِ علم، فقہی مُتون و مسائلِ خلافیہ

پر دِقّتِ نظر، وسعتِ معلومات، سرعتِ تحریر اور ذَکاوتِ طبع سے حیران رہ گئے۔'' (۴۷)

۲۳۔یوسف بنّوری (دیوبندی) کے والد محمد زکریا نے سیّد امیر شاہ گیلانی سے کہا کہ: ''اگر احمد رضا خان بریلوی ہندوستان میں فقہِ حنفی کی خدمت نہ کرتے، تو حنفیّت شاید اس علاقے میں ختم ہو جاتی!'' (۴۸)؎

مسلکِ حق کی ضمانت ہے تیرا نام رضا
شانِ تحقیق ادا کر گیا خامہ تیرا
تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیمِ جامِ عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

لقبِ مجدد

علمائے عرب و عجم نے آپ کو مجدّد کے لقب سے پکارا، جن میں درج ذیل حضرات سرِ فہرست ہیں:

۱۔شیخ سیّد اسماعیل بن خلیل (نگران کتب خانہ حرمِ پاک) نے فرمایا: ''ہمارے شیخ علّامہ مجدّد، جو علی العموم تمام استادوں کے شیخ ہیں، مولوی حضرت احمد رضا خان۔'' (۴۹)...الخ۔

۲۔''مکّہ معظّمہ'' میں حنفیّہ کے مفتی شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج(۵۰) نے امامِ احمد رضا کے بارے میں تحریر فرمایا: ''بعد ازاں اللہ ہی کے لیے حمد ہے، کہ اس نے زمانوں اور شہروں میں علما پیدا کیے، اور ان سے دین کی تجدید فرمائی، اور ان کے دلوں میں وہ راز اور انوار ودیعت کیے، جن سے ان کے نُفوس پورے اِیضاح، اور ان کے قلوب کمال تحقیق و یقین کے مرتبے کو پہنچے، اور بے شک انہیں علما میں سے ہے وہ کبیر العلم، کثیر الفہم، بلند ہمّت اور معتمد، کامل الإدراک، سن لو! بے شک وہ مشہور علما کا بادشاہ ہے، جس نے تجربہ کار کہنے والے کی یہ بات ٹھیک کر دکھائی کہ ''اگلے، پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے۔'' (۵۱)

۳۔سیّد حسین ابن علّامہ سیّد عبدالقادر طرابلسی (۵۲) تحریر فرماتے ہیں: ''علّامہ، کمال ماہر، اور فہّامہ مشہور، حامیٔ ملّتِ محمدیّہ طاہرہ، مجدّدِ مائۂ حاضرہ، میرے استاذ و پیشوا، حضرت مولانا احمد رضا خان ہیں۔'' (۵۳)

۴-سیّد احمد بن علی مہاجر(۵۴) مدینہ منورہ نے درج فرمایا: ''محقق ومدقق، فاضلِ کامل، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ، مجدّدِ مائۃِ حاضرہ، ہمارے شیخ واستاذ، مولانا مولوی احمد رضا۔'' (۵۵)...الخ۔

۵-مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی امامِ اہلِ سنّت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ''امام، بزرگ، محقق، نکتہ رَس، سیّدی وملاذی، اس زمانے کے مجدد، عبدالمصطفیٰ (ان پر رُوح ودل فِدا!) یعنی مولانا احمد رضا خان سلّمہ اللہ تعالیٰ۔'' (۵۶)

۶- علّامہ موسیٰ بن علی شامی ازہری احمدی(۵۷) نے امامِ اہلِ سنّت کے بارے میں فرمایا: ''اماموں کے امام، اس اُمّت کے دین کے مجدّد، جو یقین کے نور اور قلوب کے انوار کی تائید سے آراستہ ہیں، یعنی شیخ احمد رضا۔'' (۵۸)...الخ۔

۷-مولانا ضیاء الدّین احمد مہاجر مدنی(۵۹) نے فرمایا: ''امامِ اہلِ سنّت، مجدّدِ دین وملّت، منفرد و یکتائے زمانہ، امامِ ہُمام، علّامہ شاہ عبدالمصطفیٰ احمد رضا بالیقین اس صدی کے مجدد، فی الواقع اسلام کے ستون اور پابندِ سنّت تھے، سیّدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اپنے اوصافِ دینیہ وخدماتِ علمیہ اور عظیم تجدیدی کارناموں سے موصوف ایک بطلِ جلیل تھے۔'' (۶۰)

جس طرح عالمِ اسلام کے ان علمائے کرام نے آپ کی عظمت وامامت اور آپ کے مجدّد ہونے کا اقرار کیا، ایسے ہی ہندوپاک کے جلیل القدر علمائے اہل سنّت نے بھی آپ کے ان اوصاف کا اعتراف کیا۔ جن حضرات کو تفصیل درکار ہو وہ ''الدّولۃ المکّیۃ''، ''حسام الحرمین'' اور ''الصّوارم الہندیۃ'' (۶۱) کی تقریظات، ''حیاۃ الموات فی بیان سماع الأموات''، ''فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین'' اور امام احمد رضا کی دیگر تصنیفات ملاحظہ فرمائیں۔

یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ اکابرِ دیوبند میں مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی خلیل انبیٹھوی، مولوی محمود الحسن دیوبندی اور مولوی انور شاہ کشمیری نے امام اہل سنّت کا زمانہ پایا، مگر ان میں سے کوئی بھی آپ کی کسی ایک کتاب کا علمی وتحقیقی جواب نہ دے سکا۔

تیرے اَعدا میں رضا کوئی بھی منصور نہیں
بے حیا کرتے ہیں کیوں شور بپا تیرے بعد

امامِ اہل سنّت سرکار اعلیٰ حضرت کا قلمِ حقیقت

کلکِ رضا ہے، خنجرِ خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں، نہ شر کریں

کہ رضا کا قلم گستاخانِ رسالت اور منکرینِ شانِ نبوّت کے لیے خنجرِ خونخوار ہے، جب چلتا ہے تو بجلیاں گراتا ہے، کہ اَعدائے دین اپنی خیر منائیں۔ امامِ اہل سنّت، مجدد دین وملّت نے جو کچھ لکھ دیا، اس کا جواب کون کہاں سے لائے گا! سرکار اعلیٰ حضرت نے اہلِ توہین واہلِ تنقیص دُشمنانِ صحابۂ کرام، ومنکرینِ اہلِ بیت، ومُعاندینِ اولیاء اللہ کی جو علمی وتحقیقی گرفت فرمائی، اور جس انداز سے شرعی اَحکام واضح فرمائے، ان کا مدّ مقابل وحریف اور مخاطب ہزار کذب بیانیوں، اور دروغ گوئیوں سے کام لے، مگر حقیقت نہیں چھپا سکتا؛ کیوں کہ۔

پڑ گیا ہے پشت پر اَعدا کے اب کیا جائے گا
تیرے کوڑے کا نشاں احمد رضا خاں قادری
چیر کر اَعدا کا سینہ دل سے گزری آر پار
تیرے نیزے کی سناں احمد رضا خاں قادری

سب سے بڑی فیصلہ کن بات یہ، کہ امامِ اہل سنّت سیّدنا اعلیٰ حضرت کے خلاف، یہ نت نئے مصنّفین وخودساختہ مناظرین نے ہزاروں اِلزام تراشیوں کے طوفان اُٹھائے، مگر آپ پر کوئی شرعی حکم، شرعی فتویٰ نہیں لگا سکے۔ ہزار اِلزام تراشیوں کے باوجود آپ کو مؤمن، مسلمان، صاحبِ ایمان اور عاشقِ رسول مانتے رہے۔ آپ کی اقتدا میں نماز کو جائز قرار دیا، آپ کے عقیدت مندوں، آپ کے متّبعین کو مسلمان جانا اور مانا۔ اس کا واضح وناقابلِ تردید ثبوت اور مدلّل شواہد متعدد تصانیف میں اشرف علی تھانوی، خلیل انبیٹھوی، رشید احمد گنگوہی، انور کشمیری، ادریس کاندھلوی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، منظور سنبھلی، مفتی عزیز الرحمٰن، مفتی اعظم دیوبند خیر محمد جالندھری، ثناء اللہ امرتسری فاضلِ دیوبند غیر مقلّد وغیرہم کی مستند ومعتبر کتب ورسائل اور فتاویٰ کی صورت میں موجود ہیں۔ جب سیّدنا اعلیٰ حضرت کو مؤمن، مسلمان، عاشقِ رسول مان لیا، آپ کی اقتدا میں جوازِ نماز کا قول کیا، تو جملہ اعتراضات واِلزامات خود بخود کالعدم ہوگئے، اور ان کی

کوئی حیثیت واہمیت باقی نہ رہی۔

مسئلۂ توہین وتکفیر

یہاں پر ایک بات یہ بھی یاد رہے کہ ہمارا حریف و مدّ مقابل گروہ، سیّدنا اعلیٰ حضرت کے ایمان و اسلام اور علم وفضل کی شہادت دینے، اور اقرار کرنے کے باوجود ''تحذیر الناس، براہینِ قاطعہ، حفظ الایمان، فتویٰ اِمکان ووقوعِ کذب'' کی توہین وتنقیص آمیز گستاخانہ عبارات پر، مجدّ دِاعظم سیّدنا اعلیٰ حضرت کے دیے ہوئے حکم شرعی سے بہت نالاں ہے، اور امام اہل سنّت پر (معاذ اللہ) تکفیرِ مسلمین کا اِلزام بھی لگاتے ہیں، حالاں کہ ان حضرات پر تکفیر کا حکمِ شرعی دینے والے، سیّدنا اعلیٰ حضرت تنِ تنہا نہیں، بلکہ ''حُسام الحرمین'' اور ''الصوارم الہندیہ'' ملاحظہ ہو! حرمین شریفین اور برصغیر پاک وہند کے سینکڑوں خدا ترس علما نے ان توہین آمیز عبارات پر کفر کا حکم دیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اگر توہین نہ ہوتی، تو تکفیر بھی نہ ہوتی ہے ۔

نہ توہین ہوتی، نہ تکفیر ہوتی
رضا کی خطا اس میں بتلاؤ کیا ہے؟

آپ ہی وہ عظیم عبقری شخصیت ہیں، جن پر دُنیا بھر کے تقریباً دو درجن سے زائد لوگ، ڈاکٹریٹ (PH.D.) کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں، اور کئی حضرات آج بھی مختلف جامعات (Universities) میں امام اہل سنّت پر ایم، فل (M.PHIL.) اور پی، ایچ، ڈی (PH.D.) کر رہے ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں چند دہائیوں میں شاید ہی کسی شخصیت پر اس قدر کثرت سے تحقیقی کام ہوا ہو۔ آپ نے پوری زندگی شریعتِ محمدیّہ کی پیروی اور سنّتِ مصطفیٰ کی ترویج واشاعت میں بسر کی۔ اس کا صلہ یہ ہے کہ آج عالم میں آپ کا اور آپ کی علمی خدمات کا چرچا ہو رہا ہے، آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے، جنہیں اہلِ علم ودانش کبھی فراموش نہیں کرسکتے۔

مدح وثنا خوانی میں آپ کا مقام ومرتبہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اس پیکرِ حق وصداقت، حاملِ علم ومعرفت کا نام ہے، جسے ﴿عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ (٦٢) (ہم نے اسے اپنا علمِ لدُنی عطا کیا) کی تعبیر، اور ﴿اِنَّمَا

یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (٦٣) (اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں) کی تصویر، اور ﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾ (٦٤) (پختہ علم والے) کی تفسیر کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ مدح وثنا خوانی میں آپ حافظ شیرازی، امام بوصیری وجامی کا سا مقام رکھتے ہیں، بلکہ اگر آپ کو ''حسّان الہند'' کہا جائے تو اس میں ہرگز مبالغہ نہیں ہوگا۔

مجدد اعظم سیّدی امام احمد رضا بریلوی پر پوری دُنیا میں تحقیقی کام جاری ہے، اور آپ کے علمی کارناموں کو سراہا جارہا ہے۔ جن بڑی بڑی شخصیات نے امام اہل سنّت جیسی عظیم ہستی پر قلم اُٹھایا، ان میں ایک کا نام پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد ہے، جو ایک معروف علمی شخصیت تھے، آپ نے اعلیٰ حضرت پر جو تحقیقی کتب تصنیف فرمائیں، ان سے پوری دُنیا حضرت مسعودِ ملّت کی علمی وتحقیقی قدر ومنزلت کی معترف ہے۔ آپ نے امام احمد رضا کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ امام احمد رضا پر آپ کی ۳۰/سے زائد تصانیف، اور ۷۰/سے زائد تحقیقی مقالات ومضامین چھپ چکے ہیں۔ آپ عرصۂ دراز تک ''ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا'' کراچی کے سرپرست اعلیٰ بھی رہے۔ (٦٥)

امام احمد رضا خان کی خدمات، اور ان کے بارے میں ہونے والے عظیم کاموں، اور آپ کی شخصیت پر علما ومشائخ اور مخالفین کے تاثرات، آپ کی قومی اور عالمی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں ۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں (٦٦)

حواشی وحوالہ جات:

(١) "صحیح مسلم" کتاب البرّ والصلة بَابُ إِذَا أَحَبَّ اللهُ عَبْدًا ...اِلخ، ر:2637، ص1148.
(٢) "سنن أبی داود" کتاب الملاحم، بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي قَرْنِ الْمِئَةِ، ر:4291، ص602.
(٣) "تحقیقاتِ امامِ علم وفن" مجدّ دِ اعظم، ۷۴۴-۹۴۴ ملتقطاً۔
(٤) "معارف رضا" سال نامہ 1986ء، 193۔
(٥) "حیاتِ اعلیٰ حضرت" حج وزیارت (اوّل) 1/ 133۔
(٦) محمد سعید بابُصَیل حضَرَمی مکّی شافعی، مکّہ مکرّمہ میں 1245ھ/ 1830ء کو پیدا ہوئے، مسجدِ حرام میں قائم حلقاتِ دروس میں تعلیم حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں سب سے اہم نام سیّد احمد بن زَینی دَحلان کا ہے، آپ کے دیگر اساتذہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی

کا اسمِ گرامی شامل ہے۔ آپ کو تعلیم مکمل کرنے کے بعد مسجدِ حرم میں مدرّس تعیّنات کیا گیا، عثمانی حکومت میں آپ شیخ العلماء بنائے گئے، اور پچیس برس سے زائد عرصہ اپنی وفات ۱۳۳۰ھ تک اس منصب سے وابستہ رہے۔ ("امام احمد رضا محدث بریلوی اور علماءِ مکّہ مکرّمہ"، ۲۵۱ - ۲۵۳ ملتقطاً)۔

(۷) "الدّولة المكّية" تقریظ 2: الشیخ محمد سعید بابُصَیل، ص 275.

(۸) صالح بن صدّیق بن عبدالرحمٰن کمال حنفی، مدرّسِ مسجدِ حرام، "مکّہ مشرّفہ" میں ماہِ ربیع الاوّل سن 1263ھ کو پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی، "قرآنِ عظیم" حفظ کیا اور خوب محنت کی، مسجدِ حرام میں تراویح پڑھائی، بعض متون حفظ کیے، پھر طلبِ علم کی ابتدا کی، تو خوب محنت کی اور کامیاب ہوئے، ابتداءً اپنے والد سے تعلیم حاصل کی، پھر علّامہ شیخ عبدالقادر خوقیر حنفی کی صحبت میں رہ کر فقہ کی کئی کتب پڑھیں، جن میں: محقّق ابن عابدین کے حاشیہ کے ساتھ "الدرّ المختار" شامل ہے، سیّد احمد زَینی دَحلان سے تفسیر، حدیث اور عربی وغیرہ پڑھی، اور انہوں نے اپنی تمام مرویّات کی اجازت دی، سیّد عمر شامی بقاعی ثمّ المکی سے نحو، معانی، بیان اور عروض وغیرہ پڑھا اور ان سے فائدہ مند ہوئے، جب علم میں فوقیت حاصل کی اور کمال پایا تو صدر مدرّس ومفتی ہوئے۔ مسجدِ حرام میں تدریس فرمائی، سال 1332ھ میں وفات پائی۔ (المختصر من کتاب "نشر النّور والزَّہر" ر: 231، ص 219).

(۹) "الدّولة المكّية" تقریظ 6: الشیخ محمد صالح ابن العلّامة الشیخ صدیق کمال مفتی الحنفیة بمکّة المکرّمة، ص 281.

(۱۰) شیخ احمد بن عبداللہ بن محمد صالح بن سلیمان بن محمد صالح ابن محمد مرداد، سن 1259ھ میں پیدا ہوئے، اپنے والد اور دیگر علما سے علوم حاصل کیے، آپ امام، خطیب اور مدرّس تھے، پھر سال 1293ھ میں شیخشیخ الخطباء مقرر ہوئے اور اس منصب پر سال 1299ھ تک متمکن رہے، سال 1335ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ (المختصر من کتاب "نشر النّور والزَّہر" ص 32).

(۱۱) "الدّولة المكّية" تقریظ 7: رئیس الخطباء والأئمّة، والمدرّس بالمسجد الحرام الشیخ أحمد أبوالخیر بن عبداللہ مرداد، ص 282.

(۱۲) عبداللہ بن صدقة بن زَینی دَحلان، شافعی مکّی عالم فلکی، "مکّہ معظّمہ" میں 1288ھ یا 1289ھ میں پیدا ہوئے، یہیں پرورش پائی اور قرآن مجید حفظ کر کے نماز تراویح پڑھائی، اور مسجدِ حرام میں امامت کے فرائض انجام دیے، فقہ کے کثیر متون بھی حفظ کیے اور خوب محنت سے علم حاصل کیا، اپنے پھوپھا سیّد عمر شطا، سیّد بکری شطا، اور مفتی مالکیہ شیخ عابد جیسے نامور علما کی صحبت میں رہ کر جملہ فنون میں متعدد کتب کے ذریعہ کثیر علوم سیکھے، اور مخلوقِ خدا کو بذریعۂ درس وتدریس خوب فائدہ پہنچایا، آپ سیّد احمد بن زینی دحلان کے بھتیجے ہیں۔ آپ کا وصال ۱۳۶۳ھ کو جاوا انڈونیشیا میں ہوا۔ (المختصر من کتاب "نشر النّور والزَّہر" ر: 315، ص ۲۹۴).

(۱۳) "الدّولة المكّية" تقریظ 9: الشیخ عبداللہ بن محمد صدقة زَینی دَحلان الجیلانی، ص 285، 286.

(۱۴) جمال بن محمد امیر ابنِ علّامہ شیخ حسین مالکی مکّہ مکرّمہ میں مفتی مالکیہ، عالمِ نبیہ، فاضل نحوی، نجیبِ کامل، مکّہ مشرّفہ میں سن ۱۲۸۵ھ کو پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی اور یہاں کے افاضل کی ایک بڑی تعداد سے فیض پایا، طلبِ علم میں خوب محنت کی، اپنے چچا شیخ عابد مفتی مالکیّہ کی طویل صحبت پائی اور ان سے علومِ معقول ومنقول اور فروع واصول حاصل کیے، علّامہ شیخ عبدالوہّاب بسری ثمّ المکی شافعی کی صحبت اختیار کی اور ان سے بھی کچھ معقولات پڑھے، جب فائق ہوئے تو مسجدِ حرام میں تدریس فرمائی اور فائدہ پہنچایا، تصنیف کا کام انجام دیا، محکمہ مجلس المعارف میں ایک نمایاں عہدہ پر فائز رہے، پھر گورنرِ مکّہ سیّد حسین بن علی کی جانب سے محکمہ تعزیراتِ شرعیّہ کے صدر متعیّن ہوئے، "مکّہ مکرّمہ" میں سال 1349ھ کو وفات پائی۔ (المختصر من کتاب "نشر النّور والزَّہر" ر: 156، ص 163 ملتقطاً).

(۱۵) "الدَّولة المكّية" تقریظ 14: المدرس والإمام بالدِّیار الحرمیّة ومفتی المالکیّة الشیخ محمد جمال بن محمد الأمیر بن حسین، ص 296.

(۱۶) شیخ محمد مختار بن عطارد جاوی، انڈونیشیا میں پیدا ہوئے، پھر سن 1321ھ میں مکّہ مکرّمہ کو ہجرت فرمائی اور وہیں 1349ھ میں

وفات پائی۔ عارف باللہ، شافعی عالم، ماہرِ فلکیات، مدرّسِ مسجدِ حرام، آپ کا گھر بھی مدرسہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ عرب وعجم کے اکابرین نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کی چند تصنیفات کے نام یہ ہیں: علمِ روایتِ حدیث واسانید پر "اتحاف السّادة المحدّثین بمسلسلات الاحادیث الاربعین"، "جمع الشوارد من مرویات ابن عطارد"، "الموارد فی شیوخ ابن عطارد" اور فلکیات پر "تقریب المقصد فی العمل بالربع المجیب" (تاریخ الدَّولة المكّية: ۱۱۴، ۱۱۵)

(۱۷) "الدَّولة المكّية" تقریظ 19: الشیخ محمد مختار بن عطارد جاوی، ص 304.

(۱۸) شیخ سیّد علی بن احمد محضار، مسجد نبوی میں مدرّس، شافعی عالم، آپ کا خاندان جنوبی یمن کے علاقہ حضرموت میں آباد حسینی سادات کے اہم گھرانوں میں سے ہے۔ (تاریخ الدولة المکیة: 121)

(۱۹) "الدَّولة المكّية" تقریظ 30: الشیخ علی بن أحمد المحُضار، ص 324.

(۲۰) عبدالحمید عطّار عالم، اعلیٰ محرّر۔ سن 1336ھ کو دمشق میں وفات پائی، اور مقبرہ دحداح میں دفن کیے گئے۔ (نثر الجواہر، 1/650).

(۲۱) "الدَّولة المكّية" تقریظ 51: الشیخ عبدالحمید بن محمد أدیب العطّار الشّافعی الدِّمشقی، ص 373.

(۲۲) یوسف بن محمد نجیب عطا (ت 1371ھ) حدیث کے عالم، بغداد کے جامعہ آلِ بیت میں مدرّس شعبہ دِینیہ العالیہ تھے، آپ کا علمِ حدیث پر ایک رسالہ بھی ہے۔ (الأعلام ۸/۲۵۳).

(۲۳) "الدَّولة المكّية" تقریظ 54: الشیخ السیّد یوسف عطا، ص 381.

(۲۴) محمد امین بن محمد بن علی سوَید فقیہ مناظر، علمِ فرائض کے جانکار، دِمشق میں ولادت، وفات (ت ۱۳۵۵ھ)، تعلیم دِمشق اور ازہر میں پائی، ترکی، ہند، بُخارا، یمن اور مغرب کی طرف کئی سفر فرمائے، مکّہ میں ایک سال تک عامة المسلمین کو درس دیتے رہے، دمشق کے معہد الحقوق میں تدریس فرمائی، "تسہیل الحصول علی قواعد الاصول" اور "علوم القرآن" تصنیف فرمائیں۔ (الأعلام، ۶/۴۴ ملتقطاً).

(۲۵) "الدَّولة المكّية"، تقریظ 56: الشیخ محمد أمین سوَید الدِمشقی، ص 387.

(۲۶) شیخ محمد دمشقی، دمشق میں پیدا ہوئے اور استنبول میں سکونت فرمائی۔ (تاریخ الدولة المکیة، 133)

(۲۷) "الدَّولة المكّية" تقریظ 59: الشیخ محمد الدِمشقی مَولداً، القُسطُنطِنیة مَسکناً، ص ۳۹۱.

(۲۸) شیخ یاسین احمد خیاری 1281ھ میں مصر کے شہر منصورہ میں پیدا ہوئے، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی، پھر مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کی، قرآنِ کریم کے حافظ، شافعی عالم، مدینہ منورہ کے شیخ القراء، مسجدِ نبوی میں مدرّس، (ت ۱۳۴۴ھ) (تاریخ الدّولة المكّية، ۱۲۵)

(۲۹) "الدَّولة المكّية" تقریظ 41: الشیخ یاسین أحمد الخیاری، ص 356.

(۳۰) یوسف بن اسماعیل بن یوسف نَبہانی بیروتی شافعی، ادیب، قاضی، فلسطین کے گاؤں "اِجزِم" میں ۱۲۶۶ھ کو پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی، جامعہ ازہر مصر میں تعلیم حاصل کی، کچھ عرصہ مدینہ منوّرہ مقیم رہے، ۱۳۵۰ھ میں وفات پائی۔ ان کی عمدہ تالیفات سے ہیں: جامع کرامات الاولیاء، دو جلدیں، "افضل الصّلوات علی سیّد السّادات"، "حجّة اللہ علی العالمین فی معجزات سیّد المرسَلین"، "الانوار المحمّدیة مختصر المواہب اللدنّیة"، "شواہد الحقّ فی الاستغاثة بسیّد الخَلق" ایک ضخیم جلد، یہ ان کی انتہائی بہترین ونفع بخش تالیفات سے ہے، اور "سعادة الدارَین فی الصّلاة علی سیّد المرسَلین" (فہرس الفہارس، ۲/۱۱۰۷-۱۱۰۹ ملتقطاً، والأعلام، ۸/۲۱۸ ملتقطاً).

(۳۱) "الدّولة المكّية" تقریظ 44: الشیخ یوسف بن إسماعیل النَبہانی فی المدینة المنوّرة، ص 360 ملتقطاً.

(۳۲) ان کے تفصیلی احوال نہ مل سکے، فقط ذکر تاریخ الدولة المکیة، 132 پر ہے۔

(۳۳)" الدّولۃ المکیۃ" تقریظ55:الشیخ السیّد محمد عثمان القادری الحید رآبادی،ص382.

(۳۴) عابد بن حسین مالکی: اہلِ مکّہ کے فقیہ تھے، اپنے والد کے بعد مالکی افتا کا منصب سنبھالا، اعلاءِ کلمۃ الحق کی پاداش میں گورنرِ مکہ سیّد عون نے انہیں یہاں سے نکال دیا، تو آپ نے یمن کی جانب سفر اختیار کیا، وہاں سے خلیج عرب منتقل ہوگئے، حجاجِ کرام کے ساتھ مکہ واپس آئے حتیٰ کہ 1323ھ میں گورنرِ مکّہ سیّد عون کی وفات کے بعد آپ یہیں قیام پذیر ہوگئے۔ اپنے والد کی" توضیح المناسک" پر تعلیق "ہدایۃ الناسک" اور" رسالۃ فی التوسّل" تالیف فرمائی، تاوفات (1341ھ) منصبِ افتا پر متمکن رہے۔(الأعلام،3/ 242).

(۳۵)" حسام الحرمین" اللّٰمم الملکیۃ والتسجیلات المکّیّۃ، مفتی المالکیّۃ الشیخ عابد بن حسین، ص۸۶.

(۳۶) عبدالرحمٰن ابنِ مرحوم علاّمہ احمد دہّان بن اسعد حنفی مکّی عالم علاّمہ،" مکّہ مشرّفہ" میں سن 1283ھ کو پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی، قرآنِ مجید حفظ کیا، مسجدِ حرام میں نمازِ تراویح پڑھائی، مختلف علوم کے حصول کی ابتدا کی، تو شیخ رحمت اللہ کیرانوی ہندی سے نحو، توحید، فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، حدیث، اور معانی وبیان وغیرہ پڑھا، شیخ عبدالحمید داغستانی کے درسِ" ترمذی" میں حاضر ہوئے، حضرت شیخ نورِ پشاوری سے بھی پڑھا اور طویل صحبت پائی، شیخ رحمت اللہ مذکور کے مدرسہ میں ملازمت پاکر دوسال طلبہ کو پڑھایا اور ان کے ہاتھوں کثیر تلامذہ نے فراغت پائی، امیرِ مکّہ سیّد حسین کی طرف سے مسجدِ حرام کے ملازم مدرّسین علما میں سے ہوئے، تو وہاں بھی تدریس فرمائی اور حکومتِ وقت کی جانب سے شرعی عدالت کے قاضی کا عہدہ وغیرہ ملازمتیں پیش کی گئیں لیکن آپ نے قبول نہ فرمائیں، آپ نیک، دین دار، صاحبِ تواضُع اور گمنام، لوگوں کے اختلاط سے بے رغبت خلوت نشیں اور مختلف علوم کے ماہر تھے، ہفتہ کی رات 12 ذی قعدہ 1337ھ کو وفات پائی۔(المختصر من کتاب" نشر النّور والزَّہر" ر:260،ص۲۴۱، ۲۴۲ملتقطاً).

(۳۷)" حُسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" اللّٰمم الملکیۃ والتسجیلات المکّیّۃ، الشیخ عبدالرّحمٰن الدہّان، ص۹۷.

(۳۸) آپ پنجاب (پاکستان) کے باشندہ تھے، بچپن ہی میں شاہ غلام محی الدین (وفات 1330ھ/ 1912ء) کے دستِ حق پرست پر مرید ہوئے اور 1323ھ سے کچھ ہی عرصہ قبل پنجاب سے مدینہ منوّرہ ہجرت کی، جہاں مولانا عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکّی کی شاگردی اختیار کی اور رجب 1331ھ میں زندہ و مدینہ منوّرہ میں ہی تھے۔ (تاریخ الدولۃ المکیۃ،65)

(۳۹)" الإجازات المتینۃ" مقدّمۃ،ص97، 98 من مجموعۃ رسائل عربیۃ من" الفتاوی الرضویۃ".

(۴۰) ان کے تفصیلی احوال نہ مل سکے، فقط ذکر" تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت" ص۶۷ پر ہے۔

(۴۱)" الإجازات المتینۃ لعلماء بکّۃ والمدینۃ" ص99 من مجموعۃ رسائل عربیۃ من" الفتاوی الرضویۃ".

(۴۲) شیخ سیّد اسماعیل بن خلیل (ت ۱۳۲۹ھ) کتب خانۂ حرمِ پاک کے نگران تھے، شیخ عبدالحق مہاجر الٰہ آبادی سے شرفِ تلمّذ تھا، امام احمد رضا سے خلافت واجازت کی سعادت حاصل کی، اور ۱۳۲۸ھ میں ملاقات کے لیے بریلی آئے۔(تذکرۃ خلفاے اعلیٰ حضرت، ۳۵، وتاریخ الدولۃ المکّیۃ ۱۰۴)

(۴۳) "الإجازات المتینۃ لعلماء بکّۃ والمدینۃ" کتاب العلاّمۃ الجلیل السیّد إسماعیل أمین مکتبۃ الحرم المکّی، ص100.

(۴۴) ان کے احوال نہ مل سکے، فقط ذکر ''تذکرہ خلفاے اعلیٰ حضرت'' ص۷۶-۷۹ پر موجود ہے۔

(۴۵)" الإجازات المتینۃ لعلماء بکّۃ والمدینۃ" ص106 من مجموعۃ رسائل عربیۃ من" الفتاوی الرضویۃ".

(۴۶)" ماہ نامہ اشرفیہ" مبارک پور، اپریل 1977ء، مقالہ مولانا محمود احمد قادری۔

(۴۷)" نزہۃ الخواطر" حرف الألف، تحت ر:32۔المفتی أحمد رضا خان البریلوی،8/ 50.

(۴۸)" امام احمد رضا کی فقہی بصیرت" ص 32۔

(۴۹)" الدولۃ المکّیۃ" جلائل التقریظات، تقریظ1: الشیخ السیّد إسماعیل بن خلیل، ص269.

(۵۰) شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج سن 1293ھ/ 1876ء کو مکّہ مکرّمہ میں پیدا ہوئے، آپ نے جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی، پھر ہندوستان آئے اور حیدر آباد دکن وغیرہ شہروں کا دورہ کیا، اور استنبول میں ڈیڑھ سال تک مقیم رہے، عثمانی عہد کے آخری ایّام میں

مکّہ مکرّمہ کے مفتی احناف رہے۔ سعودی انقلاب کے دوران اردن ہجرت کی جہاں وزیرِ اعظم بنائے گئے اور پھر یہیں کے دار الحکومت عمان میں 1368ھ/ 1949ء کو وفات پائی۔(تاریخ الدولۃ المکیّۃ،ص 105 ملتقطاً)۔

(۵۱)" الدّولۃ المکّیۃ" جلائل التقریظات، تقریظ3: الشیخ عبداللہ بن عبدالرّحمٰن سراج مفتی الحنفیۃ بمکّۃ، ص276.

(۵۲) سیّد حسین بن سیّد عبدالقادر شامی مدنی، مدرّسِ مسجدِ نبوی، باکمال، متقی اور متورع، منقول ومعقول میں ہم عصر علما میں ممتاز مقام رکھتے تھے، جَفر، نجوم، ہیئت، اوفاق اور تکسیر میں عالمی شہرت کے حامل تھے، یہاں تک کہ اپنی علمی اور روحانی پیاس بجھانے کے لیے "بریلی شریف" حاضر آئے اور ایک سال سے زیادہ عرصہ یہیں آستانہ عالیہ رضویہ میں قیام فرمایا، علمِ اوفاق، تکسیر اور جفر میں خصوصی طور پر امام احمد رضا سے اکتساب فرمایا۔(تذکرہ خلفاے اعلیٰ حضرت،ص58، 59 ملتقطاً)۔

(۵۳)" الدّولۃ المکّیۃ" جلائل التقریظات، تقریظ23: الشیخ السیّد حسین ابن العلاّمۃ المرحوم السیّد عبدالقادر الطرابلسی المدرّس بالمسجد النبوی، ص3.9.

(۵۴) احمد بن علی ہندی رام پوری: فقیہ حنفی (ت بعد ۱۳۱۳ھ)۔ ان کا:" رسالۃ فی أشراف الکیلانیّین الحَمَویّین القاطنین بالھند" مشہور ہے۔(الأعلام،۱/ ۱۸۳).

(۵۵)" الدولۃ المکّیۃ" جلائل التقریظات، تقریظ29: الشیخ السیّد أحمد علی الھندی الرامفوری المھاجر فی المدینۃ المنوّرۃ، ص322.

(۵۶)" الدولۃ المکّیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" جلائل التقریظات، تقریظ38: الشیخ محمد کریم اللہ المھاجر فی المدینۃ المنوّرۃ، ص348.

(۵۷) شیخ سیّد موسیٰ بن علی شامی (1331ھ/ 1913ء میں زندہ) ملکِ شام کے باشندہ تھے، اور جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی، پھر مدینہ منوّرہ ہجرت کر آئے۔ فقہ مالکی کے عالم اور مسجدِ نبوی میں مدرّس تھے۔(تاریخ الدّولۃ المکّیۃ،ص ۱۲۴ ملتقطاً)

(۵۸)" الدّولۃ المکّیۃ" جلائل التقریظات، تقریظ39: الشیخ موسیٰ بن علی الشّامی، ص352.

(۵۹) مولانا ضیاء الدّین احمد قادری مدنی، متحدہ ہندوستان کے ضلع" سیالکوٹ" میں 1879ء/ 1297ھ کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبدالعظیم تھا۔ آپ کا نسبی سلسلہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق تک پہنچتا ہے، آپ کے اجداد میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی بہت ہی معروف عالم گزرے ہیں۔ لاہور سے حصولِ علم کے بعد حضرت محدّث وصی احمد سورتی سے دورہ حدیث مکمل کیا۔ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت نے آپ کو سلسلے میں داخل فرماتے ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی، 1318ھ میں بغداد شریف کا قصد کیا جہاں آپ 9 برس تک رہے اور کئی بزرگوں سے فیض یاب ہوتے رہے جن میں: شیخ حسین الحسنی الکُردی، شیخ مصطفی القادری، شیخ شرف الدّین وغیرہم سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی، وہاں سے مدینہ منوّرہ پہنچے اس وقت وہاں حکومت سلطنتِ عثمانیہ قائم تھی، آپ نے یہاں لگ بھگ 70 برس گزارے جہاں ہزاروں علما ومشائخ سے ملاقات ہوئی اور ہر کوئی عالم جو مدینہ منوّرہ پہنچتا وہ آپ سے ضرور شرفِ ملاقات پاتا۔ آپ نے طویل عمر پائی اور 1401ھ/ 1981ء کو مدینہ پاک ہی میں وصال ہوا اور جنّت البقیع میں حضرت فاطمۃ الزہراء کے مزارِ مبارک سے چند قدم آگے آپ کو دفنایا گیا۔(تذکرۃ خلفاے اعلیٰ حضرت،ص140-۱۴۳ ملتقطاً)

(۶۰) دیکھیے: مقدّمہ" الفضل الموہبی" ص۱۶، ۱۷.

(۶۱)" الصَّوارم الہندیّۃ": مناظرِ اسلام علاّمہ حشمت علی خان لکھنوی (ت. ۱۳۸۰ھ) کی تالیف ہے، جس میں انہوں نے ہندوستان کے علماے اہلِ سنّت کی تصدیقات اور" حسام الحرمین" پر ان کی تقریظات کو جمع فرمایا۔

(۶۲) پ15، الکہف:65.

(۶۳) پ22، فاطر:28.

(۶۴) پ3، آل عمران:7.

(۶۵)" ماہنامہ تحفظ" مئی 2009ء، امام احمد رضا خان اور مسعودِ ملت، ص 29۔

(۶۶)" تجلیاتِ امام احمد رضا" از مولانا امانت رسول قادری، مطبوعہ مکتبہ برکاتی پبلیشرز کراچی، ص 90۔

☆☆☆

امام احمد رضا بہ حیثیت ایک ریاضی داں

انصاری بدرالدجیٰ شمس الضحیٰ

وظیفہ یاب ریاضی معلم: اے ٹی ٹی ہائی اسکول اینڈ جونیئر کالج، مالیگاؤں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سورج ہزاروں مرتبہ افق مشرق سے نمودار ہو کر مغرب کی تاریکیوں میں گم ہوتا ہے۔ چاند لاکھوں مرتبہ زمین کا طواف کرتا ہے۔ صدہا مرتبہ بہاریں خزاؤں میں اور خزائیں بہاروں میں تبدیل ہوتی ہیں۔ تب کہیں جا کر تاریخ کے صفحات پر کوئی ایسی شخصیت اُبھرتی ہے جو اپنے فکر وعمل اور فہم وادراک سے زمانے کی تاریکیوں کو دور کرتی ہے۔ بلاشبہہ تاریخ ایسی شخصیات پیش کرنے میں بالکل تہی دامن نہیں رہی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کے پاس ایسا سرمایہ نادر ونایاب کی حد تک قلیل ہے۔

بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں صرف ایک شخصیت ایسی نظر آتی ہے جس نے فقہی فضیلت اور علمی کمال کے ساتھ دینی وملی خدمات انجام دینے میں مؤثر ترین کردار ادا کیا اور وہ شخصیت امام احمد رضا کی تھی۔ منعم حقیقی نے انہیں بے مثال قابلیت، فہم وذکا، بے نظیر حافظہ، فصاحت و بلاغت اور سروریِ قلم و بیان کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ دینی علوم میں آپ کی مسلمہ مہارت تو خیر ایک حقیقت ثابتہ شمار کی جاتی ہے؛ لیکن ریاضی، تکسیر اور نجوم وغیرہ علوم دنیوی میں بھی آپ کو وہ تبحر حاصل تھا کہ ان علوم کے ماہرین اپنے اشکالات کا جواب حاصل کرنے کے لیے اس منبع علم وحکمت کی بارگاہِ دانش کے محتاج رہتے تھے۔

امام احمد رضا نے تقریباً ۶۵؍علوم پر لگ بھگ ایک ہزار رسائل اور کتابیں تصنیف فرمائیں۔ عشق وایمان سے بھرپور ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' دیا، ۱۲؍جلدوں پر مشتمل فقہی مسائل کا بیش بہا خزانہ ''فتاویٰ رضویہ'' دیا۔ الغرض فقہ، تصوف، نجوم، ریاضی، سائنس، جفر، نعت گوئی، تفسیر، حدیث، عقائد، کلام، سلوک، تصوف، اذکار، اوفاق، تاریخ، سیر، مناقب، تکسیر، ادب، نحو، عروض، علم مثلث، جبر و مقابلہ، لوگارثم، ارثماطیقی، ہیئت، ہندسہ، توقیت، منطق اور فلسفہ وغیرہا پر بے مثل تصانیف مرحمت فرمائیں۔

میرا موضوعِ سخن اعلیٰ حضرت کی ان تصانیف سے ہے جو علوم جدیدہ سے متعلق ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے کسی کالج یا یونی ورسٹی سے سائنس اور ریاضی کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی؛ پھر بھی سائنس اور

ریاضی کے مسائل پر ان کے تبحرِ علمی کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے ریاضی داں انگشت بدنداں تھے، کہ یہ مولوی نہ تو کبھی کالج اور نہ ہی یونی ورسٹی کی چوکھٹ چڑھا پھر بھی سائنس اور ریاضی کے وہ مسائل جو بڑے بڑے ریاضی داں حل کرنے سے قاصر تھے، انہیں اس طرح حل کر دیتے گویا وہ ان کے لیے کوئی مسئلہ نہ تھے۔

اس سلسلے میں مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم جو ریاضی کے معروف ومسلّم ماہر سمجھے جاتے تھے ان کا مشہور اور متواتر واقعہ قلم بند کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس واقعے کو اعلیٰ حضرت کے برادر زادے مولانا حسنین رضا خاں بریلوی کی کتاب سیرتِ اعلیٰ حضرت سے اپنے جملوں میں تلخیص کے ساتھ نقل کرتا ہوں:

''ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب ریاضی کے بعض مسائل میں اُلجھے ہوئے تھے، اور وہ کسی طور پر حل ہوتے نظر نہیں آتے تھے، علم کے شائق تھے؛ اس لیے ارادہ کیا کہ جرمنی جا کر یہ مسئلہ حل کریں، حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اس زمانے میں یونی ورسٹی کے شعبۂ دینیات کے ناظم تھے، ڈاکٹر صاحب نے ایک روز گفتگو کے دوران ان سے اس مسئلے پر اپنی مشکل کا ذکر کیا۔ مولانا سلیمان اشرف نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جایئے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب سے یہ دریافت کیجیے، وہ اسے ضرور حل کر دیں گے، ڈاکٹر ضیاء الدین نے حیرت سے کہا: مولانا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں، کہاں کہاں سے تعلیم حاصل کر کے آیا ہوں۔ ریاضی کے ادق سے ادق مسائل حل کرنا جانتا ہوں۔ جب میں خود یہ مسئلہ حل نہ کر سکا تو مولانا احمد رضا جنھوں نے کبھی یورپ کا تصور تک نہیں کیا ہے اور نہ ہی ریاضی کے ایسے مسائل حل کیے ہیں، نہ کسی یونی ورسٹی یا کالج میں تعلیم پائی پھر بھلا وہ کیوں کر یہ مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے یورپ کی تیاری شروع کی۔ مولانا سلیمان اشرف نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ ایک بار بریلی تشریف لے جایئے اور اعلیٰ حضرت سے ملاقات تو کیجیے پھر آپ چاہے یورپ جائیں یا امریکہ۔ یہ سُن کر ڈاکٹر صاحب کی پیشانی پر بَل پڑ گئے۔ تلخ لہجے میں کہا: مولانا آپ مجھے رائے دیتے ہیں۔ آخر عقل بھی کوئی چیز ہے۔ میرا وقت فضول برباد ہوگا۔ یہ مسئلہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بس کا نہیں ہے۔ تو مولانا اشرف نے زور دے کر کہا کہ اس میں آخر حرج ہی کیا ہے؟ بریلی زیادہ دور تو نہیں ہے۔ صرف چند گھنٹے کا سفر ہے۔ خیر سے ڈاکٹر صاحب مان گئے اور مولانا اشرف کی معیت میں بریلی پہنچے، اعلیٰ حضرت کے دولت کدے پر پہنچے اندر اطلاع بھیجی، حضرت کی طبیعت ناساز تھی۔ مگر مولانا اشرف صاحب کا نام سُن کر فوراً بلوایا۔ ڈاکٹر صاحب کی بھی مزاج پُرسی کی اور پوچھا کیسے

تشریف آوری ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ریاضی کا ایک مسئلہ آپ سے دریافت کرنے آیا ہوں جناب۔ وہ مسئلہ ایسا نہیں کہ فوراً بیان کر دیا جائے۔ ذرا اطمینان کی صورت ہو جائے تو عرض کروں۔ حضرت نے فرمایا بیان کیجیے۔ ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا اس کا جواب یہ ہے۔ جواب سنتے ہی ڈاکٹر صاحب کو سکتہ ہو گیا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے آنکھ سے پردہ اُٹھ گیا ہے۔ بے اختیار بول اُٹھے میں سُنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شے ہے، آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلے کے حل کے لیے جرمنی جانا چاہتا تھا، مولانا اشرف نے میری رہبری فرمائی؛ اب آپ سے اس مسئلے کا حل سُن کر ایسا لگا جیسے آپ اس مسئلے کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ کافی دیر تک اسی فن اور اس کے تعلق سے گفتگو ہوتی رہی، اعلیٰ حضرت نے ایک قلمی رسالہ منگوایا جس میں مثلثوں اور دائروں کی اشکال بنی ہوئی تھیں، ڈاکٹر صاحب نے نہایت استعجاب سے وہ رسالہ دیکھا اور فرمایا، میں نے یہ علم حاصل کرنے کے لیے بہت صعوبتیں اُٹھائیں۔ ملک ملک کا سفر کیا، بے انتہا روپے صرف کیے، یورپی استادوں کی جوتیاں سیدھی کیں، تب جا کر یہ علم حاصل ہوا۔ مگر جو کچھ علم آپ جانتے ہیں اس کے مقابلے میں مَیں اپنے آپ کو طفلِ مکتب پاتا ہوں۔ مولانا یہ تو فرمائیے کہ اس فن میں آپ کا استاد کون ہے؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا میرا کوئی استاد نہیں، میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف قاعدے، جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لیے سیکھ لیے تھے کہ ترکے کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمینی شروع کی ہی تھی کہ والد ماجد نے فرمایا کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ مصطفی پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیے جائیں گے۔ چناں چہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اپنے مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے۔ اس کے بعد سر ضیاء الدین صاحب نے کئی جگہ اس کا اعتراف بھی کیا کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی ریاضی میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔

سہارن پور میں ڈاکٹر صاحب کو چائے کی دعوت دی گئی اس میں سپاس نامہ پڑھا گیا۔ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ ڈاکٹر صاحب ریاضی میں یگانۂ روزگار ہیں۔ انھوں نے جوابی تقریر میں کہا کہ ان الفاظ کے مستحق مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں۔ وہ واقعی اپنا جواب نہیں رکھتے۔ ایسا ہی انھوں نے قنوج میں ایک موقع پر کہا ہے مولانا حسنین رضا بریلوی لکھتے ہیں کہ یہ دونوں واقعہ مجھ سے حامد علی خاں صاحب سابق مال بابو ریلوے نے ذکر کیے وہ دونوں موقعوں پر موجود تھے۔'' (۱)

علم ہیئت، توقیت، نجوم اور جفر میں بھی اعلیٰ حضرت کو مہارتِ تامہ تھی؛ مولانا غلام حسین

صاحب؛ اعلیٰ حضرت کے معاصرین میں ایک صاحب کمال بزرگ تھے، ہیئت اور نجوم کے ماہر، اکثر اعلیٰ حضرت کے یہاں تشریف لاتے اور دلچسپ گفتگو ان ہی فنون پر ہوتی اور اپنے اپنے تجربات کی جانچ دونوں حضرات فرمایا کرتے، ایک دن مولانا غلام حسین صاحب تشریف لائے، اعلیٰ حضرت نے پوچھا: بارش کا کیا انداز ہے؟ کب تک ہوگی؟ مولانا نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا، اور فرمایا اس مہینے میں پانی نہیں۔ آئندہ ماہ میں ہوگی، یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے دیکھا، فرمایا: اللہ کو سب قدرت ہے، وہ چاہے تو آج ہی بارش ہو، مولانا نے کہا آپ ستاروں کی چال نہیں دیکھتے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا سب دیکھ رہا ہوں، اور ساتھ ہی ساتھ ان ستاروں کو بنانے والے اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں، سامنے کلاک لگا تھا، اعلیٰ حضرت نے پوچھا: کیا وقت ہے؟ بولے سوا گیارہ بجے ہیں، فرمایا بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے؟ جواب ملا: پون گھنٹہ۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اس سے قبل نہیں؟ کہا نہیں۔ ٹھیک پون گھنٹے بعد بارہ بجیں گے، یہ سُن کر اعلیٰ حضرت اُٹھے اور بڑی سوئی گھما دی۔ فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مولانا آپ نے کہا تھا ٹھیک پون گھنٹے بعد بارہ بجیں گے، اب یہ کیسے بارہ بج گئے، مولانا نے کہا آپ نے کلاک کی سوئی گھما دی، ورنہ اپنی رفتار سے ٹھیک پون گھنٹے بعد ہی بارہ بجتے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا، اسی طرح رب العزت جل جلالہ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچا دے، وہ چاہے تو ایک مہینہ، ایک دن کیا ابھی بارش ہونے لگے، اتنا زبانِ مبارک سے نکلنا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں، اور پانی برسنے لگا۔ (۲)

بعض شرعی مسائل ایسے ہیں جن کو صحیح طور پر حل کرنے کے لیے ریاضی کا علم جاننا مفتی کے لیے لازم اور ضروری ہوتا ہے۔ جیسے میراث، طلوع و غروب، طلوعِ سحر، نمازوں کے نظام الاوقات، تقسیمِ ترکہ زکوٰۃ، صدقۂ فطر، فدیہ، وقت افطار وغیرہ، امام احمد رضا جیسے ماہر ریاضی داں نے جہاں کہیں بھی ریاضی کے استعمال کی ضرورت پڑی آپ نے نہ صرف زیر نظر موضوع پر پہلے سے موجود علمائے سلف کے فتاوؤں کو ان کی منطقی اور ریاضیاتی گہرائی تک خود پرکھا بلکہ اس موضوع کو تحقیق انیق کے درجے تک لاتے ہوئے جدید ریاضی کا استعمال بھی کیا۔ تحقیقی موضوعات میں جدید ریاضی کے استعمال میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی کتب اور رسائل کے تراجم انگریزی اور دیگر اہم زبانوں میں بھی کیے جائیں تا کہ دورِ جدید کے محقق بھی ان کے افکار سے مستفیض ہو سکیں۔ میرے عزیز شاگرد

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی نے اپنے ایک مضمون ''مسلمان ماہرینِ ریاضی اور ان کے کارنامے'' میں جہاں مختلف مشہور و معروف مسلمان ماہرین ریاضی کا تعارف اور ان کی خدمات کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے وہیں امام احمد رضا بریلوی کی ریاضی میں مہارت کا ان الفاظ میں تذکرۂ خیر کیا ہے:

''ہندوستان کے مشہور و معروف عالم دین، مفتی اور عبقری تھے۔ دینی علوم و فنون کے علاوہ علم ریاضی میں کافی دسترس حاصل تھی۔ مشہور ناقد جناب شمس الرحمن فاروقی اپنے ایک مقالہ 'اردو اور سائنس' مشمولہ اردو ماہ نامہ 'سائنس' نئی دہلی بابت دسمبر ۱۹۹۷ء کے صفحہ ۶/ پر لکھتے ہیں 'سر ضیاء الدین احمد، حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی اور مولانا عبدالسلام نیازی یہ سب ریاضی میں نابغۂ روزگار تھے اور موجودہ زمانے ہی میں برسرِ عمل تھے ڈاکٹر ضیاء الدین احمد نے بعض شکلوں کا حل دریافت کرنے لیے مولانا سلیمان اشرف کے ساتھ بریلی کا سفر کیا اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد نے کاغذ پیش کیا............ضیاء الدین احمد صاحب کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب حضرت مولانا نے وہ تمام اشکال منٹوں میں حل کر دیے۔' مولانا احمد رضا بریلوی کی ریاضی میں بڑی خدمات ہیں پروفیسر مجید اللہ قادری (لیکچرر شعبۂ اراضیات، کراچی یونی ورسٹی) نے اپنے ایک مقالہ 'قرآن سائنس اور امام احمد رضا ۱۹۷۹ء' میں مولانا بریلوی کی علم ریاضی اور الجبرا پر کل ۲۳/ کتب و رسائل کا ذکر کیا ہے۔ (۱) حاشیہ خزانۃ العلم (۲) المجمل الدائرہ فی خطوط الدائرہ (۳) مسمولہات السہام (۴) جدول الریاضی (۵) الکسر العشر ی (۶) زاویۃ الاختلاف المنظر (۷) عزم البازی فی جو الریاضی (۸) کسورِ اعشاریہ (۹) حاشیہ اصولِ ہندسہ (۱۰) حاشیہ تحریر اقلیدس (۱۱) حاشیہ قواعد الجلیلہ (۱۲) حل المعادلات لقوی الملکیات (۱۳) رسالہ جبر و مقابلہ (۱۴) رسالہ علم مثلث (۱۵) القواعد الجلیلہ فی العلم الجبریہ (۱۶) رسالہ در علم مثلث کروی و القائمۃ الزاویہ (۱۷) وجہادۃ جو فہامی الساحۃ (۱۸) اعالی العطایا فی الاضلاع و الزاویہ (۱۹) رسالہ در علم لوگارتھم (۲۰) المعنی المجلی للمعنی و الظلی (۲۱) ستّین ولوگارتھم (۲۲) تلخیص

مثلث کروی (۲۳) وجوہِ زاویہ مثلث کروی۔'' (۳)

امام احمد رضا بریلوی کا طرز اسلوب ان فتاوؤں میں بھی بڑا اچھوتا اور نرالا ہے جن کا منہج ریاضیاتی ہے، آیئے ذیل میں امام احمد رضا کی علم ریاضی میں مہارتِ تامہ کا ایک سرسری جائزہ پیش خدمت ہے:

شے کے اقل درجے (Minimum Degree of Substance) کی تحقیق:

جہاں تک ممکن ہوتا اعلیٰ حضرت اس امر کی تحقیق فرماتے کہ کسی حالت، کسی عمل یا اس کے رکن کا اقل (کم از کم) درجہ یعنی Minimum Degree of Substance کیا ہے؟ اور وہ عمل یا رکن اپنے لوازمات کے ساتھ اس اقل درجے میں کیسے ادا ہوتا ہے۔ اس ضمن میں فتاویٰ رضویہ سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) عالم کے اقل درجے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''عالم کی تعریف یہ ہے کہ وہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے، بغیر کسی مدد کے''۔ (۴)

(۲) حق مہر کا اقل درجہ ۱۰/ درہم بھر چاندی (۵) ا/ دینار شرعی (۶) ۳۱/ گرام چاندی تقریباً۔ مہر کے بارے میں مزید یوں فرمایا کہ اکثر کے لیے حد نہیں جتنا باندھے۔

(۳) داڑھی کی لمبائی = تھوڑی کے نیچے ۴/ انگل = تقریباً ۷.۶۲/ سینٹی میٹر (۷)

(۴) عمامہ کی اقل لمبائی = ۵/ ہاتھ مساوی، سر کے گرد ڈھائی پیچ = تقریباً ۲۲۹/ میٹر (۸)

ناپ اور تول کے شرعی پیمانے:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ناپ اور تول کے شرعی پیمانوں کو انچ اور ماشے میں تبدیل کر کے اپنے فتاویٰ رضویہ میں مندرجہ ذیل کے مطابق متفرق مقامات پر استعمال کیا ہے:

(۱) ناپ کے پیمانے:-

ا/ گز شرعی = ا/ ہاتھ ۸/ گرہ = ۱۸/ انچ = ۴۵.۷۲/ سینٹی میٹر

ا/ گرہ = ۳/ انگلی/ ایک انگلی = ۴ / ۳/ انچ = ۱.۹۰۵/ سینٹی میٹر (۹)

(۲) تول/ وزن کے پیمانے اور سکے:-

ا/ صاع = ۴/ مد (یا ۴/ شرعی من) = ۳۔۱۵۰/ کلوگرام (۱۰)

شرعی سکے بہ لحاظ وزن اور قیمت:-

ا/ دینار شرعی = ا/ مثقال سونا (بہ لحاظ وزن) = ۴۔۵/ ماشے سونا

۱ر دینار شرعی = ۱۰ر درہم (بہ لحاظ قیمت)

۱ر درہم شرعی = ۰۶۱۸۔ ۳ر گرام چاندی (۱۱)

اسی طرح ۱ر دینار شرعی کی مزید ریاضیاتی تحقیق کرتے ہوئے امام احمد رضا یوں لکھتے ہیں:

۱ر دینار شرعی = ۲ر تولے = ۵۔ ۷ر ماشے چاندی (۱۲)

۱ر اوقیہ کی جدید پیمانوں کے لحاظ سے یوں تحقیق کی ہے:

۱ر اوقیہ = ۴۰ر درہم = ۵۔ ۱۰ر تولے چاندی (بہ لحاظ قیمت) = ۲۷۴۔ ۱۲۲ر گرام (بہ لحاظ وزن) (۱۳)

درج بالا سے امام احمد رضا کی ناپ تول کے جدید پیمانوں پر وسعت نظری کا اندازہ ہوتا ہے نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو ریاضی پر کیسا عبورِ کامل تھا۔ اب آیئے ذیل میں چندان فتاوٴں کا ذکر کرتے ہیں جن میں انھوں نے ریاضی کا استعمال کیا ہے:

حوضِ کبیر یا گول حوض کا ذکر:

اس مسئلے میں کہ کنویں یا حوض کا دور (گولائی) کتنے ہاتھ ہونا چاہیے کہ وہ دہ در دہ ہو؟

امام احمد رضا نے اپنے رسالے ''النهى النمير فى الماء المستدير''(۱۴) میں فرماتے ہیں:

''اس میں چار قول ہیں، ہر ایک بجائے خود وجہ رکھتا ہے اور تحقیق جُدا ہے۔''

اول: ۴۸ر ہاتھ

دوم: ۴۷ر ہاتھ

سوم: ۴۴ر ہاتھ

چہارم: ۳۶ر ہاتھ

اعلیٰ حضرت کی تحقیق انیق کے مطابق اس کا دور تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ ہونا چاہیے۔

۳ر درجہ اعشاریہ تک ان کی تحقیق کی رو سے:

دور = ۳۵۴۴۹. ہاتھ

قطر = ۱۱. ۲۸۴ ہاتھ

کیوں کہ ایک ہاتھ ذرائع عامہ سے ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے، اور ایک انگلی پون انچ کے برابر:

پس دور = ۳۵.۴۴۹×۱.۵ر فٹ = ۲۰۷۲.۱۶ر میٹر

اور قطر = ۱۱. ۲۸۴ر ہاتھ = ۱۱. ۲۸۴×۱.۵ر فٹ = ۹۲۶.۱۶ر فٹ

اگر دائرے کا قطر اور محیط اور رقبہ کو بالترتیب ق، ط اور م سے ظاہر کریں تو:

اعلیٰ حضرت نے اپنے مذکورہ بالا رسالے میں جو ضابطے Formulae استعمال کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) ق/ ط = ص (π = ص جسے ہم ''پائے'' [π] کے طور پر استعمال کرتے ہیں)

(۲) ق × ط/ 4 = م (رقبہ (یعنی r × 2r π 2/ 4 = م (r = نصف قطر)

(۳) ص × ق = ط (محیط) جسے ہم πd = محیط لکھتے ہیں، (d = دائرے کا قطر) ''پائے'' (π) جسے آپ مقدار محیط یا اجزائے قطریہ کہتے ہیں کہ اعشاریہ میں قیمت کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد تحقیق میں آپ کے خاص معیار اور علمی رفعت کا مظہر ہے۔ قطر کا محیط سے ۲۲ / ۷ر ہونا حساب میں مبرہن نہیں بلکہ اب تک ان دونوں میں حقیقی نسبت بھی معلوم نہ ہوسکی''۔

آپ نے اپنی تحریرات میں ثابت کیا ہے کہ دائرے کا محیط جس مقدار سے ۳۶۰ر درجے ہے اس دائرے کا قطر اسی مقدار سے ۱۱۴ر درجے Degree ہے، ۳۵ر دقیقے Minutes، ۲۹ر ثانیے، Second، ۳۶ر ثالثے Thirds اور ۴۵ر رابع Fourths ہے۔ جو دراصل ۲ر Radian کی قیمت ہے۔ اسی سے آپ نے ''پائے'' π کی قیمت ۳.۱۴۱۵۹۲۶۵ر خود معلوم کی۔ واضح ہونا چاہیے کہ عام سائنٹفک کیلکولیٹر یہ عمل ۷ر درجہ اعشاریہ تک دیتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں۔ امام احمد رضا جیسے ماہر ریاضی داں نے ''پائے'' π کی قیمت ۸ر درجہ اعشاریہ تک صحیح دی، اور حسابی عمل میں اسی کا استعمال کیا۔ اس سے ان کی حسابی عمل میں مہارت تامہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ نے شریعت میں علم ریاضی اور علم ہیئت سے متعلق مسائل کے حل کی غرض سے ریاضی کی ان کے عہد کی جدید ترین شاخ ''لوگارتھم'' Logarithm سے استفادہ کرتے ہوئے حسابی عمل میں سات ہندسی لوگارتھمی جدول کا استعمال بھی کیا۔

حوض کے دور سے متعلق پیش نظر مسئلہ میں امام احمد رضا نے اپنی ذہنی جدت و ندرت اور ریاضیاتی مہارت وصلاحیت کا استعمال کرتے ہوئے اسی رسالے ''النھی النمیر فی الماء المستدیر'' میں دو جدول بھی دیے ہیں ایک سادہ؛ دوسرا لوگارتھم کے ذریعے۔ ان دنوں جدول میں سات/ آٹھ درجہ اعشاریہ تک حسابی عمل کا پھیلاؤ امام احمد رضا کے ریاضی جیسے مشکل مضمون میں بھی معیارِ تحقیق کا عمدہ عکاس ہے۔

حوضِ کبیر یا گول حوض کے دور یا گولائی کے بارے میں امام احمد رضا کے تحقیق کردہ دور ۴۹.۳۵ ۴۴/ ہاتھ سے مساحت یعنی رقبہ ۱۰۰.۰۰۱۶ ہاتھ بنتا ہے جو دہ دردہ (یعنی ۱۰×۱۰) سے فقط ۶۲۵/ ۱/ یعنی ۱۰۰۰۰ /۶/ ہاتھ زائد ہے۔ جب کہ ۶۲۵ /۱/ ایک انگلی کے عرض کے پچیسویں حصے سے بھی کم ہے۔

امام احمد رضا کی یہ تحقیق کمپیوٹر کے معیار پر پوری اترتی ہے۔ قطر (ق)، محیط (ط) اور مسحت رقبہ (م) کی مقدار معلوم کرنے کے لیے اعلیٰ حضرت نے مندرجہ ذیل جدول پیش کی:

مطلوب/معلوم	قطر(ق)	محیط(ط)	مساحت(م)
قطر		ق3.14159265×	×2ق0.7853981625×
محیط	ط / 3.14159265		ط2 / 12.5663706
مساحت	م / 0.7853981625	12.5663706×م	

پھر آسانی کے لیے لوگارتھم کا استعمال کرکے مندرجہ ذیل دوسری جدول رکھی اور اس میں مثمات حسابیہ سے وہ تفرقات کردیے کہ بجائے خود تفریق بھی جمع ہی رہے۔

مطلوب/معلوم	لو قطر Log (Diameter)	لو محیط Log (Perimeter)	لو مساحت Log (Area)
لو قطر		لو ق 0.4971499+	2لو ق T.8950899
لو محیط	لو ط+T.5028501		2لو ط 2.9007901+
لو مساحت	لو م+0.1049101 2	لو م + 1.992099 2	

مندرجہ بالا جدول کا انگریزی ترجمہ ذیل کے مطابق ہوگا۔

Unknown Quantity			
known Quantity	Log D	Log C	Log A
Log D	-	Log D+0.4971499	2logD+1.8950899
Log C	LogC+1.5028501	-	2LogC+2.9007901
Log A	LogA+0.1049101 2	LogA+1.0992099 2	-

D= Diameter of the circle.

C= Circumference of thw circle.

A= Area of the circle.

موسم اور کیلنڈر:

امام احمد رضا بریلوی سے ایک سوال ہوا کہ ماہ رمضان شریف کبھی موسم گرما اور موسم سرما وغیرہ میں کیوں آتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے برصغیر ہندو پاک میں رائج تینوں کیلنڈرز پر دلچسپ مگر غایت درجہ محققانہ تبصرہ کیا جو علم تقویم پر آپ کی گہری گرفت کا ظاہر کرتا ہے۔ وقت کی پیمائش بھی چوں کہ ریاضی ہی کی ایک شاخ سے متعلق ہے لہٰذا ذیل میں امام احمد رضا کے تبصروں کو دیکھتے چلیں:

عربی کیلنڈرز کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

''موسموں کی تبدیلی خالق عزوجل نے گردشِ آفتاب پر رکھی ہے ………… یہ آفتاب کا ایک دور ہے کہ تقریباً ۳۶۵/ دن اور پونے ۶/ گھنٹے میں کہ پاؤ دن کے قریب ہوا، پورا ہوتا ہے اور عربی شرعی مہینے قمری ہیں کہ ہلال سے شروع اور ۳۰/ یا ۲۹/ دن میں ختم۔ یہ بارہ مہینے قمری سال ۳۵۴/ یا ۳۵۵/ کا دن ہوتا ہے تو شمسی سال سے دس گیارہ دن چھوٹا ہوتا ہے۔'' (۱۵)

اس کے بعد قمری اور شمسی سال میں ایک دن کا فرق فرض کرکے سائل کو رمضان شریف کی موسموں میں گردش سمجھاتے ہیں، پھر بکرمی کیلنڈر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:

''بعینہٖ یہی حال ہندی مہینوں کا ہوتا ہے اگر وہ لوند (ہر تیسرے سال بعد ایک مہینے

کا اضافہ کرنا) نہ لیتے۔انھوں (یعنی ہنود) نے سال رکھا شمسی اور مہینے لیے قمری ....لہٰذا ہر تین سال پر وہ ایک مہینہ مکرر (دوبارہ) کر لیتے ہیں تاکہ شمسی سال سے مطابقت رہے ورنہ کبھی جیٹھ جاڑوں میں آتا اور کبھی پوس گرمیوں میں۔''(۱۶)

پھر عیسوی کیلنڈر پر تبصرہ فرماتے ہیں:

''بلکہ نصاریٰ جنھوں نے سال وماہ سب شمسی لیے، یہ چوتھے سال ایک دن بڑھا کر فروری ۲۹ر کا نہ کرتے تو ان کو بھی یہی صورت پیش آتی کہ کبھی جون کا مہینہ جاڑوں میں ہوتا اور دسمبر گرمیوں میں۔''(۱۷)

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا نے اعداد وشمار کی مقداروں کی کسرات کو تحفظ دیتے ہوئے؛''تقریباً، زائد، کچھ، کم'' وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ریاضی اور علم ہیئت کا طالب علم ان الفاظ کے پس پردہ گہری احتیاط اور تقویم کے موضوع پر آپ کی مہارت کو بہ آسانی دیکھ سکتا ہے۔

وجہ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

''یوں کہ سال ۳۶۵ر دن کا لیا اور (حقیقت میں ہوتا ہے ۳۶۵ر دن اور تقریباً پونے چھ گھنٹے کا، لہٰذا) آفتاب کو دورہ ابھی چند گھنٹے بعد کو پورا ہوگا کہ جس کی مقدار تقریباً چھ گھنٹے، تو پہلے سال شمسی، سال دورہ یافتہ سے (تقریباً) ۴ر گھنٹے پہلے ختم ہوا۔دوسرے سال (تقریباً) ۱۲ر گھنٹے پہلے، تیسرے سال (تقریباً) ۱۸ر گھنٹے پہلے، چوتھے سال (تقریباً) ۲۴ر گھنٹے اور ۲۴ر گھنٹے کا ایک دن رات ہوتا ہے۔

لہٰذا ہر چوتھے سال ایک دن بڑھا دیا تاکہ دورۂ آفتاب سے مطابقت رہے لیکن دورۂ آفتاب پورے چھ گھنٹے زائد نہ تھا بلکہ تقریباً پونے چھ گھنٹے۔تو چوتھے سال پورے ۲۴ر گھنٹے کا فرق نہ پڑا تھا بلکہ تقریباً ۲۳ر گھنٹے کا، اور بڑھا لیا ایک دن کہ ۲۴ر گھنٹے ہیں۔تو یوں ہر چار سال میں شمسی سال دورۂ آفتاب سے کچھ کم ایک گھنٹہ بڑھے گا۔سو برس بعد تقریباً ایک دن۔لہٰذا صدی پر ایک دن گھٹا کر پھر فروری ۲۶ر دن کا کر لیا۔''(۱۸)

مندرجہ بالا معلومات سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ریاضی پر کیسی دسترس تھی۔اگر ہم فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کریں تو ایسی درجنوں مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام احمد رضا جدید ریاضی میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے۔خصوصاً صاع کے وزن کی

جدید تحقیق، جدول کی طرز، اوقاتِ صوم وصلوٰۃ، سمتِ قبلہ، اوقاتِ مکروہہ کی مدت، مسافتِ قصر کا تعین وغیرہ میں ریاضی کے جدید ترین اصولوں کا ایک ماہر ریاضی داں کی حیثیت سے استعمال کیا ہے۔

ٹاپولوجی Topology میں مہارت:

اب ہم علم ریاضی کی ایک جدید شاخ ٹاپالوجی کا تذکرہ کرتے ہیں جو کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں بی اے، بی ایس سی، ایم اے، ایم ایس سی، درجات میں پڑھائی جاتی ہے۔کالجوں میں اسے رائج ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ نہیں گذرا جب کہ امام احمد رضا نے اپنی کتاب ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' میں ٹاپالوجی کا جنرل آئیڈیا دیا ہے، جس سے اس مضمون میں ان کی مہارت ثابت ہوتی ہے۔

ٹاپالوجی دراصل سیٹ تھیوری سے متعلق ہے، سیٹ کی تعریف اجتماعی سیٹ، انقطاعی سیٹ، ضمنی سیٹ، خالی سیٹ اور سیٹ کی قوت Power of a set ریاضی کے طلبہ اب تقریباً پڑھ چکے ہیں۔ٹاپالوجی کی تعریف مندرجہ ذیل ہے:

''کسی سیٹ ''س' پر ٹاپالوجی 'ٹ' سیٹ کے تحتی سیٹوں کا مجموعہ ہوتا ہے جس کے اندر مندرجہ ذیل خصوصیات موجود ہوں:

(۱) خالی سیٹ اور سیٹ ''س''، ''ٹ'' میں موجود ہو۔

(۲) ''ٹ'' کے کسی بھی تحتی سیٹ کے مجموعے کے اجزا کا اتصال ''ٹ'' میں پایا جائے۔

(۳) ''ٹ'' کے کسی بھی متناہی تحتی سیٹ کے مجموعے کے اجزا کا تقاطع ''ٹ'' میں پایا جائے۔

ٹاپالوجی کی اقسام:

(۱) **ممیز ٹاپالوجی:** Discete Topology

''اگر ''س'' کوئی سیٹ ہے تو اس کے تمام تحتی سیٹوں کا مجموعہ ''س'' پر ٹاپالوجی ہوگا۔اسے ممیز ٹاپالوجی کہتے ہیں۔

(۲) **خفیف ٹاپالوجی یا غیر ممیز ٹاپالوجی:** Indiscrete Topology

''کسی سیٹ 'س' کا مجموعہ جس میں صرف ''ص'' اور ''ی'' موجود ہوں اسے غیر ممیز ٹاپالوجی کہتے ہیں۔

(۳) **متناہی ٹاپالوجی:** Firute Complement Topology

''اگر 'س' کوئی سیٹ ہو اور مان لیا جائے اس کے تمام تحتی سیٹوں 'ٹ' کا مجموعہ 'ٹ' ہے اس

طرح کہ 'س'، 'ٹ' یا متناہی ہے یا 'س' میں موجود ہے تو اس وقت 'ٹ'، 'س' پر جو ٹاپالوجی ہوگی اسے متناہی تکملہ ٹاپالوجی کہتے ہیں۔

ٹاپالوجی کی اور بھی قسمیں ہیں مگر مضمون کے تعلق سے ان کی ضرورت نہیں۔

اب ہم اصل مدعا کی طرف آتے ہیں، امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے، اس لیے ہمارا رب تبارک وتعالیٰ اپنی ذات کریم اور غیر متناہی صفتوں اور سب حادثوں کو جو موجود ہوئے اور ان کو جو ابد کے ابد تک موجود ہوتے رہیں گے اور تمام ممکنات کو جو نہ کبھی موجود ہوئے اور نہ کبھی موجود ہوں، بلکہ تمام محالات کو بھی ان سب کو جانتا ہے تو تمام مفہومات میں سے کوئی چیز علم الٰہی سے باہر نہیں۔ اُن سب کو پوری تفصیل کے ساتھ جانتا ہے ازل سے ابد تک اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات غیر متناہی اور اس کی صفتیں غیر متناہی، ان میں ہر صفت غیر متناہی اور عدد کے سلسلے غیر متناہی ہیں اور ایسے ہی ابد کے دن اور اس کی گھڑیاں اور اس کی آنیں اور جنت کی نعمتوں سے ہر نعمت اور جہنم کے عذاب سے ہر عذاب اور جنتیوں اور دوزخیوں کی سانسیں اور ان کے پلک جھپکنا اور ان کی جنبشیں اور ان کے سوا اور چیزیں ہیں؛ یہ سب غیر متناہی ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کو ازل وابد میں پوری تفصیلی احاطہ کے ساتھ معلوم ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے علم میں غیر متناہی کے سلسلے غیر متناہی بار ہیں، بلکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے ہر ہر ذرہ میں غیر متناہی علم ہیں۔ اس لیے کہ ہر ذرہ کو ہر ذرہ سے جو ہو گزرا یا آئندہ ہوگا یا ممکن ہے کہ کوئی نہ کوئی نسبت قرب و بعد و جہت میں ہوگی جو زمانوں میں بدلے گی ان مکانوں کے بدلنے سے جو واقع ہولیے یا ممکن ہے روزِ اول سے زمانۂ نامحدود تک اور یہ سب اللہ عزوجل کو بالفعل معلوم ہیں۔ تو مولیٰ تعالیٰ کا علم غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہے۔ گویا وہ اہل حساب کی اصطلاح پر غیر متناہی کی تیسری قوت ہے۔ جسے مکعب (یا کعب) کہتے ہیں کہ عدد جب اپنے نفس میں ضرب دیا جائے تو یہ مجذور ہوا اور جب مجذور کو اُسی عدد میں ضرب دو تو مکعب ہوا اور یہ سب باتیں روشن ہیں ہر اس شخص کے نزدیک جو اسلام میں حصہ رکھتا ہے''۔ (۱۹)

امام احمد رضا فاضل بریلوی درج بالا عبارت میں خط کشیدہ کیے گئے فقرے ''عدد کے

سلسلے'' کے تحت حاشیے میں جو عالمانہ بحث کی ہے اُن سے ریاضی کی جدید ترین شاخ ٹاپالوجی Topology میں آپ کی مہارتِ تامہ کا اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوگی:

''بلکہ میں کہتا ہوں یہی معلوماتِ الٰہیہ سے غیر متناہی در غیر متناہی ہے، چہ جائیکہ اس کے دوسرے معلومات اور میں نے لفظ سلاسل بہ صیغۂ جمع کہنے سے اسی طرف اشارہ کیا اور یہ یوں کہ ۱، ۲، ۳ رتا آخر غیر متناہی اور طاق اعداد ۱، ۳، ۵ رتا آخر لیں تو بے نہایت، جفت ۲، ۴، ۶ رتا آخر لیں تو بے انتہا اور ایک سے چھوڑ کر لیے جائیں ۱، ۴، ۷، ۱۰ رتا آخر تو بے نہایت یوں ہی دو سے ۲، ۵، ۸، ۱۱ رتا آخر تو بے نہایت۔ یا ایک سے تین تین چھوڑ کر ۵، ۹، ۱۳ رتا آخر تو بے نہایت یا دو سے تین تین کے فصل سے ۲، ۶، ۱۰، ۱۴ رتو بے نہایت، اور اسی طرح بفضل اعداد غیر متناہیہ اور یوں ہی ہر عدد سے اُسی جیسا ملا کر لیں ۱، ۲، ۴، ۸ رالخ تو نامتناہی یا اس جیسے دو عدد ملا کر ۱، ۳، ۹، ۲۷ رالخ تو نامتناہی اور ایسے ہی اس جیسے تین ملا کر یا چار تا بے نہایت۔ اور اگر انتشار کر دیں اور کسی نظم خاص کی رعایت نہ کریں تو غیر متناہی اور رعایت ترتیب نہ رکھیں تو بھی نامتناہی در نامتناہی اور اگر اموال لیں ۱، ۴، ۹، ۱۶ رالخ تو نامتناہی اور مکعبات ۱، ۸، ۲۷، ۶۴ رالیٰ آخرہٖ لیں تو نامتناہی اور اموال المال یا اموال الکعب یا کعب الکعب چڑھنے والی قوتوں میں سے تا بے نہایت لیں تو سب ہی نامتناہی اور ہر مذکورہ قوت متصاعدہ کے مقابل اترنے والی قوتوں کے سلسلے لیں؛ جیسے جذر او جزء الکعب و جز مال المال جس کی کوئی نہایت نہیں اور کسریں جیسے آدھا، تہائی، چوتھائی تا بے نہایت تو سب کے سب غیر متناہی اور سارے یہ سلسلے نامتناہی در نامتناہی۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی معلومات میں داخل اور ازل تا ابد پوری تفصیل کے ساتھ شامل؛ اور یہ سب ایک ہی نوع ہے اس کے غیر متناہی انواع معلومات میں سے، تو پاک ہے وہ جسے ادراک نہیں کر سکتے عقول وافہام، وہ بلند تر ہے اس سے کہ سراپردۂ عزت وجلالت تک رسائی پائیں۔ تخیلات واوہام تو اسی کے لیے ہیں، ساری خوبیاں اور اس کے نبی پر درود وسلام بے شمار، جمیع معلومات الٰہی پروردگار ذی الجلال والاکرام۔'' (۲۰)

درج بالا عبارت میں امام احمد رضا نے ہندسوں کے سیٹ بنائے ہیں جو سب کے سب غیر

متناہی ہیں۔ مثلاً:

(۱){۱، ۲، ۳......غیر متناہی} (۲){۱، ۳، ۵......غیر متناہی}

(۳){۲، ۴، ۶......غیر متناہی} (۶){۵، ۹، ۱۳، ۱۷......غیر متناہی}

(۷){۱، ۴، ۹، ۱۶......غیر متناہی} (۸){۱، ۸، ۲۷، ۶۴، ......غیر متناہی}

(۹){۱، ۱/ ۲، ۱/ ۳، ۱/ ۴ غیر متناہی} (۱۰){۱، ۲، ۳، ......غیر متناہی}

کسی بھی طریقے سے ہندسوں کا سیٹ لیں وہ غیر متناہی اور ناقابل شمار ہوگا، مثلاً { ۱، ۲، ۳......} غیر متناہی سیٹ ہے۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ اس سیٹ پر ٹاپالوجی کی شرائط پوری اترتی ہیں یا نہیں؟

(۱) مندرجہ بالا سیٹ کے تحتی سیٹ ضرور ہوں گے۔

(۲) تحتی سیٹ کا وہ مجموعہ بھی ظاہر ہے غیر متناہی ہوگا۔

(۳) خالی سیٹ بھی اس میں شامل ہوگا۔

لہٰذا نظریۂ ٹاپالوجی یہاں پایا جاتا ہے اور اس ٹاپالوجی کو خفیف یا غیر ممیز ٹاپالوجی کہتے ہیں، او پر درج کی گئیں ۱۰ ر مثالوں میں:

مثال (۱) کے لیے ٹاپالوجی کا نظریہ ثابت ہے۔

مثال (۲) سے (۱۰) تک سیٹوں کے لیے ٹاپالوجی کا نظریہ ثابت ہے۔

مثال (۱) سے (۱۰) تک سیٹوں کے لیے پھر دیکھیں ہر سیٹ غیر متناہی ہے اور ہر غیر متناہی سیٹ کے تحتی سیٹوں کا مجموعہ بھی غیر متناہی ہوگا۔ یہ غیر متناہی سیٹوں کا مجموعہ سیٹ پر ٹاپالوجی ہوگا۔ اور اس حالت میں یہ ممیز ٹاپالوجی ہوگا۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ امام احمد رضا کی مذکورہ عبارت سے جو دس سیٹ بنائے گئے ہیں ان سے ٹاپالوجی کی دو قسمیں ظاہر ہوتی ہیں:

(۱) خفیف ٹاپالوجی یا غیر ممیز ٹاپالوجی۔ Indiscrete Topolgy or Travial Topology

(۲) ممیز ٹاپالوجی: Discrete Topology

اب جہاں امام احمد رضا مخلوق کے علم کی بحث کرتے ہیں اور علم الٰہی کا اس میں امتیاز ظاہر کرتے ہیں وہاں اس طرح رقم طراز ہیں:

''مخلوق کا علم اگرچہ کتنا ہی کثیر و بسیار ہو یہاں تک کہ عرش و فرش میں روز اول سے روز آخر تک اور اس کے کروروں مثل سب کو محیط ہو جائے جب بھی نہ ہوگا مگر محدود بالفعل؛ اس لیے کہ عرش و فرش دو کنارے گھیرنے والے ہیں اور روز اول سے روز آخر تک یہ دوسری دو حدیں ہوئیں اور جو چیزیں دو گھیرنے والوں میں گھری ہو وہ نہ ہوگی مگر متناہی۔۔۔۔ ہاں! علمِ مخلوق میں بایں معنی غیر متناہی ہونا ٹھیک ہوسکتا ہے کہ آئندہ کسی حد پر اس کی روک نہ کردی جائے (ہمیشہ بڑھتا رہے) اور بایں معنی لا متناہی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے علم میں محال ہے اس واسطے کہ اس کے علم اور اس کی سب صفتیں تو نو پیدا ہونے سے برتر ہیں تو ثابت ہوا کہ غیر متناہی بالفعل ہونا اللہ تعالیٰ کے علموں سے خاص ہے، اور وہ عدم متناہی کہ بڑھنا کسی حد پر نہ رکے اس کے بندوں کے علم سے خاص ہے، اور پہلا اس کے غیر کے لیے حاصل نہ ہوگا۔'' (۲۱)

مندرجہ بالا عبارت میں امام احمد رضا یہ بتا رہے ہیں کہ علمِ مخلوق کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو وہ بہر حال متناہی ہے اور گو ظاہر میں وہ غیر متناہی ہے یعنی اضافہ ہوتا جارہا ہے، تب بھی شمار بہر حال ممکن ہے اور وہ غیر متناہی بالفعل نہیں ہوسکتا، لہٰذا وہ متناہی ہے۔

عرش و فرش دو کنارے ہیں، روز اول تا آخر دو حدیں ہیں، لہٰذا اِن سب کی حیثیت سیٹوں کی ہے اور یہ سیٹ قابل شمار غیر متناہی ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ اس طرح کے سیٹ میں ٹاپالوجی کی شرائط پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ نظریہ ٹاپالوجی کی شرائط کے مطابق:

(۱) خالی سیٹ اور سیٹ کو ''ٹ'' میں ہونا چاہیے۔

(۲) سیٹ کے کسی بھی تحتی مجموعے کا اتصال ''ٹ'' میں ہونا چاہیے۔

(۳) کسی بھی متناہی تحتی مجموعہ کے اجزا کا تقاطع ''ٹ'' میں ہونا چاہیے۔

اب امام احمد رضا کی مذکورہ عبارت کے مطابق فرق کیجیے سیٹ اس طرح ہ:

ا{، ۲، ۳، ۴......ن }

یہ سیٹ اس کے قوت سیٹ = ن ا ہوں گے۔ یعنی:

{ (۱)، (۲)، (۳)، (۴)(ن) (۱، ۲)، (۲، ۳)، (۳، ۴)......(۱، ۳)، (۱، ۴)، (۲، ۴)......ن......(۱، ۲، ۳، ۴، ......ن)} اور یہی تحتی سیٹوں کا مجموعہ ہے۔

(۱) ظاہر ہے ۲/ اس میں شامل ہے اور خود سیٹ میں بھی شامل ہے۔

(۲) کسی بھی تحتی سیٹ کا ن لیں تو وہ بھی مجموعہ سیٹ میں موجود ہے۔

(۳) کسی بھی تحتی سیٹ کا تقاطع لیں تو وہ بھی مجموعہ سیٹ میں موجود ہے۔

لہٰذا یہاں نظریہ ٹاپالوجی ثابت ہے۔ امام احمد رضا آگے پھر لکھتے ہیں:

''جمیع معلومات الٰہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہو جانا عقلاً اور شرعاً دونوں طرح محال ہے، بلکہ اگر تمام اولین وآخرین سب کے علوم جمع کر لیے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم الٰہیہ سے اصلاً کوئی نسبت نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ یہ نسبت بھی نہیں ہوسکتی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصے میں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندروں سے، اس واسطے کہ بوند کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور وہ دریاے ذخار بھی متناہی ہیں، اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے، اس لیے کہ ہم بوند کے اس حصے کے برابر یکے بعد دیگرے ان سمندروں میں سے پانی لیتے جائیں تو ضرور ان سمندروں پر ایک دن وہ آئے گا کہ ختم وفنا ہو جائیں گے کہ آخر متناہی ہی ہیں۔ لیکن غیر متناہی میں سے کتنے ہی بڑے متناہی حصے کے امثال لیتے چلے جاؤ تو حاصل ہمیشہ متناہی ہوگا، اور اس میں ہمیشہ غیر متناہی باقی رہے گا، تو کبھی کوئی نسبت حاصل نہیں ہوسکتی۔ یہ ہے ہمارا ایمان اللہ عزوجل پر''۔ (۲۲)

مذکورہ بالا معلومات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ امام احمد رضا نے متناہی اور غیر تناہی کے فرق کو اچھی طرح واضح کر دیا اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ علم الٰہی سے علم مخلوق کو اصلاً کوئی نسبت نہیں۔

یہ بات نہایت حیرت انگیز ہے کہ جب مغربی دنیا کے ریاضی دانوں میں ٹاپالوجی Topology کے نظریات کی ابتدا ہو رہی تھی اس وقت امام رضا نے بڑی مہارت کے ساتھ علم غیب کی بحث میں ریاضی کا بڑی چابکدستی سے استعمال کیا بلکہ ٹاپالوجی جیسے مشکل شعبۂ ریاضی کے نظریات کو عالمانہ دسترس کے ساتھ پیش کیا۔

الغرض ان کے علاوہ بھی بہت ساری مثالیں فتاویٰ رضویہ اور دیگر کتب ورسائل میں ہمیں نظر آتی ہیں، جن میں اعلیٰ حضرت نے ریاضی اور اس کی مختلف شاخوں کو بہترین طریقے سے استعمال کیا ہے۔ حتیٰ فتاویٰ رضویہ میں آپ نے بعض ایسے مسائل حل کیے جن سے ثابت ہوتا ہے، آپ احتمال یعنی Probability بھی اچھی طرح جانتے تھے، ان سے آپ کی ریاضی میں مہارت ثابت ہوتی ہے۔ اس مضمون میں امام احمد رضا کی محض چند ہی ایسی عبارتوں کو پیش کیا گیا ہے جن سے ان کی ریاضی

میں اعلیٰ دسترس کا اندازہ ہوتا ہے ورنہ علم وفضل کیاس بحرِ ذخار کی ریاضی دانی پر مفصل روشنی ڈالنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

حواشی:

(۱) ملخصاً از: سیرتِ اعلیٰ حضرت: مولانا حسنین رضا بریلوی، مطبوعہ مکتبۂ مشرق بریلی شریف، ص ۴۷

(۲) المیزان امام احمد رضا نمبر: ۱۹۷۶ء، ص ۳۴۲

(۳) روزنامہ اردو ٹائمز، ممبئی ۱۲/ جون ۲۰۰۵ء، بروز منگل

(۴) ملفوظات: مطبوعہ دار التبلیغ، اردو بازار لاہور، ص ۱۱

(۵) فتاویٰ رضویہ: جلد پنجم، حصہ چہارم، مطبوعہ مکتبۂ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ص ۶۸

(۶) فتاویٰ رضویہ: جلد پنجم، حصہ چہارم، مطبوعہ مکتبۂ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ص ۴۹

(۷) فتاویٰ رضویہ: جلد دہم نصف اول، مطبوعہ بیسل پور، پیلی بھیت، ص ۶۸

(۸) فتاویٰ رضویہ: جلد دہم مکمل، مطبوعہ ادارۂ امام احمد رضا کراچی، ص ۱۳۰

(۹) فتاویٰ رضویہ: جلد چہارم، مطبوعہ سنی دار الاشاعت رضویہ، لائل پور، ص ۱۳۰

(۱۰) فتاویٰ رضویہ: جلد اول، جدید، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ص ۵۷۹

(۱۱) فتاویٰ رضویہ: جلد پنجم، حصہ چہارم، مطبوعہ مکتبۂ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ص ۴۹

(۱۲) فتاویٰ رضویہ: جلد پنجم، حصہ چہارم، مطبوعہ مکتبۂ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ص ۶۵

(۱۳) فتاویٰ رضویہ: جلد پنجم، حصہ چہارم، مطبوعہ مکتبۂ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ص ۴۷

(۱۴) مشمولہ در فتاویٰ رضویہ: جلد دوم، جدید، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ص ۲۸۵

(۱۵) فتاویٰ رضویہ: جلد چہارم، مطبوعہ سنی دار الاشاعت رضویہ، لائل پور، ص ۵۱۸

(۱۶) فتاویٰ رضویہ: جلد چہارم، مطبوعہ سنی دار الاشاعت رضویہ، لائل پور، ص ۵۱۸

(۱۷) فتاویٰ رضویہ: جلد چہارم، مطبوعہ سنی دار الاشاعت رضویہ، لائل پور، ص ۵۱۹

(۱۸) فتاویٰ رضویہ: جلد چہارم، مطبوعہ سنی دار الاشاعت رضویہ، لائل پور، ص ۵۱۹

(۱۹) الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ: عربی مع اردو ترجمہ، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ روڈ کراچی، ص ۲۱-۲۵

(۲۰) الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ: عربی مع اردو ترجمہ، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ روڈ کراچی، ص ۲۱-۲۳

(۲۱) الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ: عربی مع اردو ترجمہ، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ روڈ کراچی، ص ۲۵-۲۹

(۲۲) الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ: عربی مع اردو ترجمہ، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ روڈ کراچی، ص ۳۱-۳۳

☆☆☆

ترجمۂ قرآن کنزالایمان پر ایک فکر انگیز تحریر

اللہ پاک خوب جانتا ہے وہابی دیوبندی علما کی گستاخیوں کو!

شکیل احمد سبحانی، رکن رضا اکیڈمی، شاخ مالیگاؤں

اُمت کی اصلاح کرنے.....لوگوں کو دین سکھانے.....اور نماز کی دعوت دینے کے نام پر چند دہائی قبل وہابی عقائد ونظریات کی تبلیغ واشاعت کے لیے مسلکی اختلاف کی جو آگ سلگائی گئی تھی، وہ اب پوری طرح بھڑک اٹھی ہے.....اس کے شعلے ہر طرف دہکتے نظر آتے ہیں.....مسلمانوں کے اکثر شہروں اور دیہاتوں کا سکون مسلکی منافرت سے غارت ہو چکا ہے.....مساجد میں جگہ جگہ مسلک کے نام پر فتنہ وفساد پھیل چکا ہے.....اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخی کرنے، ضروریاتِ دین کا انکار کرنے اور کفری عقیدوں کو جنم دینے کے سبب جن گستاخ علما کو سنی مسجدوں میں داخل ہونے کی اجازت تک نہیں تھی؛ آج وہی سنی مساجد پر غاصبانہ قبضہ کر کے، وہ منصب امامت وخطابت پر فائز ہو چکے ہیں..... یہ کوئی اسلامی انقلاب نہیں تھا..... بلکہ ایک بڑی ہی خطرناک وہابی سازش تھی..... جسے کامیاب بنانے کے لیے ہر جگہ مکر وفریب کا مظاہرہ کیا گیا اور پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا۔

بدلی ہوئی اس صورت حال کو مولوی طارق جمیل اور ان کی جماعت سے وابستہ لوگ اپنی بہت بڑی کامیابی تصور کرتے ہیں.....لیکن جن مسلمانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین کا صحیح علم اور عقل وبصیرت عطا فرمائی ہے، انہیں معلوم ہے کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ظاہر کی گئی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے.....یہ کامیابی نہیں، دھوکہ بازی ہے.....ایسی عیاری اور مکاری ہے کہ مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کو لوٹ لیا گیا، اور لٹ جانے والوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوا..... یہ لٹیروں کا کمال نہیں، جنہیں لوٹا گیا، ان کی غفلت کا بھیانک انجام ہے.....اگر وہ علمائے اہل سنت اور مشائخ کرام کے زیر سایہ رہ کر اپنے دین اور اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر رکھتے تو اتنی بھیانک سزا، انہیں کبھی نہ ملتی.....

اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غلامی کا جذبۂ صادق اگر ان کے دلوں میں بیدار ہوتا تو گستاخوں کی مجال نہ تھی کہ وہ انہیں گم راہ کرتے اور ان کی مساجد پر قابض ہو جاتے.....جو وہابی یہ سمجھتے

ہیں کہ اس طرح کی سازشوں کو انجام دے کر وہ فتح یاب ہو گئے تو یہ ان کا اپنا گمان ہے.....ان کی یہ خوش فہمی بس اتنی دیر کی مہمان ہے کہ جب تک کوئی انہیں اچھی طرح یہ نہ سمجھا دے کہ: جس طرح انہوں نے بھولے بھالے مسلمانوں کو فریب دیا ہے اس طرح وہ اللہ پاک کو فریب اور دھوکے میں نہیں ڈال سکتے.....!!!

مولوی طارق جمیل اور ان کے ہم نوا دیگر علما کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ: اللہ پاک جانتا ہے، خوب جانتا ہے کہ وہابی علما نے اس کی اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں کیسی کیسی بدترین گستاخیاں کی ہیں؟.....اسے خبر ہے کہ خالق و مالک اور معبود و مسجود ہونے اور ہر عیب سے پاک ہونے کے باوجود، اسے کس طرح دیوبندی وہابی علما نے قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے .....مکر کرنے والا (مکار).....فریب دینے والا (فریبی).....حیلے بنانے والا (حیلہ باز).....داؤ اور چال چلنے والا (چال باز) ..... دغا دینے والا (دغا باز).....ہنسی اُڑانے اور ٹھٹھا کرنے والا (ٹھٹھے باز) قرار دیا، لکھا، چھاپا اور چھاپ رہے ہیں.....

اللہ پاک تو یہ سب کچھ جانتا ہے؛ مگر اس کے بندوں کو ثبوت کی ضرور حاجت ہے..... مسلمان بھائیوں کی تسکین کی خاطر یہاں وہ سارے ثبوت جمع کر دیے جا رہے ہیں کہ جسے دیکھنے کے بعد ہر انصاف پسند مسلمان اس بات کو مان لے گا کہ علمائے اہل سنت نے یوں ہی دیوبندی وہابی علما کو اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کا گستاخ نہیں قرار دیا.....!!

ان ثبوتوں کو دیکھنے اور پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص، دیوبندی وہابی علما کو بے ادب اور گستاخ نہیں مانے تو پھر اسے قیامت کے اس دن کا انتظار کرنا چاہیے؛ جب اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کو بے دردی کے ساتھ جہنم کی سب سے بدترین آگ میں پھینک دیا جائے گا.....

ثبوت:1

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۵)

اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے۔(محمود حسن دیوبندی)

اللہ ہنسی اڑاتا ہے ان کی۔(مرزا حیرت دہلوی)

ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے۔(فتح محمد جالندھری)

اللہ ان کو بناتا ہے۔(ڈپٹی نذیر احمد)

اللہ جل شانہ، ان سے دل لگی کرتا ہے۔(نواب وحید الزماں غیر مقلد)

اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے)۔(ترجمہ کنزالایمان، امام احمد رضا خاں بریلوی)

ثبوت:2

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (سورۂ نمل، آیت:۵۰)

اور انہوں نے بنایا ایک فریب اور ہم نے بنایا ایک فریب۔(ترجمہ محمود حسن دیوبندی)

اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی۔(ترجمہ کنزالایمان، امام احمد رضا خاں بریلوی)

ثبوت:3

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (سورۂ آل عمران، آیت:۵۴)

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔(ترجمہ محمود حسن دیوبندی)

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔(ترجمہ کنزالایمان، امام احمد رضا خاں بریلوی)

ثبوت:4

قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ (سورۂ یونس، آیت ۲۱)

کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے۔(محمود حسن دیوبندی، فتح محمد جالندھری، عاشق الٰہی میرٹھی)

تم فرمادو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے۔(ترجمہ کنزالایمان، امام احمد رضا خاں بریلوی)

ثبوت:5

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا (سورۂ رعد، آیت:۴۲)

اور فریب کر چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب۔(ترجمہ محمود حسن دیوبندی)

اور ان سے اگلے فریب کر چکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے۔(ترجمہ کنزالایمان، امام احمد رضا خاں بریلوی)

ثبوت:6

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ (سورۂ یوسف، آیت:۷۶)

یوں تو داؤ بتایا ہم نے یوسف کو۔(ترجمہ محمود حسن دیوبندی)

ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی۔(ترجمہ کنزالایمان، امام احمد رضا خاں بریلوی)

ثبوت:7

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۂ اعراف، آیت ۹۹)

سو بے ڈر نہیں ہوئے اللہ کے داؤ سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔(ترجمہ محمود حسن دیوبندی)

سو اللہ کی چال سے تو وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جن کو برباد ہونا ہے۔(ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی)

تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔(ترجمہ کنزالایمان، امام احمد رضا خاں بریلوی)

ثبوت:8

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ (سورۂ نساء، آیت:۱۴۲)

منافقین دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور اللہ بھی ان کو دغا دے گا۔(ترجمہ عاشق الٰہی میرٹھی)

خدا ہی ان کو دھوکہ دے رہا ہے۔ (ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد)

اور اللہ ان کو دھوکہ میں ڈالنے والا ہے۔(ترجمہ فتح محمد جالندھری)

وہ (اللہ) ان کو فریب دے رہا ہے۔(ترجمہ مرزا حیرت اور نواب وحید الزماں)

بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔(ترجمہ کنزالایمان، امام احمد رضا خاں بریلوی)

غور کیجیے!! یہ اردو زبان ہے، ہماری اپنی زبان ہے، ہم اسے اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں، ذرا بتایئے.....!

اپنے ایمان کو پیش نظر رکھ کر کہیے..... قرآن کریم کی آیتوں کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے، وہابی دیوبندی جماعت کے نام ور علما نے دھوکہ، فریب، مکر، چال، حیلہ، دغا، داؤ، ٹھٹھا، ہنسی، دل لگی..... جیسے الفاظ کس کے لیے استعمال کیے گئے ہیں؟..... کیا اسی رب العالمین کے لیے؟..... جو ہمارا خالق ہے..... مالک ہے..... معبود ہے..... رازق ہے.....؟ جس نے ہمیں پیدا کیا؟ زندگی دی..... اُن

گنت نعمتیں بخشیں.....جس کے احسانات بے شمار.....جس کی رحمتیں بے شمار.....جس کی نعمتیں بے حساب.....آنکھوں کا نور جس کے کرم سے.....دل کا سرور جس کے دَم سے.....جس کے سب محتاج ہیں.....جس کے فضل کی سبھی کو تلاش ہے.....اس پاک رب کے لیے ایسی دل آزار اور گستاخانہ زبان استعمال کرنے والوں کو کچھ حیا نہ آئی.....؟ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں قلم اور منھ میں زبان اللہ نے عطا فرمائی.....! وہ اپنا لب کھولیں.....کچھ بولیں.....اور صاف صاف بتائیں کہ یہ اللہ پاک کی شان میں بے ادبی، گستاخی اور توہین ہے کہ نہیں.....؟ جو اپنے آپ بڑے روشن خیال بنتے ہیں، اتحاد کی باتیں کرتے ہیں.....ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ، مسلک کے اختلاف کی دیواروں کو گرا دو.....ایک ہو جاؤ.....ایسے دانش ور اللہ کی دی ہوئی آنکھوں سے دیکھیں.....اسی مہربان رب کے بخشے دل و دماغ سے سوچیں! اور انصاف سے کہیں کہ نفرت کی دیواریں کس نے کھڑی کر رکھی ہیں.....؟ مجرم کون ہے.....؟ جن کے دامن اللہ پاک کی شان میں بے ادبی اور توہین کے بدترین جرم سے داغ دار ہیں کیا ان کی طرف داری روزِ قیامت نقصان نہ دے گی.....؟ کیا ان سے دوستی خسارے میں نہیں ڈالے گی.....؟ کیا ان کی محبت جہنم میں نہ پہنچائے گی.....؟

اب مولوی طارق جمیل صاحب سے کچھ باتیں کرتے ہیں.....انہیں بہت رونا دھونا آتا ہے.....مگر کیا کبھی ان گستاخیوں پر بھی ان کی آنکھ سے آنسو نکلتے ہوئے کسی نے دیکھا ہے؟ کہ ہمارے ان بزرگوں نے اللہ پاک کے لیے کیسے کیسے ہلکے الفاظ کا استعمال کیا ہے.....؟

سُنی سنائی باتوں پر بغیر کسی تصدیق اور تحقیق کے یقین کر لینا یہ مسلمانوں کی شان نہیں.....اس لیے کوئی صاحب ایمان اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ علمائے اہل سنت اُمت میں اختلاف پیدا کرنے کے خطاوار ہیں.....اور سنی مسلمان اس اختلاف کی خلیج کو مزید گہرا کرنے کے ذمہ دار ہیں.....لاعلمی یا غلط فہمی کی بنیاد پر اگر کوئی ایسا کہتا، سوچتا، اور سمجھتا ہوگا تو ان شاء اللہ اس مضمون کا مطالعہ اسے اندھیرے سے اُجالے تک پہنچانے کے لیے کافی ہوگا.....اور اگر کسی مسلمان نے، کسی اہل سنت مخالف عالم و مبلغ کی کسی تقریر کو سن کر، یا کسی تحریر کو پڑھ کر یہ رائے قائم کی ہوگی، تو میں اپنے اس بھائی سے بس اتنی گزارش کروں گا کہ وہ انصاف کی نظروں سے مضمون کے اس دوسرے حصے کو دیکھتا اور پڑھتا جائے.....ان شاء اللہ پڑھتے پڑھتے وہ اس مقام پر ضرور پہنچ جائے گا.....جہاں بدگمانیاں ختم ہوں گی اور جوش بندگی اپنے رب کی تکریم کے لیے اس کے ضمیر کو دستک دے گا.....!

دُنیا میں ہر دور کے مسلمان اس عقیدے پر قائم رہے کہ.....اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی.....سارے نبیوں نے یہی بات بتائی.....سب رسولوں نے اسی

کی تعلیم دی.....ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُمت کو یہی عقیدہ دیا.....ہم بھی یہی مانتے ہیں کہ اللہ رب العزت کی ذات اور تمام صفات، ہمیشہ قائم رہنے والی ہیں.....کوئی اس بات کا منکر نہیں..... پوری اُمت اس عقیدے پر متفق ہے.....مگر انگریزوں کے رحم و کرم سے جو فرقہ ہندوستان میں انگریزی دورِ حکومت میں پیدا ہوا اس نے اس سے ہٹ کر ایک نیا عقیدہ ایجاد کیا.....اس کے مطابق اللہ پاک کا علم قائم اور باقی نہیں رہتا..... بلکہ ضرورت کے تحت اس میں ترقی ہوتی ہے.....مولوی طارق جمیل اور ان کے بزرگوں کا یہی وہ عقیدہ ہے، جس نے انہیں اسلام اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ کر کے بہت دور کھڑا کر دیا ہے.....اس عقیدے سے وہ انکار کر بھی نہیں سکتے.....اور اگر عوام کو گم راہ کرنے کی غرض سے وہ کہیں اس سے انکار کرنے کی جسارت بھی کریں گے، تو ان کے لیے فرار ممکن ہی نہیں ہے.....اس لیے کہ ان کے پیدا کیے ہوئے اسلام مخالف عقیدوں کو ان کے بزرگوں نے چھپایا نہیں تھا بلکہ چھاپا تھا.....بار بار اس کی اشاعت کی گئی.....علمائے اہل سنت نے اس کی مذمت بھی کی، مخالفت بھی کی.....دیو بندی علما سے ان کی گستاخانہ عبارات اور ایجاد کردہ عقائد کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کا مطالبہ بھی کیا.....ثبوت پیش نہیں کیے جانے پر صدق دل سے توبہ کا مطالبہ بھی کیا.....جب وہ کسی صورت اس کے لیے تیار نہیں ہوئے تب کہیں جا کر علمائے دین نے وہ آخری فیصلہ دیا اور گستاخ مولویوں کے متعلق شرعی حکم بیان فرما دیا.....دین میں جب فتنہ پیدا ہوا تو علما کو گوشہ نشین ہو جانے کا حکم نہیں دیا گیا.....بلکہ حق کو ظاہر کرنے اور گم راہ کن افکار و نظریات کا رد کرنے کی بہت ہی اہم ذمہ داری ان پر رکھی گئی.....اپنے اس دینی فرض کو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق علمائے اہل سنت نے انجام دیا.....جس نے اسے مانا، اس کے لیے مغفرت و نجات ہے.....جس نے نہیں مانا اس کے مقدر میں ہلاکت و بربادی ہی ہے.....

اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں بے ادبی، گستاخی اور توہین کے علاوہ قرآن وحدیث سے ہٹ کر نئے عقائد کو دین میں داخل کرنے کا بدترین الزام جن پر ہے، وہ سارے مولوی تو کب کے مر چکے.....دُنیا سے مٹ چکے.....اگر ان کی میتوں کے ساتھ ہی ان کے پیدا کیے گئے اسلام مخالف عقیدوں کو بھی دفن کر دیا جاتا تو اختلاف اور فتنہ وفساد کی جڑ ہی ختم ہو جاتی.....مگر مولوی طارق جمیل جیسے دین کے خدمت گاروں اور اتحاد کی خوب باتیں کرنے والے پارساؤں نے ان کے مرنے کے بعد بھی ان کے ذریعے پیدا کی گئی اختلاف وانتشار کی آگ کو بجھنے نہیں دیا.....اپنے علما کی ایسی کتابیں وہ اب تک مسلسل چھاپ رہے ہیں، جن کتابوں میں اللہ ورسول کی شان میں اہانت اور گستاخیاں بھی موجود ہیں، اور ان کے ایجاد کردہ گم راہ کن عقائد بھی درج ہیں.....

اسی طرح قرآن کے ایسے غلط ترجموں کی اشاعت سے بھی وہ اب تک باز نہیں آئے ہیں، جن ترجموں کے ذریعے جہاں اللہ پاک کی شان میں بے ادبی اور توہین ہوتی ہے، وہیں حضور سید عالم مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں بھی گستاخی صاف ظاہر ہوتی ہے.....جنہیں حوالہ چاہیے وہ نوٹ کریں.....نہ صرف نوٹ کریں بلکہ اس کی تصدیق بھی کریں کہ یہ حوالہ جات درست ہیں یا نہیں؟.....جب تصدیق ہو جائے تو پھر اپنے آپ سے ہی یہ سوال کرلیں کہ: کیا ایسے علما سے رشتۂ عقیدت قبر کے سخت ترین عذاب کا باعث نہیں ہوگا.....؟ کیا ایسے مولویوں کی صحبت قیامت میں رُسوا نہ کرے گی؟.....اللہ رب العزت، عالم الغیب والشھادہ ہے.....اسے ہر بات کی خبر ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گی.....اس بنیادی عقیدے کو ذہن میں رکھ کر قرآن پاک کی ایک آیت کے اس ترجمہ کو دیکھیں جسے دیوبند کے مولوی محمود حسن صاحب نے کیا ہے.....پوری توجہ کے ساتھ اسے پڑھیں اور غور وفکر کریں کہ کیا جو رب، عالم الغیب ہے اس کے علم پاک کے متعلق اُمت کا یہی عقیدہ ہے، جو اس ترجمے میں بیان کیا گیا ہے.....؟

ثبوت:9

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (سورۂ آل عمران، آیت:۱۴۲)

اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جولڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو-(ترجمہ مولوی محمود حسن دیوبندی)

اب دوسرے وہابی مولوی کی بھی سن لیجیے وہ کیا کہہ رہے ہیں.....

حالاں کہ ابھی خدا نے تم میں جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور یہ کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے-(ترجمہ فتح محمد جالندھری)

مسلمانو! یہ کیا کہا جا رہا ہے.....؟ کیا یہ اللہ پاک کے علم کو محدود جاننا نہیں.....؟ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا انکار نہیں.....؟ کیا یہ ترجمہ، ذات باری تعالیٰ کے علم میں کمی کو ظاہر نہیں کرتا.....؟ کیا اللہ پاک کسی بات کو معلوم کرنے کے لیے کسی ضرورت کا محتاج ہے.....؟ کیا اللہ رب العزت کی یہی شان ہے کہ کبھی کبھی اسے کسی بات کا نامکمل اور آدھا ادھورا علم ہوتا ہے، پھر وہ کوشش اور جستجو کر کے اچھی طرح اس کا مکمل علم حاصل کرتا ہے؟.....معاذ اللہ معاذ اللہ!!! استغفر اللہ!

دُنیا کا کوئی مسلمان اپنے رب کریم کے لیے ایسا گستاخانہ عقیدہ نہیں رکھتا، جسے ان وہابی دیوبندی علما نے بنایا ہے۔ ہمارے جو مسلمان بھائی صبح وشام اتحاد اتحاد کی باتیں کرتے ہیں وہ سچ سچ

بتائیں.....کیا ایسے علما سے توبہ کے بغیر مسلمانوں کا اتحاد ممکن ہے.....؟ جو اپنے رب کی ہی شان و عظمت کے منکر ہیں! جو اپنے مالک و معبود کی قدر نہیں جانتے!.....جنھیں اللہ پاک کی بے ادبی، گستاخی اور توہین کا کوئی غم نہیں!.....جنھیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کا اندازہ نہیں!.....ان کا ایمان کیسا؟.....ان کا اسلام کیسا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اس محبوب ومقبول بندے امام احمد رضا خاں پر اپنی خوب رحمتیں نازل فرمائے.....جس نے قرآن کریم کی صحیح ترجمانی کر کے مسلمانوں کو اپنے رب کے علم کے متعلق بدگمان ہونے سے بچا لیا.....سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد خاں قادری بریلوی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ آیت کا جو ترجمہ کیا اب اسے ملاحظہ فرمائیں:

اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی-(کنزالایمان)

الحمدللہ! یہی وہ ایمان افروز ترجمہ ہے.....جہاں اللہ رب العزت کی شان پاک میں کسی بھی طرح کی بے ادبی، گستاخی اور توہین کا دور دور تک کوئی شک وشبہہ اور تصور تک نہیں.....یہی وجہ ہے کہ اس ترجمۂ قرآن کی سارے جہان میں دھوم ہے.....علماے دین نے سچ فرمایا.....اور حق فرمایا کہ: یہ قرآن کا ترجمہ بھی ہے اور قرآن کی ترجمانی بھی ہے۔

☆☆☆

مفتی اعظم کی طلبہ سے محبت

''حضرت طلبہ سے بہت محبت کرتے تھے۔انھیں علم نافع حاصل ہونے کی دعائیں دیتے تھے۔ان کے کھانے ودیگر ضروریات کا بھی خیال رکھتے تھے۔آج بھی مدارس کے کئی طلبہ حضرت کے یہاں کھاتے پیتے ہیں۔اگر کوئی طالب علم حضرت سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو بڑی خوشی سے بتاتے تھے۔اکثر طلبہ حدیث یا کوئی (دوسری) کتاب شروع کرتے وقت حضرت کے پاس پڑھنے کے لیے آتے تھے۔تو حضرت اسے بڑی محبت سے پڑھاتے۔گھر میں کوئی تقریب ہوتو طلبہ کی دعوت ضرور کرتے تھے۔''

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

(مفتیِ اعظم ہند مرتبہ عبدالنعیم عزیزی ص ۹۸-۹۹، مطبوعہ بریلی، چھٹا ایڈیشن)

کلامِ رضاؔ پر تضمین نگاری

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی، مالیگاؤں

مورخہ ۱۴؍ربیع الاول شریف ۱۴۳۴ھ بہ مطابق ۲۷؍جنوری ۲۰۱۳ء بروز اتوار حسبِ معمول اپنے جی میل اکاؤنٹ پر برقی مکتوبات (ای میلز) کی خواندگی میں مصروف تھا۔ اچانک چیٹ بوکس آہستہ سے نوا سنج ہوا۔ اُدھر متوجہ ہوا تو محبِ گرامی برادرِ دینی محترم محمد ثاقب قادری ضیائی زید علمہٗ ہدیۂ سلام لیے حاضر تھے۔ علیک سلیک اور خیر خیریت کے بعد انھوں نے مجھے لکھا کہ: ''آپ رضویات کے حوالے سے ایک کتاب ترتیب دیں۔'' میں نے جواباً تحریر کیا کہ: ''محترم میری بساط میں ہوگا تو کام ضرور ہوجائے گا، پہلے موضوع تو افشا فرمائیں۔'' محترم ثاقب قادری نے تحریر کیا کہ: ''میرے ذہن میں ایک منصوبہ ایسا ہے کہ کلامِ رضا پر لکھی گئی نعتوں اور تضامین کا ایک انتخاب مرتب کرلیا جائے۔ جو رضویات کے حوالے سے ایک بڑی خدمت ہوگی۔'' یہ موضوع میرے لیے بڑا پُرکشش بلکہ ذاتی پسند کا ایک حصہ لگا، میں نے فوراً حامی بھر لی۔

چوں کہ ناچیز کے ذخیرۂ کتب میں اہلِ سنت کے پرانے ماہ ناموں، رسائل و جرائد اور ڈائجسٹ کافی تعداد میں موجود ہیں، نیز مختلف شعرا حضرات کے نعتیہ مجموعے بھی۔ اِن رسائل و جرائد اور مجموعوں میں کلامِ رضاؔ پر لکھے گئے نعتیہ و منقبتی کلام اور تضامین بارہا میری نظروں سے گزرتے رہے ہیں۔ بایں سبب اُسی دن بلکہ اُسی وقت سے ناچیز اِس کام میں لگ گیا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ! مجھے میری چہار دیواری ہی میں اتنا مواد مل گیا کہ بار بار بے اختیار سبحان اللہ! سبحان اللہ! دل کی گہرائیوں سے نکلنے لگا۔

علاوہ ازیں برادرم محمد ثاقب قادری نے بھی مجھے قابلِ قدر کلام سے نوازا۔ بلکہ میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اِس کام کا سارا کریڈیٹ انھیں کے سر جاتا ہے کہ یہ منصوبہ انھیں کے تعمیری ذہن کی اُپج ہے۔ اس موقع پر میں خانقاہ قادریہ بدایوں شریف کے صاحبِ سجادہ محترم مولانا محمد اسید الحق عاصم القادری بدایونی الازہری صاحب کا تذکرہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ موصوف نے اپنی علم دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے مشہورِ زمانہ ''قصیدۂ معراجیہ'' پر تلمیذ استاذِ زمن فخر شعراے زمن مولانا محمد حسن اثر قادری برکاتی نوری بدایونی (م ۱۳۴۶ھ) کی تحریر کردہ ایک ایسی نادر و نایاب تضمین سے نوازا جس کے بارے میں زیادہ تر خواص بھی ناواقف ہوں گے۔

مولانا محمد اسید الحق عاصم القادری بدایونی الازہری صاحب کی روانہ کردہ مذکورہ تضمین سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے کلام کی ان کے معاصر شعرا، علما و مشائخ میں بے پناہ مقبولیت کا اظہار ہوتا ہے، عمومی طور پر شعرا کی وفات کے بعد لوگ ان کے کلام کو اپنی فکر و نظر کا محور بنا کر تضمین نگاری کا مظاہرہ کرتے ہیں، جب کہ یہ کلامِ رضا کا امتیازی اختصاص ہے کہ اُن کے معاصر شعرا نے اُن کے کلام پر نہ صرف تضامین لکھیں بلکہ اعلیٰ حضرت کے مصرعے کو طرح کے طور پر برت کر نعتیہ کلام بھی لکھا۔

اعلیٰ حضرت کے کوثر و تسنیم میں ڈوبی ہوئی زبان میں لکھے گئے ''قصیدۂ معراجیہ'' کے تضمین نگار افتخارِ شعراے زمن مولانا محمد حسن اثر قادری برکاتی نوری بدایونی علیہ الرحمہ ہیں۔ جن کے والد کا نام منشی عظمت علی حمیدی ساکن محلہ قاضی ٹولہ بدایوں ہے۔ آپ بڑے بہترین شاعر اور عالم تھے۔ شاعری میں برادرِ اعلیٰ حضرت استاذِ زمن شہنشاہِ سخن علامہ حسن رضا بریلوی سے شرَفِ تلمذ تھا۔ اعلیٰ حضرت سے ۶؍سال بعد ۱۶؍ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔ بحوالہ: جدول مرحوم شعراے بدایوں ۱۹۳۰ء (مرتبہ از: قمر الحسن قمر ارشدی حمیدی بدایونی، مطبوعہ، ماہ نامہ مجلہ بدایوں (کراچی)

مولانا محمد حسن اثرؔ قادری برکاتی نوری بدایونی نے مکمل قصیدۂ معراجیہ پر جو تضمین لکھی تھی وہ ''معراج حضور ۱۳۲۸ھ'' کے تاریخی نام سے جناب حکیم واصف حسین شاہ صاحب قادری اکبر آبادی کی فرمائش پر منشی محمد صبغۃ اللہ برقؔ صاحب نے شائع کروایا تھا۔ اس تاریخی تضمین کے تین بند بہ طورِ نمونہ نشانِ خاطر فرمائیں ۔

کہیں مبارک کہیں سلامت، کہیں مسرّت کے غلغلے تھے
صلوٰۃ کے گیت نعت کی گت، ثنا کے باجے بَجا رہے تھے
وَرَفَعنا کی بجا کے نوبت، مَلک سلامی اُتارتے تھے
''وہ سرورِ کِشورِ رِسالت، جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نِرالے طَرَب کے ساماں عَرَب کے مہمان کے لیے تھے''

مُبارک اے باغباں مبارک، خُدا کرے جاوداں مُبارک
بہارِ گل کا سماں مبارک، عنادِلِ نغمہ خواں مبارک
زمین سے تا آسماں مبارک، یہاں مبارک وہاں مبارک
''بہار ہے شادیاں مُبارک، چمن کو آبادیاں مُبارک
مَلک فلک اپنی اپنی لَے میں، یہ گھر عنادِل کا بولتے تھے''

یہاں نہ طاعت نہ زہد و تقویٰ، یہی وسیلہ ہے مغفرت کا
کہ ہے ثنا گوئی اپنا شیوہ، اِسی سبب سے لکھا یہ خمسہ
مراد ہے نعتِ شاہِ والا، غرض نہیں شاعری سے اصلاً
''ثنائے سرکار ہے وظیفہ، قبولِ سرکار ہے تمنّا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا، ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے''

امام احمد رضا بریلوی نے نعتیہ شعری ادب کے میدان میں جو روشن اور اجلے نقوش مرتب کیے ہیں اُس کی آب وتاب اور چمک دمک کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اُن کے معاصر شعرا نے جہاں آپ کی طرزوں اور زمینوں کو نشانِ منزل کے طور پر برتا اور کلامِ رضاؔ پر نعتیں اور تضامین قلم بند کیں وہیں تا زمانۂ حال بھی شعرا حضرات کلامِ رضاؔ پر طبع آزمائی کو سعادت مندی تصور کررہے ہیں۔

آیئے اس مقام پر تضمین سے متعلق بھی کچھ گفتگو کرتے چلیں۔ ''تضمین'' کا لغوی معنی ''ضمن میں لینا'' ہے۔ لیکن اصطلاحی مفہوم ''کسی دوسرے شاعر کے کلام کو اپنے کلام میں داخل کرنا ہے۔'' جیسا کہ مدارسِ اسلامیہ میں پڑھائی جانے والی مشہور کتاب دُروس البلاغۃ میں درج ہے کہ: ''تضمین، اس کو ایداع بھی کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اپنے شعر میں دوسرے کے شعر کا کوئی جز داخل کیا جائے۔''

(دُروس البلاغۃ، مطبع مجیدی، کان پور، ص ۱۱۴)

بلاغت کی مشہور و معروف کتاب ''مختصر المعانی'' میں بھی تضمین کی یہی تعریف ملتی ہے۔ علاوہ ازیں ''عین العروض'' میں مفتی محبوب رضا روشن القادری لکھتے ہیں کہ:

''تضمین اپنی یا دوسروں کی غزل پر مصرع لگا کر تطبیق اور مصرع کے تقاضوں کو پورا کرنے کو کہتے ہیں۔ اکثر وبیش تر مخمس یا مثلث طور پر وضع دیا جاتا ہے۔ جس کے شعر میں ایک مصرع یا تین مصرع کا اضافہ کیا جاتا ہے، مگر مصرع لگاتے وقت یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ الفاظ اور مضمون کے لحاظ سے بعینہٖ چسپاں ہوجائے اور پڑھنے اور سننے میں ایک شاعر کا کلام ہو، جیسے اعلیٰ حضرت کے اشعار پر درد کاکوروی کی تضمین ؎

والضحیٰ پاک صورت پہ لاکھوں سلام	قاب قوسین خلوت پہ لاکھوں سلام
مجتبیٰ شانِ رفعت پہ لاکھوں سلام	''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام''

وہ دوعالم کے سلطان صل علیٰ	عرشِ اعظم کے مہمان صل علیٰ
جن کا دُنیا میں بستر رہا بوریا	''کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا

اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام''

(عین العروض، ص ۳۴)

اسی طرح صاحبِ فرہنگِ ادبیات نے تضمین کی تعریف یوں لکھی ہے:

''لفظی معنی ''مضمون آفرینی''، اصطلاحاً اپنے یا کسی اور شاعر کے کلام پر مضمون کی مطابقت اور ردیف وقوافی کے اتباع سے مزید مصرعوں کا اضافہ۔''

تضمین کی درج بالا تعریفات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تضمین اپنے یا کسی دوسرے کے مصرعے یا شعر پر مضمون کی مطابقت سے اپنا مصرع لگانا۔ تضمین مخمّس اور مثلث کے انداز میں لکھی جاتی ہے۔ ویسے اس کی کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) کسی مصرعے سے پہلے تین مصرعے لگائے جاتے ہیں:

مثلاً: امام احمد رضا کے ایک شعر پر تضمین ؎

بہار ہے شادیاں مُبارک، چمن کو آبادیاں مُبارک
مَلک فلک اپنی اپنی لَے میں، یہ گھر عنادِل کا بولتے تھے

تضمین:

مُبارک اے باغباں مبارک، خُدا کرے جاوداں مُبارک
بہارِ گل کا سماں مبارک، عنادلِ نغمہ خواں مبارک
زمین سے تا آسماں مبارک، یہاں مبارک وہاں مبارک
''بہار ہے شادیاں مُبارک، چمن کو آبادیاں مُبارک
مَلک فلک اپنی اپنی لَے میں، یہ گھر عنادِل کا بولتے تھے''

اس قسم کی تضمین میں کسی شعر پر تین مصرعے شعر کے مصرعۂ اولیٰ کے قافیے کے لحاظ سے لگائے جاتے ہیں۔

(۲) کسی مصرع پر دو مصرعے لگائے جاتے ہیں۔ مثلاً مولانا صلاح الدین ضیاؔ مصباحی کی مرقومہ تضمین سے ایک بند ؎

روئے حبیب اکبر مائل بہ زرد ہوگا
تکلیف ہو کسی کو آقا کو درد ہوگا
''اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہادیئے ہیں''

(۳) کسی شعر کے ایک مصرعے پر اپنا مصرعہ لگانا وہ بھی تضمین کی ایک شکل ہے۔

مثلاً: امام احمد رضا کے ایک مصرعے:

''منزل نئی، عزیز جدا، لوگ ناشناس''

پرنا چیز کا ایک تضمینی مصرعہ جس سے شعر مکمل ہوا۔

''منزل نئی، عزیز جدا، لوگ ناشناس''
برزخ میں آکے آپ ہی ڈھارس بندھایئے

(۴) کسی ایک شعر پر پوری، نظم، نعت، غزل وغیرہ لکھی جاتی ہے:

مثلاً: امام احمد رضا کے ایک شعر:

''بنت صدیق آرامِ جانِ نبی
اُس حریمِ براءت پہ لاکھوں سلام''

پر محترم ڈاکٹر عزیز احسن (کراچی) کی ایک مکمل نظم بھی تضمین کی ایک شکل ہی ہے:

ماہِ صدق و صفا کی حسیں روشنی	جس کے ماتھے کا جھومر صداقت بنی
رسمِ تصدیق جس کے پدر سے چلی	جس کو ورثے میں تسلیم کی خُو ملی
چاندنی جس کی رویت سے شرما گئی	میری ماں! عائشہ! علم کی منتہی
دیں میں جس کی امومت سے جاں پڑ گئی	راویوں میں ہمیشہ نمایاں رہی
جس نے پھیلائی خوشبو احادیث کی	اور بخشی شبوں کو عجب روشنی
جس نے اوصافِ مہرِ رسالت سبھی	پیشِ اُمّت رکھے، تھے خفی یا جلی
تاکہ ہو اُسوۂ پاک کی پیروی	اتباعِ نبی ہی کرے ہر گھڑی
کوئی نادار ہو اُمّتی یا غنی	ایسی ماں جس کی سیرت مثالی رہی
جس کی عفت کی رب نے گواہی بھی دی	ساری اُمّت کی ماؤں میں جو فرد تھی
جس کو نسواں پہ حاصل ہوئی برتری	اہلِ بیتِ مطہر میں ممتاز بھی
زوجۂ پاکِ مزّمّل و ابطحی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)	''بنتِ صدیق، آرامِ جانِ نبی

اُس حریمِ براءت پہ لاکھوں سلام''

(۵) ایک قسم تضمین کی یہ بھی ہے جو کم ہی شعرا کے یہاں ملتی ہے وہ یہ کہ پوری نظم کے ہر شعر کا پہلا مصرعہ شاعر کا خود کا ہو اور دوسرا کسی دیگر شاعر کا.... یا پہلا مصرعہ کسی دیگر شاعر کا ہو اور دوسرا مصرعہ اپنا ہو۔ اس کو تضمین المصر اع بھی کہتے ہیں۔

ذیل میں ملاحظہ کریں حضرت حافظ شیرازی کی ایک غزل پر امام احمد رضا بریلوی کی مرقومہ تضمین، واوین کے مصرعے حضرت حافظ شیرازی کے ہیں

''الا یٰایھا الساقی ادرکاسا و ناولہا''	کہ بریادِ شہ کوثر بنا سازیم محفلہا
بلا بارید حبِ شیخِ نجدی بروہابیہ	''کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا''
وہابی گرچہ اخفا می کند بغضِ نبی لیکن	''نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا''
توہب گاہ ملکِ ہند اقامت را نمی شاید	''جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا''
مگرداں رُو ازیں محفل رہِ اربابِ سنت رَو	''کہ سالک بے کبر نبود زِ راہ و رسمِ منزلہا''
دلم قربانت اے دودِ چراغِ محفلِ مولد	''زتابِ جعدِ مشکینت چہ خوں افتاد دردلہا''
غریقِ بحرِ عشقِ احمدیم از فرحتِ مولد	''کجا دانند حالِ ماسبکسارانِ ساحلہا''

رضائے مست جامِ عشق ساغر باز می خواہد
''الا یٰایھا الساقی ادرکاسا و ناولہا''

(۶) تضمین المصر اع کی طرح ایک قسم تضمین کی تضمین الرفو بھی ہے، اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے کسی مصرے کا ایک جز لے کر اپنا مصرع مکمل (رفو) کرنا، تضمین الرفو کہلاتی ہے۔ مثلاً

''کہفِ روزِ مصیبت'' ہیں آقا مرے
موجِ بحرِ کرم سید الانبیاء

(لمعاتِ بخشش: ڈاکٹر مشاہد رضوی، ص ۵۵)

امام احمد رضا کے مصرعے:

''کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام''

کے ایک جز سے مصرع مکمل کیا گیا ہے۔

جانِ رحمت کی اطاعت کا خزانہ ہوتا
''جان و دل ہوش و خرد'' روح سے سجدہ ہوتا

(وسیلۂ بخشش: مولانا محمد ادریس رضوی، ص ۳۸)

امام احمد رضا کے مشہور مصرعے:

''جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے''

کے ایک جز سے مصرع مکمل کیا گیا ہے۔

(۷) تضمین میں ایک قسم تضمین مزدوج بھی ہے، جس کو بعض علمائے ادب نے صنعت میں شمار کیا ہے،

وہ یہ کہ کسی شعر میں کسی بھی مقام پر دو ہم وزن یا مقفا الفاظ استعمال کرنا:

مثلاً: اقبالؔ کے دو شعر دیکھیں جس میں ''چمک/جھلک''.... ''شجر/حجر'' :

چمک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں
جھلک تیری ہویدا چاند میں، سورج میں تارے میں
خصوصیت نہیں کچھ اس میں اے کلیم تری
شجر حجر بھی خدا سے کلام کرتے ہیں

تضمین کی عمر اُتنی ہی ہے جتنی کہ عربی، فارسی یا اردو شاعری کی عمر ہے۔ اِن زبانوں کے مختلف شعرا نے اپنے باوقار معاصرین یا بزرگوں کے کلام پر تضمین کی ہے۔ تضمین کی سمت فراقؔ گورکھپوری نے کافی پیش رفت کی تھی، موصوف نے ولیؔ دکنی، راجا رام نرائن موزوںؔ، میرؔ، سوداؔ، غالبؔ، مومنؔ، ذوقؔ، داغؔ، اقبالؔ، اصغرؔ، وحیدؔ الہ آبادی اور حفیظؔ جون پوری جیسے شعرا پر بڑی اچھی اور خوب صورت تضامین لکھی ہے۔ ساتھ ہی فراقؔ نے خود اپنے بھی بعض اشعار پر تضمین لکھی۔ علاوہ ازیں متعدد شاعروں نے دوسرے شاعروں کے نعتیہ کلام اور غزلوں وغیرہ پر تضمین کی ہے۔

تضمین نگاری ایک مشکل فن تو ہے ہی لیکن نعت کے تنگنا ے میں تو اور بھی مشکل.... اور امام احمد رضا جیسے متنوع صفات عاشق صادق کے کلام پر تو مشکل بالائے مشکل.... بہت ممکن ہے، کلامِ رضاؔ پر تضمین نگاری کو کچھ لوگ مخمل میں ٹاٹ کی پیوندکاری سے بھی تعبیر کریں۔ لیکن ایسے خیالات سے پَرے جب ہم کلامِ رضاؔ پر طبع آزمائی کرنے والے اور تضمین نگاری کرنے والے شعرا کی فہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اس صف میں جہاں عام شعرا نظر آتے ہیں وہیں بڑے بڑے علما و شعرا حضرات بھی دکھائی دیتے ہیں۔ جنھوں نے اپنے اعلیٰ ترین فکری و فنی ذوق و شوق کو کلامِ رضاؔ پر تضمین نگاری کے پیکر میں ڈھالا اور ایسے دل کش اور دل نشین ایک سے بڑھ کر ایک فنی شہ پارے پیش کیے جو قاری کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ناقد بہت کم تضمینوں اور کلام پر مخمل میں ٹاٹ کی پیوندکاری کا لیبل چسپاں کرنے کی جرأت کرے گا۔ بیش تر تضمینیں جذبہ و تخیل، جدت و ندرت، معنی آفرینی، مضمون آفرینی، زبان و بیان، شوکتِ الفاظ اور فنی لحاظ سے بلند معیار ہیں۔ بعض حضرات نے تو اپنی تضمینوں میں ایسے گلہائے لفظ و بیان اور اسلوب بکھیرے ہیں کہ سبحان اللہ! کلامِ رضاؔ میں استعمال کی گئی زبان اور معانی و مفہوم سے اُن کی تضمین نگاری اس طرح ہم رشتہ نظر آتی ہے کہ کہیں کسی قسم کا جھول دکھائی نہیں دیتا۔ آمد آمد کے صد رنگ جلوے تضمین نگار کی علمی حیثیت کو بھی آشکار کرتے ہیں۔

کلامِ رضاؔ پر تضمین نگاری کا باضابطہ آغاز حیاتِ رضاؔ ہی میں ہو چکا تھا۔ جس کے ثبوت میں

حضرت مولانا محمد حسن اثر قادری برکاتی نوری بدایونی علیہ الرحمہ (م ۱۳۴۶ھ) کی مرقومہ ''قصیدۂ معراجیہ'' پر تضمین ''معراجِ حضور ۱۳۲۸ھ'' کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

بعد ازاں شعرا حضرات نے عموماً کلامِ رضاؔ، خصوصاً سلامِ رضاؔ پر بڑی خوب صورت تضمینیں لکھیں۔ امام احمد رضا کا قصیدۂ سلامیہ ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' آفاقی شہرتوں کا حامل کلام ہے۔ صرف سلامِ رضاؔ پر تضمین نگاری کا اگر جائزہ لیا جائے تو شاید ہی اردو کا کوئی دوسرا شاعر ہو جس کے صرف ایک کلام پر اس قدر زیادہ تعداد میں تضمین قلم بند کی گئی ہوگی۔ یہ امام احمد رضا کے کلام اور سلام کی بے پناہ مقبولیت کی ایک روشن علامت ہے۔

میں اپنے بچپن سے سلامِ رضاؔ پر لکھی گئی تضمینیں سنتا اور پڑھتا رہا ہوں۔ جن میں جناب اختر الحامدی، جناب طیشؔ صدیقی، حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمیؔ مارہروی، جناب اوجؔ اعظمی، حضرت پیر سید نصیر الدین نصیرؔ گولڑوی، جناب بشیر حسین ناظم، جناب عثمان عارف نقش بندی (سابق گورنر اتر پردیش)، اور علاقائی لحاظ سے ناسک (گلشن آباد) شہر کے مشہور شاعر جناب شبیر احمد عرشیؔ کی تضمینیں قابلِ ذکر ہیں۔ یہ تمام تضمینیں چندے آفتاب چندے ماہ تاب کے مصداق ہیں۔ سلامِ رضاؔ پر لکھی گئی یہ تضمینیں شہرت و مقبولیت کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں۔ ان حضرات میں حضرت پیر سید نصیر الدین نصیرؔ گولڑوی، حضرت سید نظمیؔ میاں مارہروی، جناب اختر الحامدی، جناب بشیر حسین ناظم، جناب اوجؔ اعظمی کے ذریعے سلام و کلامِ رضاؔ پر کی گئی تضمین نگاری خاصے کی چیز ہے۔

غالباً ۱۹۶۵ء یا ۱۹۶۷ء میں ماہ نامہ استقامت، کان پور کے معاون مدیر جناب طیشؔ صدیقی نے اعلیٰ حضرت کے مجموعہ کلام حدائق بخشش کی بعض منتخب نعتوں اور سلام مصطفیٰ جانِ رحمت کے بعض چنیدہ اشعار پر تضمین لکھ کر ''گلہائے عقیدت'' کے نام سے شائع کروائی تھی۔ اس سے قبل جناب سید محمد مرغوب اختر الحامدی الرضوی (تلمیذ رشید حضرت ضیاء القادری بدایونی) نے سلامِ رضاؔ کے تمام اشعار پر جن کی تعداد ۱۷۱ رہے، تضمین قلم بند فرما کر ''بہارِ عقیدت'' کے نام سے شائع کروائی تھی۔ آپ کی یہ تضمین عالمِ اسلام میں بے پناہ مقبول ہے۔

آفاقی شہرتوں کے حامل اس سلامِ بلاغت نظام کے ۱۷۰/اشعار پر ۱۹۸۶ء یا ۱۹۸۷ء میں مولانا عبد الجبار رہبر اعظمی نے تضمین لکھی جو ''ظہورِ قدسی'' کے نام سے کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی۔ اسی دوران جناب شہزاد احمد صاحب کی ایک نئی اور شان دار کوشش سامنے آئی۔ جو ہر طرح قابلِ ستایش اور لائقِ تحسین ہے اور وہ یہ کہ ''لاکھوں سلام'' کے زیرِ عنوان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مشہورِ زمانہ سلام پر دس شاعروں کی تضمینوں کا ایک خوب صورت انتخاب جناب شہزاد احمد صاحب نے

پیش کیا۔ یہ بھی غالباً ۱۹۸۶ء یا ۱۹۸۷ء ہی کی بات ہے۔ مذکورہ مجموعہ ''انجمن ترقی نعت'' شاہ فیصل کالونی نمبر ۵ رکراچی ۲۵ رپاکستان سے اشاعت پذیر ہوا۔

''لاکھوں سلام'' مرتبہ: جناب شہزاد احمد صاحب میں حضرت علامہ شمس الحسن صدیقی شمسؔ بریلوی، حضرت مولانا سید محمد مرغوب اخترؔ الحامدی الرضوی، سید محفوظ علی صابرؔ القادری بریلوی، جناب ڈاکٹر سید اشرف علی ہلالؔ جعفری، حضرت مولانا محمد اسلم بستوی، حضرت عزیزؔ حاصل پوری، حضرت مولانا سید حبیب احمد صاحب نقش بندی تلہری، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب شفیقؔ، جناب عثمان عارف نقش بندی (سابق گورنر اتر پردیش) اور صوفی مسعود احمد رہبرؔ چشتی جیسے حضرات کے موئے قلم سے نکلی ہوئی سلامِ رضاؔ پر تضمینیں شامل ہیں۔

حضرت مفتی حسن منظر قدیری صاحب نے بھی سلام رضاؔ سے ایسے ۳۲ راشعار منتخب کر کے تضمین پیش کی، جن میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک، گیسوئے عنبریں، مقدس مانگ، جبینِ سعادت، رخسارِ ناز، عرقِ مبارک، چشمانِ اقدس، نگاہِ اقدس، مژۂ پاک، ابروئے مبارک، گوشِ مبارک، خطِ مبارک، ریشِ مبارک، دہنِ مبارک، زبانِ مبارک، لبہائے مبارک، مقدس تبسم، گلوئے مبارک، شانۂ اقدس، پُشتِ مبارک، دستِ اقدس، بازوئے مبارک، شکمِ ناز، کلائی مبارک، کفِ مبارک، دستِ مبارک انگشتِ مبارک، ناخنِ مبارک، مہرِ مبارک، پنڈلیِ مبارک، زانوئے اقدس کے تذکرے ملتے ہیں۔ سلامِ رضاؔ کے ایسے منتخب ۳۲ راشعار پر مفتی منظر حسن قدیری صاحب کی مذکورہ تضمین ''عکسِ جمیل'' کے نام سے ادارۂ افکارِ حق بائسی، پورنیہ سے شائع ہو چکی ہے۔ بہ طورِ نمونہ چند بند نشانِ خاطر فرمائیں ؎

سرِ مبارک:

سرنگوں جملہ شاہانِ اعظم رہے	سر جھکائے ہوئے قیصر و جم رہے
خاک پہ کج کلاہانِ عالم ہے	''جس کے آگے سرِ سروراں خم رہے''

اُس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام''

جبینِ مبارک:

جس کا رُتبہ سرِ حشر بالا رہا	جس پہ شانِ کریمی کا سایہ رہا
پیشِ داور جو محشر کا دولہا رہا	''جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام''

دستِ اقدس:

سائلِ در کو بہتر سے بہتر دیا	ذرّہ مانگا کسی نے تو گوہر دیا

الغرض دامنِ زندگی بھر دیا	''ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا

موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام''

کفِ پائے مبارک:

جس طرف سے بھی گزرے رسولِ حشم	ذرّۂ خاکِ طیبہ ہوا محترم
اِس قدر محترم وہ نقوشِ قدم	''کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم

اُس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام''

سلامِ رضاؔ ہی کے حوالے سے جناب سید صابر حسین شاہ بخاری نے بھی ایک انوکھی کتاب مسمیٰ بہ ''جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند'' (مطبوعہ ادارۂ فروغِ افکارِ رضا، برہان شریف، اٹک، پاکستان) ترتیب دی جس میں اعلیٰ حضرت کے مشہور مصرع ''جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند'' پر مختلف شعرا کی طبع کی گئی تضمینیں موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر شعرا نے بہت ہی کیف آگیں تضمینیں کہی ہیں۔ اس شعر پر تضمین کہتے وقت شعرا نے اس شعر کے معنی و مفہوم کو بھی بڑی خوبی سے واضح کیا ہے۔ ہر ایک نے فکر و فن کی جولانی اور جذبہ و تخیل کی روانی بڑے احسن اسلوب میں دکھائی ہے۔ بڑی بے ساختگی، سلاست اور روانی کے ساتھ اس پر مصرعے لگائے ہیں، ذیل میں جناب سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب کی مذکوہ کتاب سے چند تضمینیں خاطر نشان فرمائیں ؎

اخترالحامدی:

جب ہوا ضَوفگن دین و دنیا کا چاند	آیا خلوت سے جلوت میں اسریٰ کا چاند
نکلا جس وقت مسعودِ بطحا کا چاند	''جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام''

عبدالغنی سالک:

فرش پر آ گیا عرشِ اعلیٰ کا چاند	خلد و فردوس گل زارِ ماویٰ کا چاند
بزمِ مخلوق میں دین و دنیا کا چاند	''جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام''

طارق سلطان پوری:

آسمانِ دنا قندلیٰ کا چاند	رشکِ خورشید چرخ فاوحیٰ کا چاند
وہ شبِ سعد و پُر نور اسریٰ کا چاند	''جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام''

سلامِ رضاؔ پر تضمین نگاری ایک مستقل تحقیقی موضوع ہے۔جس پر علاحدہ سے کام کی ضرورت ہے۔ان شاء اللہ اس موضوع پر بھی خامہ فرسائی کی جائے گی۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ کلامِ رضاؔ پر تضمین نگاری حیاتِ رضا ہی میں شروع ہوگئی تھی اور اس کا اولین نقش ''قصیدۂ معراجیہ'' پر مولانا محمد حسن اثر قادری برکاتی نوری بدایونی علیہ الرحمہ کی مرقومہ تضمین سے ملتا ہے۔جناب ڈاکٹر سید اشرف علی ہلال جعفری (وفات ۵/ اکتوبر ۲۰۰۱ء) تضمین نگاری کے فن کا ایک معتبر نام ہے۔موصوف نے حضرت رضاؔ بریلوی، میر افقؔ کاظمی، عزیزؔ حاصل پوری، کیفؔ ٹونکی، بیدمؔ شاہ وارثی، مذاقؔ العیشی اور مولانا حسن رضا حسنؔ بریلوی کے علاوہ دیگر شعرا کے نعتیہ کلام پر بڑی خوب صورت تضمینیں قلم بند کی ہیں۔آپ کی مرقومہ تضمینوں کا مجموعہ پہلے ''مطلعِ انوار'' اور بعد میں ''کشولِ ہلال'' کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔آپ نے جہاں اعلیٰ حضرت کے دیگر کلام پر تضمین لکھی وہیں ''قصیدۂ معراجیہ'' کے ۶۱/ اشعار پر آپ کی تضمین قابلِ ذکر ہے۔مولانا محمد ادریس رضوی صاحب (امام سنی جامع مسجد، پتری پل، کلیان) نے بتایا کہ ڈاکٹر ہلال جعفری صاحب کی یہ تضمین ماہ نامہ جہانِ رضا، لاہور جلد ۷/ شمارہ نمبر ۶۸/ جنوری ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی تھی۔تلاشِ بسیار کے بعد مذکورہ شمارہ حاصل نہ ہو سکا،

ذیل میں ڈاکٹر جعفری صاحب کے ''قصیدۂ معراجیہ'' پر لکھے گئے دو تضمینی بند نشانِ خاطر کیجیے ؎

بساطِ کونین سج رہی تھی، چراغِ انوار جل رہے تھے
شبِ دنا کہکشاں کی چتون پہ حُسنِ فطرت کے دائرے تھے
قدم قدم پر روش روش پر ستارے جھک جھک کے کہہ رہے تھے
''وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے''

متاعِ حُسنِ ازل کی طلعت ضیاے بزمِ دنا کی عظمت
مہِ رسالت فروغِ طلعت چراغِ طاقِ حرم کی زینت
ہلالؔ ہو پھر قمر کی صورت بہ فیضِ فیضانِ اعلیٰ حضرت
''نبیِ رحمت شفیعِ اُمت رضاؔ پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے''

اعلیٰ حضرت کے معاصرین کے علاوہ اُن کے خلفا و تلامذہ نے بھی آپ کے کلام پر تضمین نگاری کا مظاہرہ کیا۔حضرت برہانِ ملت مولانا برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ نے سلامِ رضاؔ پر اور حضرت محدثِ اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے ''کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ

واہ'' پر تضمین لکھی۔بعد کے شعرا میں سید آلِ رسول حسنین میاں نظمیؔ مارہروی نے اعلیٰ حضرت کی ۱۷/ نعتوں پر تضامین لکھی، جو ''شانِ مصطفیٰ ﷺ'' کے نام سے شائع ہوئی۔جناب محمد عثمان اوجؔ نے ۱۲/ نعتوں اور مکمل سلام پر تضمین پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔مولانا محمد ادریس رضوی نے بھی کئی کلام اور ''کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروروں دُرود'' پر تضمین قلم بند کی جو ''نغماتِ بخشش'' اور ''سبیلِ بخشش'' میں شامل ہیں۔مولانا صلاح الدین ضیاؔ مصباحی کا بھی ایک مجموعہ ''سازِ بخشش'' منظرِ عام پر آیا، جس میں اعلیٰ حضرت کی ۱۵/ نعتوں پر تضمینیں موجود ہیں۔

ذیل میں کلامِ رضاؔ پر لکھی گئیں چند نمایندہ تضمینی بند نشانِ خاطر کریں ؎

حضور سید العلماء قدس سرہٗ:

سرورِ انبیا مالکِ جزو کل	وہ ہے نبیوں میں یوں جیسے غنچوں میں گل
بات تو صاف ہے پھر یہ کیوں شور و غل	''خلق سے اولیا، اولیا سے رُسل

اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ''

حضور محدثِ اعظم ہند قدس سرہٗ:

پنجۂ قدرت ہے ہر انگشت بہرِ بحر و بر	جب پھریں سورج پھرا اٹھیں تو دو ٹکڑے قمر
جھک رہا ہے ان کے آگے ابرِ نیساں کا بھی سر	''انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندّیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ''

مولانا نسیم بستوی:

ترا جلوہ جو دیکھا رسولوں نے تجھے وحدتِ حق کی دلیل کہا
زہے عز و رفعت قرآں نے تجھے عظمتِ ربِ جلیل کہا
تجھے فخرِ صفی و مسیح کہا، تجھے نازِ کلیم و خلیل کہا
''ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خَلق کو حق نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا، ترے خالقِ حُسن و ادا کی قسم''

پیر سید نصیر الدین نصیرؔ گولڑوی:

غمِ دوراں سے گھبرایئے، کس سے کہیے	اپنی اُلجھن کسے بتلایئے، کس سے کہیے
چیر کر دل کسے دکھلایئے، کس سے کہیے	''کس کا منہ تکیے، کہاں جایئے، کس سے کہیے

تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا''

سید محمد محبوب اختر الحامدی:

ہے کون سننے والا کسے حالِ دل سنائیں	محشر میں ہم کو پُرسشِ اعمال سے بچائیں
نادم ہیں روسیاہ، زیادہ نہ اب لجائیں	’’سرکار ہم کمینوں کے اَطوار پر نہ جائیں

آقا، حضور، اپنے کرم پر نظر کریں‘‘

شرفِ ملت سید محمد اشرف میاں مارہروی:

دور سے دیکھ کے جنت نے کیا میرا طواف	حشر کے روز مجھے مل ہی گیا ایسا غلاف
کہ ملائک بھی مجھے ڈھونڈتے ہیں چو اطراف	’’چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف

تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا‘‘

سید آلِ رسول حسنین میاں نظمیؔ مارہروی:

ملک و جن و بشر ارض و سما، ان کی اُمت میں ہے ساری اقلیم
نعمتیں حق سے ملی ہیں ان کو رب نے بخشی ہے انھیں شان کریم
رافع و دافع و نافع شافع، شاہد جلوہ رحمٰن و رحیم
’’اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں‘‘

علامہ بدر القادری:

گشتگانِ نگہ دہر نہ مایوس شوید	گر حیاتِ ابدی در دوجہاں می طلبید
لائی ہے خلدِ مدینہ سے صبا آج نوید	’’مرنے والوں کو یہاں ملتی ہے عمرِ جاوید

زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ مسیحائی دوست‘‘

مولانا محمد ادریس رضوی:

خزانے رکھتے ہیں دونوں جہاں کے شاہ زمن	مہکتے ہیں عرق مصطفیٰ سے سارے چمن
وہ رحمتوں کا خزانہ وہ نعمتوں کی بھرن	’’مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن

گیا جو کاسہ مہ لے کے شب گدائے فلک‘‘

مختصر یہ کہ کلامِ رضاؔ پر تضمین نگاری کا یہ ایک سفرِ مسلسل ہے جو کہ اب بھی جاری وساری ہے۔ یقیناً یہ بھی اردو زبان وادب کی ایک گراں قدر خدمت ہی ہے۔ کلامِ رضاؔ پر لکھی گئی تضمینوں کی تعداد کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا معلوم نہیں ہوتا کہ شعر وادب کی تاریخ میں شاید ہی اردو دنیا کا امام احمد رضا بریلوی کے علاوہ کوئی دوسرا نعت گو شاعر ہوگا جس کے کلام پر اتنی کثرت سے تضمین نگاری کی گئی ہو۔ اس بات سے بھی کلامِ رضاؔ کی شہرۂ آفاق مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ☆☆☆

امام احمد رضا کے معاصر

شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی: حیات وافکار

غلام مصطفیٰ رضوی
(نوری مشن مالیگاؤں)
gmrazvi92@gmail.com

دنیا کے بیش تر خطوں میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ عہدِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے بعد اولیاے اسلام نے انجام دیا۔ ہندوستان میں حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری، حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی، حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا دہلوی، حضرت علاء الدین صابر کلیری، حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری، حضرت راجہ قتال حسینی، حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ذواتِ بابرکات سے اسلام کی عظیم تبلیغ ہوئی اور سارا ہندوستان اسلام کی کرنوں میں نہا گیا۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی نے جامِ عرفاں سے تشنگانِ روحانیت کو ایسا سیراب کیا کہ معمولی مدت میں دلوں کی دنیا میں عظیم انقلاب کی دستک محسوس ہوئی اور بنجر زمیں شاداب ہوگئی۔ علاقۂ کچھوچھہ ہی کیا دور تک فیضِ مخدومی عام ہوا۔ حضرت محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی فرماتے ہیں: ’’کیا آنکھ والے نہیں دیکھتے کہ سمنان کے مطلع سے وہ آفتاب طلوع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی نورانی کرنوں اور شعاعوں سے عرب وعجم چمک اٹھا اور جس سعادت مند نے اس کی روشنی سے نفع حاصل کیا اس کے سر پر زرّیں تاج رکھ دیا گیا جس پر جلی حرفوں سے ’’اشرفی‘‘ لکھا ہوا ہے۔‘‘

(ماہ نامہ المیز ان کچھوچھہ، اکتوبر ۱۹۷۲ء، ص ۵۷)

حضرت شیخ المشائخ شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی کے خانوادے کے فردِ فرید اور سلسلۂ اشرفیہ کے عظیم داعی وروحانی اقدار کے امین تھے۔ آپ کی ذات اپنے عہد میں بڑی ممتاز اور جامع صفات تھی۔ خانقاہی نظام کے حوالے سے بے مثال تھے ہی امورِ شرع میں بھی گہری نگاہ رکھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ جہاں آپ کی ذات سے سلسلے کی اشاعت بڑے اور وسیع کینوس پر ہوئی وہیں خانقاہِ اشرفیہ کچھوچھہ میں اشاعتِ علم دین کے سلسلے میں بھی نمایاں پیشِ رفت

ہوئی اور باضابطہ درس گاہ کا قیام عمل میں آیا۔

ولادت:

۲۲؍ربیع الآخر ۱۲۶۶ھ میں پیر کے دن بہ وقت صبح صادق آپ کی ولادت ہوئی۔ نام سید علی حسین تجویز ہوا۔

تعلیم وتربیت:

چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں مولانا گل محمد خلیل آبادی نے بسم اللہ خوانی کرائی۔ مولانا امانت علی کچھوچھوی نے فارسی کی درسی کتابیں پڑھائیں۔ مولانا سلامت علی گورکھ پوری اور مولانا قلندر بخش کچھوچھوی سے بھی درس لیا۔

خلافت واجازت:

حضرت اشرفی میاں نے ۱۲۸۲ھ میں برادرِ اکبر حضرت سید شاہ ابو محمد اشرف حسین کچھوچھوی کے دستِ اقدس پر بیعت کی اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ مولانا مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں: ''آپ کے استاد مولوی قلندر بخش صاحب نے آپ سے بیعت کی اور فرمایا کہ مجھ کو مدت سے اس دن کا انتظار تھا، خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس نے آج میری مُراد پوری کی۔''

(پاسبان الہ آباد، مارچ اپریل ۱۹۶۲ء، امام احمد رضا نمبر، ص ۵۴)

اسی طرح خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ (وصال ۱۲۹۶ھ) نے بھی آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا، چوں کہ آپ حضرت خاتم الاکابر کے آخری خلیفہ تھے، اس لیے 'خاتم الخلفا' کہلائے۔

۱۲۹۰ھ میں حسبِ ارشاد ارواحِ بزرگان ایک سال کامل آستانۂ اشرفیہ پر حسبِ قاعدۂ مشائخ چلہ کشی فرمائی۔ اس مدت میں بہ برکتِ روحانی حضرت محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ و بہ توجہِ حضرت محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ تمام منازلِ ایقان وعرفان کو اس طرح سے طے فرمایا کہ آپ کی ذات بابرکات سے جہانگیری آثار و انوار ظاہر ہونے لگے، یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ بہت مدت کے بعد اس خاندان میں ایسا شخص صاحبِ رشد و ہدایت وتقدس نہاد ظاہر ہوا ہے۔ (نفسِ مصدر)

۱۲۹۷ھ میں خانقاہِ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے سجادہ نشیں ہوئے اور ۸؍محرم الحرام کو خرقۂ خاندانی جو ایک روایت کے مطابق حضرت مخدوم سمناں علیہ الرحمہ کا عطیہ تھا زیبِ تن فرمایا۔

وصال:

آسمانِ روحانیت کا یہ نیرِ تاباں کچھوچھہ کی سرزمینِ تقدیس میں ۱۱؍رجب المرجب ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں غروب ہوگیا۔ آپ کا مزار اقدس آج بھی مرجع خلائق ومنبعِ برکات ہے۔

فکر انگیز صدارتی خطبہ

حضرت اشرفی میاں اپنے عہد کے اکابر میں نمایاں تھے، متعدد تاریخی نوعیت کے اجلاس اور کانفرنسوں میں آپ نے صدارتی خطبات پیش کیے۔ ان خطبات کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ کے قلب وذہن میں ملت کے لیے درد وسوز تھا، مسلکِ حق اہلِ سُنّت کا وقار ہر جگہ اور ہر محاذ پر عزیز تھا، جمعیت واتحادِ اہلِ سُنّت کا جذبہ خطبات میں خوب عیاں ہے۔ آپ کی فکر ونظر میں تب وتاب ہے، مسلمانوں کے لیے پیامِ اخوت ہے، سلاسلِ طریقت کے لیے مل جُل کر رہنے کا جذبۂ فراواں ہے، عزم محکم، جہدِ مسلسل کا درس ہے۔ ایسے ہی ایک خطبے پر یہاں تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے حضرت اشرفی میاں کی طرف سے حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی نے آل انڈیا سنی کانفرنس (مرادآباد) کے تاسیسی اجلاس میں پیش کیا جو ۱۹۲۵ء میں انعقاد پذیر ہوا۔ اس خطبے میں ایک دستور ہے جس میں مسلمانوں کے لیے ایمان وعقیدے کی سلامتی کے ساتھ ہی اپنے مذہبی تشخص کی بقا کی فکر بھی مستور ہے۔ سازشوں سے نمٹنے کے لیے ٹھوس لائحۂ عمل بھی نہاں ہے۔ راقم خطبے کے چیدہ چیدہ پہلو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے جس سے حضرت اشرفی میاں کی فکر وبصیرت کا اندازہ بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے۔

دعوتِ حق کا نظارہ:

اپنے معرکہ آرا خطبے میں حضرت اشرفی میاں فرماتے ہیں: ''دیکھنے والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ عرب کے افق اور فاران کے مطلع سے ایک بے نظیر آفتابِ قرب وخورشیدِ محبوبیت چمکا جس کی نورانی شعاعوں نے تمام عالم کو روزِ روشن کر دیا۔ اور جس کی گرمی کا نظارہ آج بھی کرلو کہ کرۂ زمیں کے چپے چپے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دھوم ہے، ان توحید کے متوالوں اور شمعِ رسالت کے پروانوں کی حیات کا مطمحِ نظر اور زندگی کا مقصد غیرِ حق سے ہٹ کر صرف اعلانِ حق ہوگیا۔ چناں چہ یہی جذبہ تھا جو توحید کا نعرہ مکہ معظمہ کی گلیوں اور مدینہ طیبہ کے کوچوں ہی میں چکر کھا کر نہیں رہ گیا، بلکہ جزیرۃ العرب سے نکلا، ایشیا وافریقہ ویورپ غرض ربع ارض مسکونہ میں پھیل گیا، اور اسلامی تکبیر کی آوازِ بازگشت یورپ کے ایوانوں، افریقہ کے صحراؤں اور ایشیا کے پہاڑوں سے آنے لگی...... یہی اعلانِ حق کا جذبہ تھا جس کے نشہ نے توحید ورسالت کے متوالوں سے گھر بار وعزیز و یار سب کچھ چھڑایا۔ اور دنیا

نے دیکھا کہ حق پرستوں کا گروہ عرب سے نکل کر دنیا میں پھیل گیا۔ کیا تم اس کو نہیں پہچانتے جو عرب سے 'چشت' آیا اور بڑھتے بڑھتے جس نے سرزمینِ ہند میں آ کر اعلانِ حق کا فریضہ ادا کیا۔ اور اپنی قوت و صداقت سے بڑے بڑے نبرد آزماؤں کے زورِ بازو اور شجاعت کے غرور کو خاک میں ملا یا۔ جس پر دارالخیر اجمیر شریف کا تقدس قیامت تک گواہ رہے گا۔ یہی سرور تھا جس نے غوث العالم محبوبِ یزدانی تارکِ سلطنت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کو سمنان کے آزاد تخت و تاج سے علاحدہ کر کے ہندوستان کے ایک قصبہ کچھوچھہ شریف میں بٹھا دیا۔ اور آج اس بارگاہ بے کس پناہ کی عظمت محتاجِ بیان نہیں۔ مجھے اب اس کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ مسلمان اعلانِ حق کرنے والوں کا نام تھا، اور اسی جذبے نے قومِ مسلم کو عزت دی تھی۔''

(ماہ نامہ المیزان، کچھوچھہ، اپریل مئی ۱۹۷۲ء، ص ۷، بہ حوالہ ماہ نامہ اشرفی مئی ۱۹۲۵ء)

اعلانِ حق:

''یہاں اتنا اور بتا دوں کہ اعلانِ حق کی استعداد اس قلب میں پیدا ہوتی ہے جس میں جرأت و ہمت، عقل و فراست، دین و دیانت، استقلال و شجاعت، صبر و قناعت، تحمل و مُروت موجود ہو، اور اگر ان میں کسی ایک کی کمی ہو تو اعلانِ حق صحیح معنوں میں ایک امرِ محال ہے۔ (لیکن) اگر آپ کا دل مادّی قوتوں سے مرعوب ہو چکا ہے یا دین کا پاس اور دیانت کا لحاظ معاذ اللہ باقی نہیں رہا یا ناکامیوں کو یاد کر کے سکتہ طاری ہو جاتا ہے یا شکم پروری و دنیا طلبی مدِ نظر ہے یا شہرت پسندی یا اظہارِ جاہ و جلالت مطلوب ہے تو آسمان کے تارے اور زمین کے ذرے گواہ ہیں کہ اس کا نتیجہ دارین کی روسیاہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔'' (نفسِ مصدر، ص ۷۔۸)

اعلاے کلمۃ الحق اور احیاے دین:

''جب تک قومِ مسلم میں صفاتِ خمسہ مذکورہ کا وجود تھا اس وقت تک اعلانِ حق کا عروج کسی پر پوشیدہ نہ تھا۔ لیکن جب سے بساطِ عالم کا رُخ بادِ مخالف سے پلٹ گیا (تو) اسلامی تنظیم و اجتماع کے خلاف خروج و بغاوت کا مادہ پیدا ہوا۔ اور شور و غُل اس قدر بڑھ گیا کہ اعلانِ حق کا امتیاز دشوار ہو گیا۔ اس نازک وقت میں علماے کرام و علم برادرانِ شریعت کے لیے جائز نہ تھا کہ وہ اس کے دفاع سے غفلت برتیں۔ اور تہلکہ کو نذرِ تغافل کر دیں، چناں چہ ہندوستانیوں نے دیکھا کہ بدایوں میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور رام پور میں حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب اور لکھنؤ میں حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وغیرہ وغیرہ اور سرزمینِ بریلی پر ایک حق گو حق

پرست اور حق شناس ہستی تھی جس نے بلا خوف لومۃ لائم اعلانِ حق کے لیے میدانِ جہاد میں قدم رکھ دیا، اور قوم کے تفرقوں سے بے پروا ہو کر اپنی اس شانِ امامت و تجدید کو عرب و عجم پر روشن کر دیا جس کی عظمت کے سامنے اعداے دین کے کلیجے تھرّاتے رہے، میرا اشارہ امامِ اہلِ سُنّت مجدد ماءۃِ حاضرہ (امام احمد رضا) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف ہے جن کے فراق نے میرے بازو کو کم زور کر دیا اور مسلمانوں کو جن کی وفات نے بے کس و ناتواں کر دیا۔ اس امامِ وقت کی وفات ہند میں کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ اس عظیم انقلاب کا پہلا واقعہ تھا جس کی گردش میں آج ہم آپ پریشان ہیں۔''

(نفسِ مصدر، ص ۸)

اس اقتباس میں ملتِ اسلامیہ کو گم رہی سے بچانے کے لیے علماے حق بالخصوص امام احمد رضا کی احیاے دین کے لیے خدمات کا ذکرِ خیر ہے، ساتھ ہی امامِ اہلِ سُنّت کی رحلت (۱۹۲۱ء) کی یاد تازہ کر کے تاسف فرمایا ہے کہ وہ فتنے جو امام کے کارِ تجدید سے نیم جاں ہو گئے تھے وہ پھر سر اُبھار رہے ہیں لہٰذا ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کے مشن کو پھر سے تازہ کیا جائے۔

اساتین اسلام کا مدعا اور جمعیت:

''(ملتِ اسلامیہ کے اضطراب کا) جواب صرف اتنا ہے کہ مسلمانوں نے اپنا فرض فراموش کر دیا انھیں یاد نہیں رہا کہ ہم ہندوستان کیوں آئے تھے۔ ہم نے زمین داری، تجارت، ملازمت وغیرہ ہی کو مقصودِ اصلی قرار دے دیا۔ اور اس کا خیال نہ رہا کہ اس قسم کی حرص دنیا میں ہرگز یہ قوت نہ تھی کہ ہم کو ہمارے بابرکت گھر سے علاحدہ کر دیتی۔ اگر راحتِ دنیا کوئی قابلِ قدر چیز ہوتی تو گروہِ انبیا سلاطینِ وقت ہوتا اور کربلا کی انجمن جلتے تپتے ریگستان پر قائم نہ ہوتی اور ہم تو اپنی کہتے ہیں کہ بغداد کا راج اور سمنان و تخت و تاج چھوڑ کر آج ہندوستان کی مشکلات کو اختیار نہ کیا جاتا؛ مگر ہمارے بزرگوں نے اپنے نظامِ حیات سے اس حقیقت کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا کہ مسلمانوں کے سفر و قیام کا صرف ایک مدعا ہے اور وہ اعلانِ حق ہے، مگر ہماری خاموشی اور غفلتوں کی انتہا ہے کہ صفاتِ محمودہ آہستہ آہستہ ہم سے رُخصت ہوتے جاتے ہیں۔ اور ہمارے تفرق و تشتت کا افسوس ناک منظر ہمارے اعدا گوشہ دے دے کر ابھار رہے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ اب بھی ہندوستان میں مشائخ کرام و علماے عظام کی مبارک ہستیاں موجود ہیں۔ جن کی برکت سے اس تاریک ماحول کا زمین و آسمان قائم ہے مگر سب کا شیرازہ اس طرح بکھرا ہوا ہے کہ ہر ہستی کے مقامی اثر کا پھیلاؤ ایک درجے پر جا کر محدود ہو گیا ہے، اور وہ اپنے تمام کاموں کا تنہا ذمہ دار رہ گیا ہے۔ اور اب بھی مسلمانوں کا بڑا گروہ ان کی برکت سے محروم ہے۔ اسی کا

نتیجہ ہے کہ مشرکوں نے نڈر ہو کر ملکانہ کے علاقہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ان کے سایۂ عاطفت سے یہ خطہ برسوں سے علاحدہ پڑا تھا، جب اشرفی جھنڈا اس علاقے میں پہنچا تو میں نے خود جا کر دیکھا کہ کام کرنے والوں کی دشواریاں اس درجہ بڑھی ہوئی ہیں جن کا تصوّر بھی گھر بیٹھنے والے دماغ پر بار ہے۔'' (نفسِ مصدر، ص ۸۔۹)

فتنوں کی یورش:

''پیارے عزیزو! اگر ہم اسی حالت میں ہوں اور ہم پر قیامت برپا کر دی جائے اور سب سے پہلا سوال یہ ہو کہ اعدائے اسلام مملکتِ اسلامیہ کی دھجیاں اڑاتے تھے، ابنِ سعود نجدی حرمِ پاک کی بے حرمتی اور عتباتِ عالیہ کو منہدم کرتا تھا، تمھارے پڑوس میں توہب کا زور وشور اور اس کے فتنوں کا بازار گرم تھا، قادیانیوں کی بدزبانیاں بڑھی ہوئی تھیں، اور فتنۂ ارتداد روز بروز بڑھتا جاتا تھا تو اس وقت اے اسلام کے مدعیو! تم نے کیا کر کے دکھایا؟ سچ بتاؤ اس سوال کا جواب ہمارے پاس کیا ہوگا؟'' (نفسِ مصدر، ص ۱۰)

اس سوال میں کیسا درد ہے؟ ایسے عالم میں جب کہ چہار سمت سے عظمتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملے ہو رہے تھے، گستاخی وجسارت کی فضا ہموار کی جا چکی تھی، ایمان کے تحفظ نیز گستاخوں کی بیخ کنی کی غرض سے مسلمانوں کو بیدار کیا ہے۔ ضرورت توجہ کی ہے۔

''مرنے سے پہلے توبہ کر لو اور قیامت آنے سے پیش تر توشہ جمع کر لو، جمعیت کی موت کو اپنی تباہی کا مقدمہ سمجھو اور اس کو دائمی حیات سے مطمئن کر لو۔ اب میں مختصر لفظوں میں صرف اتنا کہوں گا کہ ہماری تاریخ کی ابتدا اور انتہا میں جو زمین وآسمان کا فرق ہے وہ آپ پر ظاہر ہو گیا اور آپ نے سمجھ لیا کہ اس مصیبت کا خاتمہ اسی پر موقوف ہے کہ منتشر قوتیں یک جا کر دی جائیں اور خانقاہ ومدرسہ سے لے کر غریب مسلمانوں کے جھوپڑے تک کو ایک سلسلے میں منسلک کر دیا جائے، اور اپنی تمام ملکی قومی اور مذہبی امور کی باگ اس طرح حضرات علمائے کرام کے مقدس ہاتھوں میں دے دی جائے جس سے سرتابی کی مجال کسی میں باقی نہ رہے۔'' (نفسِ مصدر)

اتحاد کا پیام:

سوز وگداز سے بھرپور اور اتحاد کی فکر سے آراستہ مختصر وجامع پیام بھی زبانِ اشرفی میاں سے سُن لو: ''اے میرے پیارے سنیو اور عزیز اشرفیو! خدا کرے کہ تم غفلت کو ہٹاؤ اور ہوشیار ہو، اغیار کو پہچانو! اپنی تنظیم کی قدر کرو۔ محبت واتفاق کا تخم جماؤ، بڑھو، پھولو، پھلو اور تمھارے اقتدار کا پرچم زمین پر

لہراتا ہو۔ ع

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد'' (نفسِ مصدر، ص ۱۱)

امام احمد رضا سے تعلقات و روابط

مجدد اسلام امام اہلِ سنّت امام احمد رضا محدث بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی ذات مرجع علما تھی، عرب وعجم کے مشاہیر نے آپ کو اپنا امام ومقتدا جانا، دینی وعلمی خدمات کا شہرہ دینی مدارس سے لے کر عالمی جامعات ویونی ورسٹیوں تک پھیلا اور آج ایمان وعقیدہ اور خدمتِ دینی کے اعتبار سے گزری کئی صدیوں میں امام احمد رضا کی ذات یکتا ومنفرد اور ممتاز نظر آتی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ؛ شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں قدس سرہٗ کی عظمتوں کے قدرداں تھے، آپ کی شان ومدح میں کئی ملفوظات یادگار رہیں۔ یوں ہی حضرت اشرفی میاں بھی امام احمد رضا کی شان وآن بان، علم وفن وخدماتِ دینِ مبیں کے معترف تھے۔ دونوں بزرگوں کے تعلقات ومراسم پر روشنی ڈالتے ہوئے ماہ نامہ المیزان ادارتی نوٹ میں لکھتا ہے:

''اعلیٰ حضرت اشرفی میاں صاحب کچھوچھوی قدس سرہٗ متوفیٰ ۱۱؍رجب المرجب ۱۳۵۵ھ شہر بریلی رونق افروز ہوئے، تو وہیں امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ سے ملاقات ہوئی اور پھر سلسلہ دراز ہی ہوتا گیا۔ دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے کو بہت قریب سے دیکھا اور مراتبِ علیا سے واقف ہوئے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں صاحب امام موصوف کے تبحرِ علمی اور دینی فہم وبصیرت کے بہت معترف تھے، اسی طرح امام احمد رضا بھی اعلیٰ حضرت (اشرفی میاں) کی مشیخت اور جمالِ ظاہری وباطنی نیز روحانی کمالات کے دل دادہ تھے۔ ایک مقام پر امام موصوف نے ایک شعر میں اعلیٰ حضرت (اشرفی میاں) کے امتیازی اوصاف کو نہایت بلیغ اور دل کش انداز میں پیش کیا تھا، جو درج ذیل ہے ؎

اشرفی اے رُخت آئینۂ حُسنِ خوباں
اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں''

(ماہ نامہ المیزان، کچھوچھہ، دسمبر ۱۹۷۱ء، ص ۴۸)

امام اہلِ سنّت کے شعر مذکور پر متعدد تضمینیں لکھی گئی ہیں، محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے جو تضمین کہی اس کا مقطع ملاحظہ کریں ؎

کیا بیاں تیرا کرے سیّد آشفتہ بیاں — تر زباں اند بمدحت چو نعیمِ دوراں
تو رامکھ دیکھ کے اُس بولے رضا شیخِ جہاں — ''اشرفی اے رُخت آئینۂ حُسنِ خوباں
اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں''

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں اختؔر کچھوچھوی نے اپنی تضمین کے مقطع میں یوں ارشاد فرمایا ؎

تیری تخصیص نہیں اختؔر آشفتہ بیاں — کتنے اختر ہیں نشید آرا ترنم ریزاں
دیکھ خود شیخ رضؔا بھی ہیں یوں گوہر افشاں — ''اشرفی اے رُخت آئینۂ حُسنِ خوباں
اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں''

فکری ہم آہنگی:

شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں نے ایک نصیحت میں فرمایا: ''میرا مسلک شریعت وطریقت میں وہی ہے جو حضور پُرنور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ کا ہے۔''
(سُنّی آواز ناگ پور، جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷ء، ص ۴۸؛ بہ حوالہ ہفت روزہ رضوان لاہور)

اشاعتِ سُنّیت اور خدمتِ دینِ متین نیز تردیدِ فرقِ ہائے باطلہ کے لیے امام احمد رضا اور حضرت اشرفی میاں میں فکری مماثلت و ذہنی ارتباط کا نظارہ ان بزرگوں کے اقوال و افعال سے ہوتا ہے، مولانا یٰسین اختر مصباحی (بانی وصدر دارالقلم دہلی) رقم طراز ہیں:

''شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (وصال ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) قدس سرہٗ خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمدی مارَہروی قدس سرہٗ کے خاتم الخُلفا تھے۔ حضرت خاتم الخُلفا (اشرفی میاں) کا یہ ایمان افروز وگراں قدر اِرشاد وفرمانِ ھدایت نشان ہے کہ:

''فقیر کو حضرت مولانا سید شاہ آلِ رسول مارَہروی قدس سرہٗ سے شرفِ خلافت حاصل ہے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی بھی ان کے دربار سے فیض یاب ہیں۔ فقیر اور وہ اس رشتے سے پیر بھائی ہوئے۔ میرا مُرید اُن کا مُرید ہے اور اُن کا مُرید فقیر کا مُرید ہے۔ جو اِس کے خلاف ہے، فقیر اُس سے بَری ہے۔''

(علمائے اہل سنت کی بصیرت وقیادت، ۴۲۴۔۴۲۵، مجلسِ فکرِ رضا لدھیانہ ۲۰۱۲ء)

روحانی اعتبار سے حضرت اشرفی میاں انفرادی مقام پر فائز تھے۔ وصالِ امام احمد رضا کی اطلاع کچھوچھہ مقدسہ میں پہنچی نہیں تھی کہ نگہِ روحانیت سے آپ نے ملاحظہ فرمالیا تھا، اس بابت حضرت محدث اعظم سید محمد اشرفی کچھوچھوی فرماتے ہیں:

''مَیں اپنے مکان پر تھا اور بریلی کے حالات سے بے خبر تھا، میرے حضور شیخ المشائخ (اشرفی میاں) قدس سرہ العزیز وضو فرمارہے تھے کہ یک بارگی رونے لگے، یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے، مَیں آگے بڑھا تو فرمایا کہ: بیٹا! مَیں فرشتوں کے کاندھے پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں۔ چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا تو ہمارے گھر میں کہرام پڑ گیا۔'' (مجددِ اعظم، مشمولہ سُنّی آواز ناگ پور، جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷ء، ص ۹۰)

اللہ کریم ہمیں شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں قدس سرہٗ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کا مقدس مشن ہی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ گردشِ دوراں اور ہنگامِ زماں کا تقاضا ہے کہ ہم حضرت اشرفی میاں کے افکار و مشن کو اپنی حیات کا وطیرہ بنائیں۔ ان کی متعین کردہ راہ جو اسلاف کی راہ ہے، مشائخ اسلام کی راہ ہے، اگر ان کو عمل کے گام پر سجالیں تو بہاریں چھا جائیں گی۔ موجودہ دور فکری انحطاط کا دور ہے۔ ایمان کی سلامتی اور افکار کی دمک اسی میں ہے کہ اسلاف کے دامن کو مضبوطی سے تھاما جائے۔ ان کے ارشادات کو اپنایا جائے۔ ان کی تعلیمات سے رشتۂ فکر مضبوط کیا جائے۔ اسی میں ہماری خیرخواہی ہے۔

یاد رکھیں! انھوں نے ایمان وعقیدے کو مقدم رکھا، مصلحت کی سیاست سے کوسوں دور رہے۔ گستاخوں سے کنارہ کش اور ان کی تردید میں صفِ اول میں رہے اس لیے اس رُخ سے بھی ان کے افکار کی اشاعت کی ضرورت ہے۔ ایمانی رشتہ کم زور ہوگیا تو نسبت بھی کم زور ہوجائے گی۔ نسبت کا استحکام ایمان کی سلامتی وحفاظت سے ہے۔ گستاخوں سے مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کی حفاظت کا جو درس شیخ المشائخ کی حیاتِ طیبہ سے ملتا ہے اس کی اشاعت وتوسیع ہی ان سے محبت و الفت کا حاصل ہے۔

☆☆☆

شدھی تحریک اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی

یٰسین اختر مصباحی، دارالقلم دہلی

[آزادی سے قبل مشرکین سے اتحاد کا بھیانک نتیجہ ''شدھی تحریک'' کی شکل میں ظاہر ہوا۔ لاکھوں مسلمان فتنۂ ارتداد کے شکار ہوئے۔ ہندو بنائے گئے۔ اس فتنے کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ کی قائم کردہ مبارک تحریک ''جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی'' کا نمایاں کردار رہا۔ جس نے حفاظتِ اسلام کا فریضہ انجام دیا اور وہ تبلیغی فریضہ نبھایا جس کی مثال اس صدی میں نہیں ملتی۔ لاکھوں افراد کو دائرہ اسلام میں داخل کر کے شدھی تحریک کو گھر تک پہنچایا۔ اور اس کے جراثیم کا خاتمہ ہوا۔ عزیمت و استقامت کے ساتھ دعوت و تبلیغ اسلام کا حقیقی و عملی مظاہرہ اس مبارک جماعت سے منصۂ شہود پر آیا۔ اِس زمانے میں پھر اسی فتنۂ ارتداد کے جراثیم نئی شکل میں سر اُبھار رہے ہیں؛ اس لیے ضروری ہے کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کے نقوش کو مشعلِ راہ بنا کر فتنوں کی بیخ کنی کی جائے۔ پیش نظر تحریر اسی مبارک جماعت کے بعض اجمالی تجزیے پر مشتمل ہے۔ مدیر]

ہندوؤں کو منظم اور مسلمانوں کے خلاف متحرک کرنے کے لیے سُوامی دَیانَند سَرَسُوَتی نے ۱۰/اپریل ۱۸۷۵ء کو ''آرِیہ سماج'' کے نام سے بمبئی میں ایک تنظیم قائم کی، جس کا پہلا باضابطہ اجلاس ۲۴/جون ۱۸۷۷ء کو لاہور کے اندر ہوا۔ اور اس تنظیم کو اس کے اغراض و مقاصد کے ساتھ ہندوستان بھر میں سرگرم کرنے کے لیے متعدِّد تجاویز اور قراردادیں پاس ہوئیں۔

سُوامی دیانند سرسوتی نے اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کے لیے ایک کتاب بنام ''ستّیارتھ پَرکاش'' لکھی جس میں قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبوی کو بطورِ خاص نشانہ بنایا۔

اس سوامی دیانند سرسوتی کی موت (۳۰/اکتوبر ۱۸۸۳ء) کے بعد سوامی کا جانشین سُوامی شَردَھانَند (مقتول ۲۳/دسمبر ۱۹۲۶ء) ہُوا، جس نے مسلمانانِ ہند کو ہندو بنانے کی متعصِّبانہ وجارِحانہ مُہم بنام شُدِّھی کا مُنظَّم آغاز کیا۔

شُدِّھی کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کو پاک وصاف کر کے انھیں ہندو بنالیا جائے۔ اس شُدِّھی تحریک سے دہلی، پنجاب (بشمول موجودہ صوبہ ہریانہ) متھرا، آگرہ، جھانسی، اَلوَر، بھرت پور وغیرہ

کے مختلف علاقے بہت زیادہ متأثر ہوئے اور ہزار ہا ہزار سادہ لوح و غُربَت زدہ مسلمان دائرۂ اسلام سے نکل کر ہندوؤں کی آغوش میں چلے گئے۔ معاذَ اللہِ رَبِّ العٰلَمِین۔

۱۹۲۳ء۔ ۱۹۲۴ء میں شُدِّھی تحریک نے مَلکانہ وراج پوتانہ میں بڑی تیاری اور تیزی کے ساتھ اپنے ہاتھ پاؤں پھیلا دیے۔ اس شُدِّھی تحریک یعنی تحریکِ اِرتِدادِ مسلمین کی روک تھام کے لیے سب سے پہلے عُلماے اہلِ سُنَّت میدانِ عمل آئے۔

چنان چہ فقیہِ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے دونوں شہزادگان، حُجۃُ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) ومفتیِ اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی (وصال محرم ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) کی سرپرستی وصدارت میں بروزِ جمعہ بعد نمازِ مغرب ۸/جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ/مطابق ۲۶/جنوری ۱۹۲۳ء، مسجد بی بی جی، بریلی میں فتنۂ اِرتِداد کے خلاف منصوبہ بندی واِقدام کے سلسلے میں امام احمد رضا کی قائم کردہ ''جماعتِ رضائے مصطفیٰ'' (تشکیل در ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) کی جانب سے ایک بڑا اِجلاس ہوا۔ اِس اِجلاس میں شرکت اور اسے خطاب کرنے والے عُلماے اہلِ سُنَّت کے اَسماے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

صدرُالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا رحم الٰہی منگلوری سہارن پوری، مولانا عبدالعلیم صدّیقی میرٹھی، مولانا حسنین رضا بریلوی، مفتی محمد عبدالباقی بُرہانُ الحق رضوی جبل پوری، مولانا اَبرار حسن تِلہری شاہجہاں پوری، مولانا سید غُلام قطب الدین سَہسوانی، مولانا حشمت علی رضوی پیلی بھیتی، مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی، نواب وحید احمد خاں بریلوی، اور منشی فدا یار خاں بریلوی نیز اساتذۂ دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی وعمائد ومُعزَّزِینِ شہر بریلی۔

اِس اِجلاس میں صدرُالافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (وصال ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کی تقریر کی رپورٹ، ہفت روزہ دبدبۂ سِکندری، رام پور (صوبہ اتر پردیش، انڈیا) میں اس طرح شائع ہوئی:

''استاذُ العلماء حضرت مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مُدَّ ظِلُّہُمُ العَالِی نے اسلام کی حقانیت اور اس کی عظمت کا ایسا نقشہ صفحاتِ قلوب پر کھینچا جس سے مسلمانوں کے دِل اسلام کی محبت کے مَزے لینے لگے۔

اور اِس فتنۂ اِرتِداد کا اِس طرح بیان فرمایا کہ:
مجمع کا دل دَہل گیا اور مجمع چیخیں مار مار کر رونے لگا۔

آپ نے مسلمانوں کو اِتباعِ شریعت کی طرف توجہ دلائی اور اَحکامِ اسلامی کی خلاف ورزی

کومسلمانوں کی کم زوری اور مخالفینِ اسلام کی جرأت و ہمت کی عِلّت ثابت کیا۔

الحمدُ للہ! اس کا اثر مُرتّب ہوا کہ مجمع نے بِالْاِعلان بلند آوازوں سے تمام خلافِ شرع باتوں سے توبہ کی۔ آپ نے مسلمانوں کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ ایک وقت مسائلِ شرعیہ سیکھنے کا مقرر کریں۔

پھر وفد کے جانے اور اپنے بہکے ہوئے بھائیوں کو راہ پر لانے اور ان کی دینی خدمت کرنے کا ذِکر کیا۔

اور یہ بھی بتایا کہ اس وفد کو کسی کی مخالفت اور مباحثہ وغیرہ سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ وفد اپنے اسلامی بھائیوں کو پابندِ اسلام بنانے کی کوشش کرے گا۔ ایک ایک کلمہ جو آپ کی زبانِ مبارک سے نکلتا تھا۔ دِلوں میں اُترجاتا تھا‘‘ الخ

(ص ۵، دبدبۂ سکندری، رام پور (صوبہ اتر پردیش، انڈیا) شمارہ ۵ر فروری ۱۹۲۳ء)

اس اِجلاس میں طے کیا گیا کہ: متاثرہ علاقوں میں تبلیغی وفود بھیجے جائیں۔ جگہ جگہ مدارس و مکاتب قائم کیے جائیں۔ مسلمانوں کو اسلام پر قائم رہ کر اس کی ہدایات وتعلیمات پر عمل کرنے کی ترغیب دی جائے۔ گم راہ اور مُرتد ہوجانے والوں کو دعوت ومَوعِظت کے ذریعہ اسلام سے قریب کرنے اور انھیں دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل کرنے کی حکیمانہ وداعِیانہ کوشش کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ

جماعتِ رضائے مصطفیٰ بریلی کا پہلا وفد ۲۷ر جنوری ۱۹۲۳ء کو بریلی سے روانہ ہوا، جس نے میرٹھ و بلند شہر و علی گڑھ وغیرہ کے حالات کی سنگینی کا جائزہ لیتے ہوئے اور ان مقامات پر کچھ دَعوتی و تبلیغی کام کرتے ہوئے آگرہ پہنچ کر اسے اپنا تبلیغی ہیڈ کوارٹر بنایا اور اَطراف وجوانب میں آگرہ ہی سے ہرطرح کی تبلیغی سرگرمیوں کا اس نے آغاز کیا۔

بریلی اسٹیشن سے روانگی کے وقت (بروز ہفتہ ۹ر جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ/۲۷ر جنوری ۱۹۲۳ء) درجنوں عُلمائے اہلِ سُنّت اور سیکڑوں عوام وخواص کو نواب وحید احمد صاحب بریلوی ناظرِ جماعتِ رضائے مصطفیٰ بریلی نے یہ پیغام دیا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ برادران و دردمندانِ اِسلام!

یہ جلسہ آج دل وجگر پر کاری ضرب کھانے کے بعد کراہنے اور ٹھنڈی آہیں کھینچنے اور اپنی بد نصیبی پر رونے کے لیے منعقد کیا گیا ہے۔

افسوس! اسلام جیسا مقدس مذہب جس کے سامنے دُنیا سَرِ نیاز خم کیے چلی جاتی ہے اور آئے دن قوموں کی قومیں اور فوجوں کی فوجیں اس کے حلقۂ اِطاعت میں داخل ہوتی رہتی تھیں، آج ہم بد

نصیب، کم ہمت، نامرد، بُزدل، غفلت شِعار، ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی بے پَروائیوں کی بدولت اس حال کو پہنچ گیا کہ ہنود جیسی قوم کہ جس کے یہاں ایک خارج شدہ ہندو کو پھر اپنے مذہب میں واپس لینا دُشوار ہے، گاؤں گاؤں میں شُدّھی سبھائیں قائم کرے اور ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کو ہندو بناڈالنے کے اعلان پر اعلان کرائے؟

مسلمان کسی پر چڑھ کر نہیں گئے۔ کوئی حملہ نہیں کیا۔ بلکہ اِتحادِ ہنود میں محو ہو رہے ہیں۔ ان کے لیڈر اپنے مذہبی شعائر تک کو اس اتحاد کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔

ریاستِ حیدرآباد دَکن میں ان کی خاطر ذبیحۂ گاؤ کو بند کر کے مسلمانوں کو ان کے جائز شرعی مذہبی حق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اس پر بھی ہندوؤں کا غصہ کسی طرح فرو نہیں ہوسکتا اور ان کی آتشِ غضب کے بھڑکتے ہوئے شعلے دَم بدم ترقی کرتے چلے جارہے ہیں۔

ملتان، لاہور، امرتسر، آرہ، کٹار پور وغیرہ کے واقعات آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔

ہندو مَہاسَبھا کے اِجلاس، گیا (بہار) میں پنڈت مدن موہن مالویہ نے ہندوؤں میں کیسے اِشتدادی انتظام کی کوشش کی۔ اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف مسلّح کرنے کی رائے دے کر مسلمانوں کے لیے کیسا خطرۂ عظیم پیدا کر دیا ہے؟

برادرانِ اسلام، عُلما کے اقدام سے ڈر رہے تھے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا　　آگے آگے دیکھیے، ہوتا ہے کیا؟

خدا خیر کرے! ابھی تو اس سمندر میں طغیانی کے آثار نمودار ہوئے ہیں۔ مَوجوں کا تلاطُم کیا حال کرے گا۔ یہ حال دیکھ کر تمام مسلم اخبارات نے شور برپا کر رکھا ہے کہ عُلمائے اسلام دوڑیں۔ ڈوبتوں کو بچائیں۔ بھٹکتوں کو سمجھائیں۔ غریب کم زور مسلمانوں کی دست گیری کریں۔

ہندوستان کی مختلف جماعتوں کو بھی خطاب کیا جاتا ہے۔ طبقۂ عُلما کو بھی آوازیں دی جاتی ہیں۔ روزانہ اخبار دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن اب تک نظر نہیں آیا کہ کوئی جماعت مسلمانوں کی حمایت میں بے تابانہ میدانِ عمل میں آئی ہو۔ اس لیے ’’جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی‘‘ نے باوصف کمالِ بے اِستطاعتی، بے سامانی، قدم اُٹھایا اور اپنے عُلما کو توجُّہ دلا کر ایک چھوٹا سا وفد بناڈالا جو دس (۱۰) ارکان پر مشتمل ہے۔ اور اس وقت آپ کے سامنے اسلامی خدمت کے لیے کمر بستہ تیار ہے۔‘‘ الخ۔ (ص ۵ و ۶، ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور (صوبہ اتر پردیش، انڈیا) بابت ۵ر فروری ۱۹۲۳ء)

بروز شنبہ بتاریخ ۹ر جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ/۲۷ر جنوری ۱۹۲۳ء بریلی سے روانہ ہونے والے تبلیغی ودَعوَتی وفد کی قیادت مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی (وصال محرمُ الحرام

۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) نے فرمائی اور دس (۱۰) عُلمائے اہلِ سُنّت اس وفد میں شامل تھے۔ دس ارکانِ وفد کے اَسما کہیں یک جانظر سے نہیں گزرے مگر مختلف رپورٹوں سے جو نام سامنے آتے ہیں ان میں حضرت مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی وحضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی وحضرت مولانا حشمت علی رضوی پیلی بھیتی وحضرت مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی کے نام نمایاں ہیں۔

آگرہ میں حضرت مولانا سید دیدار علی اَلْوَرِی خطیب وامام شاہی مسجد آگرہ، خلیفۂ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی نے وفدِ جماعت کی تائید وحمایت وإعانت بڑے اخلاص اور سرگرمی کے ساتھ کی۔ اسی طرح آپ کے صاحب زادے ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی اَلْوَرِی ثُمَّ لاہوری نے بھی اس وفد کی نصرت وإعانت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اَضلاعِ میرٹھ وبلند شہر وعلی گڑھ کا دَورہ کرتے ہوئے جب یہ وفد آگرہ پہنچا جہاں سُوامی شَردھانند (مقتول ۱۹۲۶ء) نے ''شُدّھی بھارتی سبھا'' قائم کرکے آگرہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا تھا، تو مسلمانانِ آگرہ نے جماعتِ رضائے مصطفیٰ بریلی کا والہانہ اور پُرجوش اِستقبال کیا۔ جس کی ایک مطبوعہ رپورٹ یہ ہے:

''وفدِ اسلام دَورہ کرتا ہُوا آگرہ پہنچا۔ یہاں کے مفتیِ شہر حضرت مولانا مولوی سید محمد دیدار علی صاحب (اَلْوَرِی) اور ان کے فرزندِ اَرجمند جناب مولانا مولوی مفتی سید احمد صاحب نے اس وفد کا کمالِ احترام کیا اور اس کی اِعانت میں بہت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ ان کی محنتوں اور مخلصانہ کوششوں سے وفد کو اپنی ابتدائی حالت میں بڑی تقویت ہوئی۔

انھیں کے اثر سے شہر کے باشندوں نے وفد کے ساتھ بہت ہمدردی کی۔ جن میں جناب حاجی ولی اللہ خاں صاحب اور جناب منشی وارث علی خاں صاحب اور جناب منشی کریم صاحب خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

یہ اصحاب، وفد کی ہر طرح کی إعانتِ قلبی، اِخلاص کے ساتھ فرما رہے ہیں۔ جَزَاهُمُ اللهُ خَيْرًا الجَزَاء۔ (ص ۱۱، رَودادِ جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی، سالِ چہارم ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء)

وفد جماعتِ رضائے مصطفیٰ، بریلی سب سے پہلے سلطان پورہ آگرہ، یکم فروری کو پہنچا۔ اور وہاں سے اس نے شاہی جامع مسجد آگرہ پہنچ کر اس کے امام وخطیب سے ملاقات وگفتگو کی اور ۲ رفروری ۱۹۲۳ء بروز جمعہ ایک دینی وتبلیغی اِجلاس کا اہتمام کیا گیا جس میں شاہی جامع مسجد آگرہ کے امام وخطیب نے دل چسپی کے ساتھ ہر طرح تعاون فرمایا۔

اس جلسۂ جمعہ در شاہی جامع مسجد آگرہ کے سلسلے میں منشی وارث علی خاں صاحب ٹھیکہ دار، محلہ

رکاب گنج، آگرہ کا ایک مُراسَلہ محرَّرہ ۳ رفروری ۱۹۲۳ء دبدبۂ سکندری، رام پور میں اس طرح شائع ہوا:

''۲ رفروری ۱۹۲۳ء بروزِ جمعہ جامع مسجد، آگرہ میں یہ وفد پہنچا اور اس نے مسلمانانِ آگرہ کو ہوشیار کیا۔

مجمع بہت کثیر تھا۔ اَجزائے وفد میں اوّل دو صاحبوں نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ نعت شریف پڑھی۔ پھر مفتیِ آگرہ حضرت فاضل علاّمہ جناب مولانا مولوی سید ابو محمد محمد دیدار علی صاحب اَلْوَرِی مُدَّ ظِلُّہُ العَالِی نے مختصر لفظوں میں وفد کا ورود اور اس کے مقاصد بیان فرما کر اَجزائے وفد میں سے حضرت استاذُ العلماء مولانا مولوی حکیم حافظ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی مُدَّ ظِلُّہُ الهادِی کو وعظ کے لیے پیش فرمایا۔

انھوں نے دینِ اسلام کی عظمت وشان کا ایسا نقشہ کھینچا جس سے تمام مجمع ایک غیر معمولی اثر کے ساتھ متاثر نظر آتا تھا۔ کلمات جادو کی طرح اثر کرتے تھے۔ سامعین کی حالت دَم بھر میں بدل گئی اور جلسہ تڑپ اُٹھا۔ سننے والے روتے روتے بے حال ہوگئے۔ مسلمانوں نے شریعت کی فرماں برداری کے عہد کیے اور گناہوں سے بآوازِ بلند تائب ہوئے۔

ایک عجیب سماں تھا۔ جو موجود تھے، توبہ کر رہے تھے۔ اور ان کے قلوب میں اسلامی محبت موجیں مار رہی تھیں۔ راج پوتوں کے ساتھ ہمدردی کا ولولہ ہر دل میں پیدا ہوگیا۔

جلسہ تمام ہونے کے بعد شہر میں جابجا اس وعظ کا تذکرہ ہے۔ اور جو لوگ حاضر تھے وہ اپنے اَحباب سے توبہ کرا رہے ہیں۔

وفد کی اس شان وشوکت سے یقین ہوتا ہے کہ اِنْ شَاءَ اللهُ تعالیٰ اس کی سَعی کامیاب ہوگی۔'' الخ

(المرقوم ۳ رفروری ۱۹۲۳ء، مطبوعہ ص ۵، ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور (صوبہ اتر پردیش، انڈیا) شمارہ ۱۲ رفروری ۱۹۲۳ء)

صدرُ الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی کی ایسی تقریر اس اِجلاس میں ہوئی جو دلوں کو چھو گئی اور سامعین کے اسلامی جذبات ان کے سینے میں موج زَن ہوگئے۔

مفتیِ اعظم مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی اس پُراثر تقریر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارا وفد جامع مسجد (آگرہ) پہنچا جہاں مسلمانوں کا بڑا مجمع تھا۔ نمازِ جمعہ کے بعد ہمارے وفد کے بہترین مُبلّغ حضرت مولانا المحترم مولوی محمد نعیم الدین صاحب زِیدَتْ برکاتُہٗ نے اسلام کی شان

وشوکت اور موجودہ حالتِ زار پر دل گداز تقریر فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجمع ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور مسلمانوں کے دل اسلامی جوش سے لہریں مار رہے تھے.....

اس موقع پر مولانا نے داڑھیاں مونڈانے اور کبائر میں مبتلا ہونے والوں سے توبہ کرائی۔ مسجد کا وسیع صحن، توبہ کے نعروں سے گونج اٹھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! مولانا نے ثابت کیا کہ اس وقت اسلامی اَحکام کے خلاف عمل کرنا، اسلام کو اس نازک حالت میں صدمہ پہنچانا اور اس کے دُشمنوں کی تائید ہے۔

جلسہ کے ختم ہونے کے بعد جا بجا اس وعظ کے چرچے تھے۔ اور معلوم ہوا کہ جو لوگ جلسہ میں توبہ کر گئے تھے، وہ اپنے دوستوں سے توبہ کرانے پہ مُصِر ہیں۔

(مکتوب مؤرخہ ۱۵/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء، بنام ناظم جماعتِ رضائے مصطفیٰ، مرکزی دفتر بریلی، مطبوعہ ص ۸، دبدبۂ سکندری رام پور، شمارہ ۱۹/ فروری ۲ ۱۹۳ء دوشنبہ)

اس دور کے مذہبی اور سیاسی حالات سے واقفیت کے لیے ڈاکٹر اقبالؔ کے دوست مولانا غلام بھیک نیرنگ (وکیلِ انبالہ، پنجاب) کے ایک مضمون بعنوان ''اقبالؔ کے بعض حالات'' کا یہ حصہ ملاحظہ فرماتے چلیں:

''۱۹۲۳ء کے آغاز میں اسی سلسلہ کی ایک منظم اور اعلانیہ شُدِّھی تحریک آگرہ، متھرا، بھرت پور، ایٹہ، وغیرہ اَضلاع میں جاری ہوئی۔ اور مسلمانوں نے اس حملہ کی مدافعت کے لیے ان شُدِّھی زدہ علاقوں میں اپنے واعظ اور مبلغ بھیجے۔

اس زمانے میں جو تجربات و مشاہدات ہوئے، ان کے پیشِ نظر راقم نے یکم جولائی ۱۹۲۳ء کو بہ مشورہ و اِمداد بعض اکابرِ مِلّت مثل حاجی مولوی سَر رحیم بخش مرحوم، مولانا عبد الماجد بدایونی، نواب عبدالوہاب خاں مرحوم۔ ایک مرکزی ''جمعیت تبلیغ الاسلام'' قائم کی جو بفضلہٖ تعالیٰ اب تک قائم ہے۔

چوں کہ اقبالؔ کو تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا خاص شوق تھا (اس لیے) وہ ماہ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں ہماری اس جمعیت کے ممبر ہو گئے۔'' (ص ۲۲، سہ ماہی اقبالؔ، لاہور، شمارہ اکتوبر ۱۹۵۷ء)

چنانچہ سَر اقبالؔ اپنے ایک مکتوب محرَّرہ ۵/ دسمبر ۱۹۲۸ء بنام مولانا غلام بھیک نیرنگ (انبالہ، پنجاب) میں فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک تبلیغ اسلام کا کام تمام کاموں پر مقدَّم ہے۔ اگر ہندوستان میں مسلمانوں کا مقصد، سیاسیات سے محض آزادی اور اقتصادی بہبودی ہے اور حفاظتِ اسلام اس مقصد کا عنصر نہیں ہے جیسا کہ آج کل کے قوم پرستوں کے

رَوَیّہ سے معلوم ہوتا ہے تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

یہ بات میں علیٰ وجہِ البصیرت کہتا ہوں۔ اور سیاسیاتِ حاضرہ کے تھوڑے سے تجربے کے بعد۔ ہندوستان کے سیاسیات کی رَوِش جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، خود مذہبِ اسلام کے لیے ایک خطرۂ عظیم ہے۔

اور میرے خیال میں شُدِّھی کا خطرہ اس خطرے کے مقابلے میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ یا کم از کم یہ شدھی بھی اسی کی ایک غیر محسوس صورت ہے۔

بہر حال! جس جاں فشانی سے آپ نے تبلیغ کا کام کیا ہے اس کا اَجر حضور سرورِ کائنات ﷺ ہی دے سکتے ہیں۔ آپ کے ایجنٹ کے طور پر کچھ کہنے سننے کو حاضر ہوں۔ مگر آپ اور مولوی عبد الماجد بدایونی، جنوبی ہند کے دورہ کے لیے تیار رہیں۔'' (سہ ماہی اقبال، لاہور، ۱۹۵۷ء)

یہاں یہ حقیقت واضح رہے کہ ۱۹۲۳ء ہی میں آر ایس ایس لیڈر ویر ساوَرکر کی ایک نظریاتی کتاب ''ہندوتوا'' منظرِ عام پر آئی، جس میں ''ہندوؔ'' کی ایک مستقل حیثیت اور شناخت پر زور دیا گیا۔ ''ہندوتوا'' کو قومی شناخت کی علامت ظاہر کیا گیا۔ جس کا صاف وصریح مطلب ہے کہ ''غیر ہندوؔ'' کی قومیت بالکل علیٰحدہ ہے۔ اسی لیے سیاسی طور پر دو قومی نظریہ کا بانی ویر ساوَرکر کو کہا جاتا ہے۔ جس کا پیغام ہے کہ:

''ہندو مذہب، ہندو تہذیب، ہندو زبان، ہندو وطن، ہندو آئین، ہندو قوم، سب کچھ دوسروں سے ممتاز اور بالکل الگ ہے۔''

سُوامی شَرَدھانند (مقتول دسمبر ۱۹۲۶ء) کی نہایت خطرناک تحریک شُدِّھی یعنی تحریکِ اِرتدادِ مسلمین میں پنڈت کالی چرن، پنڈت رام چندر اور دھرم بھکشو لکھو وغیرہ پیش پیش تھے، جن کا علما و مبلّغینِ اسلام نے مَردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان و اسلام کا تحفظ کیا۔ لیکن تحریکِ اِرتداد کے سَدِّ باب کے لیے مسلمانوں کی طرف سے کی جانے والی تدابیر و مساعی کی تاریخ کا ایک حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ:

تحریکِ خلافت و تحریکِ موالات و ہجرت کے عُلما و زُعَما و قائدین نیز دیگر قوم پرست مسلم لیڈروں کا کوئی قابلِ ذکر اور مؤثر کردار شُدِّھی تحریک کے خلاف دور دور تک کہیں نظر نہیں آتا اور لاکھوں مسلمانوں کے اِرتداد کا طوفان انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ کچھ یہی حال جمعیۃ العلماء کا بھی ہے۔ اس نے بھی اپنے وسائل واَفراد کے لحاظ سے وہ کردار ادا نہیں کیا جو اسے کرنا

چاہیے تھا۔

کیا اس کے پسِ پُشت نظریۂ ’’قوم پرستی‘‘ ’’مُتّحِدہ قومیت‘‘ اور ’’ہندو مسلم اِتحاد‘‘ کے واضح اثرات ونتائج کارفرما نہیں ہیں؟؟؟

اَربابِ بصیرت اور دیدہ وَر مسلم تاریخ نگاروں کو اس پہلو پر غور کر کے اس کا صحیح تجزیہ کرنا چاہیے کہ شُدّھی تحریک (یعنی تحریکِ اِرتدادِ مسلمین ۱۹۲۳ء) کی طرف سے عُلما وزُعَماے تحریکِ خلافت وترکِ موالات نے کیوں چشم پوشی وغفلت برتی؟ اس اجتماعی بے حسی وبے اِعتنائی کے اَسباب ومُحرّکات کیا تھے؟ اِرتداد جیسی خطرناک طوفانی مُہم بھی ان کی ایمانی غیرت وحَمیّت کو بیدار کیوں نہ کر سکی؟ جس نے ان کے مومنانہ ضمیر کے وجود پر ایک نمایاں سوالیہ نشان لگا دیا؟ اور جمعیۃ العلماء بھی کوئی اہم اور سرگرم کردار کیوں نہ ادا کر سکی؟

اس کا صحیح جواب بھی مسلمانانِ ہند کے سامنے پیش کر کے انہیں مستقبل کی اس طرح کی ممکنہ غلطی سے مکمل اِجتناب واِحتراز کا پیغام دیا جانا بے حد ضروری ہے۔

امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی قائم کردہ جماعت رضاے مصطفیٰ بریلی شریف (تشکیل در ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) نے شُدّھی تحریک ۱۹۲۳ء کے مقابلے میں علاقۂ آگرہ و میوات وراج پوتانہ میں اپنا وفد بھیج کر اس کا سیلاب روکا اور لاکھوں مسلمانوں کو مُرتد ہونے سے بچایا۔

جماعت رضاے مصطفیٰ بریلی کے رُکن ومبلّغ ابوالبرکات مولانا سید احمد قادری اَلْوَرِی ثُمَّ لاہوری تحریر فرماتے ہیں:

’’بِحمدِ اللہ ہمارا وفد راج پوت علاقوں میں سرگرم ہے۔ اِشاعت وتبلیغِ اسلام کی اہم مصروفیتوں میں اِتنا وقت نہیں مل سکا کہ حالات کی اطلاع دی جا سکتی۔ اس لیے آج ایک عرصہ کے بعد اطلاع دی جارہی ہے۔

حالات ایسے اِضطراب انگیز ہیں کہ کوئی وقت فرصت واطمینان کا نہیں ملتا۔ جہاں کام کیا جاتا ہے وہاں کے مہمّات، شبانہ روز کی مصروفیت چاہتے ہیں۔

مزید برآں دَم بدَم ہر طرف سے وحشت انگیز خبریں پہنچتی ہیں۔ آریہ لیکچرر جابجا پھر رہے ہیں۔ انھوں نے یہاں کے راج پوتوں میں ایک عجیب خلفشار پیدا کر دیا ہے۔‘‘ (ص ۳، ہفت روزہ

دبدبۂ سکندری، رام پور، بابت ۱۲/مارچ ۱۹۲۳ء)

طرح طرح کے مسائل اور قِلّتِ وسائل کے ساتھ کام کی وُسعت کا یہ حال تھا کہ مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی (وصال رمضان ۱۳۹۰ھ/نومبر ۱۹۷۰ء) لکھتے ہیں:

’’ہمارا کام علاقۂ اِرتداد کے مختلف اَضلاع میں ہے جن کی تعداد دس (۱۰) کے قریب ہے۔ بہت سی اسلامی جماعتیں ہمارے ساتھ شریکِ عمل ہیں اور ہماری جماعت (رضاے مصطفیٰ بریلی) مرکزی حیثیت سے ایک عُمدہ نظام کے تحت مؤثر کام کر رہی ہے۔ ہماری جماعتوں کے تبلیغی مدارس کثیرُ التعداد ہیں اور بہت سے مبلّغ مصروفِ عمل ہیں۔‘‘

(ص ۱۹، رودادِ جماعتِ رضاے مصطفیٰ بریلی، سالِ چہارم ۱۳۴۲ھ ۲۴-۱۹۲۳ء)

جماعت رضاے مصطفیٰ بریلی کی آگرہ برانچ کے ناظمِ دفتر کی طرف سے اخبارات ورسائل میں یہ اعلان شائع ہوا:

’’علاقۂ اِرتداد بہت وسیع ہے۔ بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں اب تک کسی جماعت کا کوئی مبلّغ نہیں پہنچا ہے۔ اس لیے مزید مبلّغوں کی سخت ضرورت ہے۔

اسلامی انجمنوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ: تبلیغِ اسلام کا کام کرنے کے لیے جلد از جلد مبلّغین بھیجنے کا انتظام کریں۔ اور جو انجمنیں مبلّغین کا خرچ نہ اُٹھا سکیں اور ان کے پاس کام کرنے والے آدمی ہوں، ایسے آدمیوں کا بھیج دینا ضروری ہے۔ مبلّغین، جماعت (رضاے مصطفیٰ) کے صدر دفتر آگرہ، محلہ رکاب گنج میں پہنچیں۔‘‘ (ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، شمارہ ۱۱/جون ۱۹۲۳ء)

ممبر وفد جماعت رضاے مصطفیٰ حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی (وصال ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء) نے شُدّھی تحریک یعنی فتنۂ اِرتداد کے خلاف جماعت رضاے مصطفیٰ بریلی کے میدانِ عمل میں آنے اور آگرہ کو اپنا صدر مقام بنا کر متاثرہ علاقوں میں تبلیغی سرگرمیوں کے بالکل ابتدائی دور میں ہی تحریر فرمایا تھا کہ:

’’جمعیۃ العلماء وخلافت کمیٹی کی طرف سے ابھی تک کوئی عملی خدمت شروع نہیں کی گئی، باوجود یہ کہ ان جماعتوں کے پاس کافی روپیہ اور کثیرُ التعداد مبلّغ اور لکچرار بھی ہیں۔

اگر ان میں سے ایک جُزو اِس کام پر مامور کر دیا جاتا تو اِن جماعتوں کی شان سے کچھ بعید نہ

ہوتا۔لیکن نہ معلوم یہ جماعتیں اس کام کو کیوں غیر ضروری سمجھتی ہیں؟اور پانچ لاکھ مسلمانوں کے ایمان کا خطرہ انہیں بے چین کیوں نہیں کرتا؟

مسلمانوں کی غفلت کب تک رہے گی؟اور وہ اپنے دین پر ایسے زبردست حملے دیکھ کر بھی ہوش میں نہ آئیں گے؟(ص ۴، دبدبۂ سکندری، رام پور، مؤرخہ ۱۶؍فروری ۱۹۲۳ء وص ۹۵ تحریک شُدّھی اورعُلماے اہلِ سُنَّت، مؤلّفہ محمد شہاب الدین رضوی، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء)

حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی قائم کردہ تنظیم ''جماعت رضاے مصطفیٰ'' (تشکیل ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) اور عُلماے اہلِ سُنَّت نے شُدّھی تحریک کے مقابلے میں بڑا ہی گراں قدر اور اہم کردار ادا کیا۔ صدرُ الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی، صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، محدّثِ اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی، حُجّۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری برکاتی بریلوی، مفتیِ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا قادری بریلوی، مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی، مولانا ابوالبرکات سید احمد اَلْوَرِی ثُمَّ لاہوری، شیر بیشۂ اہلِ سنّت مولانا حشمت علی لکھنوی وغیرھُم کی خدمات اور شُدّھی مخالف تبلیغی مَساعی ناقابلِ فراموش ہیں۔

شُدّھی تحریک کے زہریلے جَراثیم اور خطرناک مَفاسد کے اِزالہ کے سلسلے میں مَلکانہ یعنی آگرہ متھرا وبھرت پور واَلْوَروغیرہ میں جماعتِ رضاے مصطفیٰ بریلی کی مَساعیِ جمیلہ کو حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن عُرف شاہ جی میاں قادری برکاتی مارَہروی (وصال صفر ۱۳۴۷ھ) کی خصوصی سرپرستی کے علاوہ اُس وقت (۱۹۲۳ء) کی دو عظیم المرتبت شخصیتوں اور مقبولِ عوام وخواص بزرگوں (۱) امیرِ ملّت سید جماعت علی شاہ محدِّث علی پوری سیالکوٹی (وصال ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) اور شیخُ المشائخ سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (وصال ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) کی مکمل روحانی وعملی تائید وحمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔جن کے وفود اور مُبلّغین نے جماعت رضاے مصطفیٰ بریلی کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مَلکانہ راج پوتوں کے علاقوں میں قریہ قریہ گھوم کر اور اپنی جان جوکھم میں ڈال کر ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو اِرتداد سے محفوظ رکھا اور ہزاروں وہ مسلمان جو اِرتداد کا شکار ہو چکے تھے؛انھیں دوبارہ کلمہ پڑھا کر مشرّف باسلام کیا۔

عُلماے بدایوں میں مولانا عبدالماجد قادری بدایونی، مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا عبدالصمد مقتدری بدایونی تحریکِ اِرتداد کے خلاف میدانِ عمل میں سرگرم رہے اور تحفظ ودفاعِ اسلام کی مخلصانہ خدمت انجام دی۔

شُدّھی تحریک کے خلاف سینہ سپر ہونے والی اسلامی تنظیموں میں جماعت رضاے مصطفیٰ بریلی

کے علاوہ جماعتِ اشرفیہ، کچھوچھہ ضلع فیض آباد، وانجمن خُدّامُ الصُّوفیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ، پنجاب، ومرکزی جمعیت تبلیغ اسلام اَنبالہ، پنجاب کے نام نمایاں ہیں۔

تفصیلات ۱۹۲۳ء و ۱۹۲۴ء کے رسائل ومجلّات بالخصوص دبدبۂ سکندری، رام پور وعلی گڑھ گزٹ واشرفی کچھوچھہ، والفقیہ امرتسر میں تاریخی ریکارڈ کے طور پر درج ہو چکی ہیں۔اس سلسلے میں ایک مستقل کتاب ''جماعت رضاے مصطفیٰ'' نیز ''تحریکِ شدھی اور عُلماے اہلِ سُنّت'' مؤلّفہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی کا مطالعہ کرکے اس وقت کے حالات وکوائف اور جماعت کی خدمات، ہرطرح کی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں مزید مطالعہ اور تحقیق وتنقیح کے بعد شائع کی جائیں تو ان کی اہمیت وافادیت دوچند ہوسکتی ہے۔

شُدّھی تحریک کے خلاف میدانِ عمل میں آنے کے بعد جماعتِ رضاے مصطفیٰ بریلی (تشکیل در ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کا کچھ گجراتی اہلِ عقیدت اور مُخلصین نے خاصا مالی تعاون کیا۔اسی طرح اس جماعت کی مالی اِعانت عالی جناب چودھری عبدالحمید، رئیسِ سہاور ضلع ایٹہ (صوبہ اترپردیش، انڈیا) نے مخلصانہ طور پر کی اور دوسرے اہلِ ثروت مسلم رؤسا کو بھی اس کی طرف متوجہ کیا۔

علی گڑھ کے شِروانی رؤسا نے بڑھ چڑھ کر جماعتِ رضاے مصطفیٰ، بریلی کی طرف دستِ تعاون دراز کیا جن میں چند نمایاں نام یہ ہیں:

(۱) آنریبل خان بہادر نواب سَرمُزَّمِّلُ اللہ (چانسلر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ)
(۲) خان بہادر مولانا محمد خلیل الرحمٰن، رئیسِ اعظم وقلعہ دار قدیم بھیکم پور، علی گڑھ
(۳) مولانا عُبید الرحمٰن خان بہادر، رئیس اعظم بوڑھانسی، علی گڑھ
(۴) حاجی محمد یوسف خان بہادر، رئیس بوڑھانسی، علی گڑھ
(۵) حاجی محمد صالح خان بہادر، رئیس بھیکم پور، علی گڑھ
(۶) نواب محمد عامر مصطفیٰ خان بہادر، رئیس کنکروالی کوٹھی، علی گڑھ
(۷) خان بہادر نواب محمد ابوبکر خاں، رئیس دادوں، ضلع علی گڑھ
(۸) مولانا حاجی محمد جان خان بہادر، رئیس دادوں، ضلع علی گڑھ

(ص ۱۱، ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، بابت ۱۱؍جون ۱۹۲۳ء، رپورٹ از ناظمِ وفدِ اسلام، جماعت رضاے مصطفیٰ بریلی)

مولانا محمد احسان الحق نعیمی بہرائچی ان مالی مُعاونینِ جماعت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ملک کے رؤسا میں وہ پہلا ہاتھ جو حمایتِ اسلام کے لیے بڑھا اور جس نے ڈوبتے بھائیوں کو وَرطۂ حیرت وہلاکت سے نکالنے کے لیے اپنے زرومال کی قربانی دی، وہ شروانی رؤسا کا ہاتھ ہے۔ان رؤسا نے اپنی طرف سے ایک وفدِ شروانی علاقے میں کام کرنے کے لیے بھیجا، جو ماہِ فروری ۱۹۲۳ء سے وفدِ اسلام (جماعتِ رضائے مصطفیٰ) کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے۔

جماعت رضائے مصطفیٰ اس کا کیا شکریہ ادا کر سکتی ہے، کہ ان حضرات نے اپنے وفد کو اس کے ساتھ ملحق کر دیا۔ جب کہ جماعتِ رضائے مصطفیٰ کو آج تک کسی چندہ کی اپیل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔

...... ہم اپنے ان مُحسن اور حامیِ اسلام رؤسا کے حق میں اس وقت اور سفر وحضر میں تہِ دل سے ترقی وکامیابی کی دُعا کرتے ہیں۔" (ص ۱۱، ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، بابت ۱۱رجون ۱۹۲۳ء)

مولانا حکیم محمد اسمٰعیل رضوی ممبر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے ایک دوست مولانا ضیاء الدین احمد صدیقی کو نواب مُزَّمِّلُ اللہ نے وفدِ شروانی کا رپورٹر بنایا تھا۔اپنی ایک رپورٹ میں مولانا ضیاء الدین احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"جناب مولانا مولوی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلی کا یہ ایثار قابلِ اِظہار ہے کہ آپ اپنا گھر بار چھوڑے ہوئے مسلم راج پوت بھائیوں کی اِصلاح کی خاطر آگرہ میں برابر جمے ہوئے ہیں۔" (ص ۶، ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور (صوبہ اتر پردیش، انڈیا) بابت ۱۰ردسمبر ۱۹۲۳ء)

مولانا حکیم محمد اسمٰعیل صدیقی رضوی وفدِ شروانی کے صدر تھے۔اس وفد کو شروانی رؤسا کی مکمل مالی سرپرستی حاصل تھی۔اس وفدِ شروانی کی تیاری وتشکیل میں چودھری عبدالحمید، رئیسِ سہاور ضلع ایٹہ (یوپی) کی کوشش کارفرما تھی۔اور یہی چودھری عبدالحمید مخلصین ومُعاونینِ جماعتِ رضائے مصطفیٰ بریلی میں پیش پیش اور نمایاں حیثیت واہمیت کے حامل تھے۔امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے قدیم مُحِبّین ومُعتقِدین میں تھے۔

عُلمائے بدایوں وبریلی کے مرکزِ عقیدت مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا سید شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن عُرف شاہ جی میاں قادری برکاتی (وصال صفر ۱۳۴۷ھ) اپنے ضعف وپیری کے عالم میں جب کہ آپ کی حیاتِ مستعار کا آخری دَور تھا، حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی (وصال ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) کے ایک عنایت نامہ کا جواب دیتے ہوئے آپ کے نام اپنے ایک داعیانہ ومخلصانہ مکتوب میں اس شُدّھی تحریک اور اس کے اثرات ونتائج نیز دعوت وتبلیغ وتحفظ ودفاعِ اسلام کے بارے میں رقم طراز ہیں:

............فقیر اس دینی مقصدِ اہم اور مذہبی فرضِ لازم میں اپنی حسبِ وُسعت، دوسری ظاہری تدابیر سے بھی غافل نہیں، اور اپنے اَحباب واَصحاب کو اُوس کے لئے قولاً وعملاً ترغیب وتحریص دیتا اور ان کی اِمداد واِعانت میں حَسبِ مقدرت ساعی ہے۔اور اِن شاءَ اللہ الکریم رہے گا۔

اُون میں سے بعض اہلِ خیر برسرِ موقع پہنچ کر اپنی حسبِ وُسعت وضرورت کار تیار ہیں۔مولیٰ تعالیٰ ان کی سَعی کو کامیاب ومشکور فرمائے۔آمین

آپ پر بھی ظاہر ہے کہ ہم عالمِ اسباب میں ہیں۔ جہاں توکُّل کے معنی تدبیر کرکے حوالہ بتقدیر کرنے کے ہیں۔اور جہاں اب سے پہلے بھی قوتِ روحانی کے ساتھ جدوجہدِ جسمانی اور جَذب وکَشِشِ باطنی کے ساتھ سَعی وتدبیرِ ظاہری مُمِد ومُعاوِن رہی ہے اور اس اشتراکِ عمل کی ضرورت اِس وقت زمانہ کی مقتضیات اور اپنی بداعمالیوں، عصیاں پناہیوں کے ہاتھوں، قوتِ روحانی وکَشِشِ باطنی کے روز بروز کم زور بلکہ قریب بہ زوالِ کلّی ہوتے جانے سے، اور بڑھ گئی ہے۔

اور اسبابِ ظاہری کے ساتھ لینے کے لیے پہلے قدم پر بڑی ضرورت آکر روپیہ کی پڑتی ہے۔ خُدَّامِ دین کے لیے عیش وراحت کے سامان مہیّا کرنے کو نہیں۔اُون میں جو سچے دین کے خادِم اور اپنے اَسلافِ کرام اور مشائخِ عِظَام کے سچے اَخلاف ہیں، اُونہیں تو اپنے اَکابر واَسلاف کی طرح اب بھی ہر طرح کی جسمانی تنگی وتُرشی برداشت کرکے خدمتِ دین ادا کرنے کے لیے آپ اِنْ شاءَ اللہُ الکریم جَلَّ مَجْدُہٗ آمادہ پائیں گے۔ بلکہ اس کی ضرورت خود دین کی خدمت اور اُون بھائیوں کی حفاظت کے لیے ہے، جن پر اَعْدَائے دین نے اپنے دام بچھائے ہیں۔

ایسی حالت میں کیا یہ فقیر اس بارہ میں آپ سے اسلام ومسلمین کی اِعانت کے لیے کچھ امید کرسکتا ہے؟ اور وہ بھی اپنے پاس سے نہ بھی سہی بلکہ اس طرح سے کہ آپ:

اِتّحادیانِ ہنود کو، جنھوں نے خدا ورسول جَلَّ وعَلا وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے صریح ارشادات کو دیدہ ودانستہ پیٹھ دے کر اتحاد اتحاد کا شور مچا کر اور ہندو غلامی اور مُشرک پرستی کے جوش میں اسلام وایمان وحدیث وقرآن، ہنود اور ان کے طاغوتِ اعظم (لئیم) مَردود پر بھینٹ چڑھا کر آج ہندوؤں کو یہ جرأت بڑھائی کہ اُونھوں نے غریب بے یارو مددگار مسلمانوں پر ہر طرح کے ظلم وجبر وزبردستی توڑنے کے بعد کُھلّم کُھلاّ بے دھڑک مسلّح ہو کر زور وزَر کی قوت سے اُونہیں دین سے برگشتہ کرنا اور اپنے اِتحادی پس رَوؤں کے خوابِ اتحاد کی، مسلمانوں کو ہندو بنا کر تعبیر دینا شروع کر دی۔

تو کہنا یہ ہے کہ:

کیا آپ ان اتحادیوں میں اپنے بڑھے ہوئے اثر ورسوخ سے کام لے کر اُون کے ایک قائدِ

اعظم ہونے کی حیثیت سے اُون پر یہ زور دیں گے کہ وہ کم از کم اُوسی مال وزَر کو جو اُونھوں نے خود مسلمانوں ہی سے حمایت وحفاظت اسلام و مسلمین ہی کا نام لے کر اِکٹھّا کیا ہے، خُدَّامِ دین کی خدمتِ دین وحفاظتِ مسلمین کے مَقصدِ صحیح میں صَرف کرنے کے لیے دے دیں تاکہ اوس سے اسبابِ ظاہری کا سَرانجام ہوکر اربابِ باطن کی قوتِ روحانی وجذبِ باطنی کی مدد اور عَون ونُصرتِ الٰہی کی حمایت سے اِن شاءَاللهُ العزیز یہ اہم دینی مُہم بہ کامیابی وخوش اسلوبی تمام انجام کو پہنچے؟

اوراب کہ اس نامُرادسراپا فساد اِتحاد کا نتیجہ بے دینی واِرتداد اور مشرکینِ ہنود کا مسلمانوں پر جَبر واِستبداد جس پر عُلماے دین واَربابِ بصیرت ویقین نے پہلے ہی دن متنبّہ کردیا تھا، آج خود دِل دادگانِ اِتحاد کو بھی اُوس سے انکار کرتے نہیں بَن پڑ رہا ہے۔

کیا ایسی حالت میں یہ فقیر آپ سے توقع کرسکتا ہے کہ:

جس طرح آپ نے اس نامُراد تحریکِ اتحاد کی نشوونما، اس کی ترقی وفروغ میں اسے حفاظت وبہتریِ اسلام و مسلمین کا بہت بڑا ذریعہ بتا کر ہرطرح ہمہ تن سَعی وکوشش کی، آج اسی طرح نہایت صفائی اور پوری کوشش سے اس ناپاک اتحاد کی خباثت اور دین و مسلمین کے لیے اس کی سخت تباہ کن ومُضر حیثیت مسلمانوں کے دل نشین کرکے کچھ تلافیِ مافات بلکہ تعمیرِ ماھدم پر توجہ فرمائیں گے؟

اوراب کہ ہنود علانیہ اور خود آپ کے ہی شُرکاے کار ومُعتمدین کے بقول:

''جُتھے بندی کرکے بہ جَبر وزبردستی مسلمانوں کو مُرتد بنانے میں سرگرم ہیں۔''

سورۂ ممتحنہ کی آیۂ کریمہ سے غلط وبے محل اِستدلال کی، برائے گفت آڑ نہ پکڑیں گے؟

یارب! یہ مخلصانہ دین دارانہ معروضات سماعِ قبول پائیں۔

فقیر اسمٰعیل حسن عُفی عنہٗ قادری برکاتی۔ خادمِ آستانہ برکاتیہ۔

یک شنبہ ۶ رشعبانُ المکرم ۱۳۴۱ھ، از خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ، ضلع ایٹہ

(ص ۲۷ تا ص ۴۷، مفاوضاتِ طیبہ (۱۳۵۴ھ) مُرتّبہ سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی، دارُالاشاعت برکاتی، خانقاہِ برکاتیہ، مارہرہ ضلع ایٹہ (یوپی انڈیا)

معلوم نہیں کہ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے اس اہم مخلصانہ مکتوب کا کچھ جواب دیا کہ نہیں؟ اور اس کا بھی کچھ علم نہیں کہ شُدّھی تحریک یعنی تحریکِ ارتدادِ مسلمین کی روک تھام کے لیے خود انھوں نے کوئی قدم اٹھایا کہ نہیں؟ اور اپنے اَنصار ومُعاونین کو اِس اہم اور ضروری خدمتِ اسلام ومسلمین کی طرف کچھ متوجّہ کیا یا نہیں؟

مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی (دائرہ شاہ اجمل، الہ آباد) کے ایک عنایت نامہ بسلسلۂ تبلیغ

واشاعت وخدمت وحفاظت اسلام و مسلمین، اپنے جوابی مکتوب (۲۲ ر رجب ۱۳۴۱ھ ر ۱۹۲۳ء) میں حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن قادری برکاتی مارہروی (وصال صفر ۱۳۴۷ھ) تحریر فرماتے ہیں:

...... فقیر اگرچہ اپنی بے بضاعتیِ علمی وعَملی سے اس اہم فرضِ دینی کی کماحَقُّہٗ بجا آوری کے قابل نہیں، پھر بھی کم از کم اُون خُدَّامِ دین کی اُون مَساعیِ جمیلہ دینیہ میں بیش از بیش وجلد از جلد کامیابی کی دِلی دُعا سے غافل نہیں۔

اور اشاعتِ دین وحفاظتِ اسلام و مسلمین میں خُدَّامِ دین کی بقدرِ قدرت جس طرح بھی اِمداد واِعانت بَن پڑے اوسے علماً وعَملاً فرض ولازم جانتا ہے۔

اوراگر اس مقصد کے لیے مسلمانوں کی مَساعی کسی صورت اجتماعی حلقہ ودَائرہ کے نظام میں لائے جانے کی داعی ہوں تو اوس میں بھی شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتا، جب کہ اس حلقہ ودَائرہ کی تحدید خالص مذہبِ مہذَّب اہلِ سُنَّت وجماعت کے اِتباعِ کامل کے مطابق ہو۔ اوراَغیار مُبتدِعین ومُرتدین وکفّار اوس میں کسی طرف سے کسی طرح کا دَخل واِقتدار نہ پاسکیں۔

جس خاص خطرۂ اِرتداد کے اِنسداد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، غالباً آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ جماعتِ مبارکہ رضاے مصطفیٰ (علیہ اَفضلُ الصّلوٰۃ والثّناء) بریلی نے اِرتداد کے اِنسداد میں اپنی مَساعی عرصہ سے جاری کررکھی ہیں۔ اوس وقت سے جب کہ ہندوستان کی دوسری بہت سی دَعوے دارانِ حمایت وحفاظتِ اسلام انجمنیں باوجود اپنی مال داری وفارغُ البالی کے اس فتنۂ عظیمہ کی طرف سے بے پَروا بیٹھی ہوئی تھیں۔

اس غریب سُنّی جماعت نے باوجود اپنی بے حد کم زور مالی حالت اور دوسری گوناگوں مزاحمتوں کے محض متوکّلانہ خدمتِ دین کے جوش میں اس فرضِ دینی کی بجا آوری شروع کردی ہے۔ اور بِحمدِاللهِ تعالیٰ وبعونہٖ جَلَّ مَجدُہٗ اس کی مساعیِ جمیلہ بار آور بھی ہورہی ہیں۔

فقیر بھی اس جماعت کا اوس کی مَساعیِ دینیہ میں بیش از بیش وجلد از جلد کامیابی تام کے کے لیے اپنی حسبِ اِستطاعت ساعی اور دُعا گو ہے۔

اوراگر کسی اور خالص سُنّی جماعت کی طرف سے اس سلسلہ میں اپنی خدمات مذہبِ مہذَّب اہلِ سُنَّت وجماعت کی حُدُود میں جاری کرنے کا علمِ اطمینانی بہم پہنچے گا تو اوس کی بھی حسبِ اِستطاعت اِمداد واِعانت سے اِنْ شَآءَاللهُ العَزِیز دریغ نہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں اس قدر اور گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ:

اس فتنۂ اِرتداد کا اِنسداد اپنی اہمیت اور اَعْدَاے دین کی زور وزَر کی قوت اور زمانہ کی حالت کا لحاظ

رکھتے ہوئے جس قدر مَصارِف چاہتا ہے اوس کا اندازہ غالباً آپ کو بھی ہوگا۔اور مشائخ وسجّادہ نشین حضرات جنھیں آپ نے اپنی اِس تحریر کا مخاطَب خاص بنایا ہے اون سب کے سب نہیں تو اکثر وبیش تر کی مالی حالت جیسی کچھ ہے، وہ غالباً آپ سے بھی مخفی نہ ہوگی۔

ایسی حالت میں فقیر کا یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ: آپ نام نہاد جماعتِ اَحرار کو جس نے اِتحاد اِتحاد کا غُل مچا کر ہندوؤں کو اپنی دیرینہ خباثت کے اس طرح سے اظہار کی جرأت بڑھائی۔اور اونھوں نے مسلمانوں کو ہندو بنا کر اوس نام نہاد اتحاد کو عملی صورت دینے کی کوششیں کیں۔

اور وہی شرد ھانند آریہ جسے انھیں نام نہاد اَحرار نے خدا اور رسول جَلَّ وعَلاَ وصَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وسَلَّم کے صریح فرامین کو مُشرک پرستی کے اندھا دُھند میں دیدہ ودانستہ پیٹھ دے کر مسلمانوں کا واعِظ وھادِی بنا کر جامع مسجد دہلی کے مِنبر پر مَسندِ رسول صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وسَلَّم پر جَمایا تھا۔آج مسلمانوں کے ساتھ اپنی اوسی زبانی ہم دردِی کے مَکّاری کے جامہ کو اوتار پھینک کر خود آپ کے بقول بھی کھُل کر اس (مسلمانوں کو مُرتد ہندو بنانے اور اس طرح واقعی طور پر ہندوؤں سے متحد کرنے کے) کام میں مصروف ہوگیا۔

تو عرض یہ ہے کہ آپ نام نہاد جماعتِ اَحرار کو خود اسی کے ہی اوٹھائے ہوئے۔اس مَہلکۂ عظیمہ کے اِنسداد کی طرف توجہ دلائیے۔یہ نام نہاد جماعتِ اَحرار بزعمِ خود حمایتِ اسلام حفاظتِ مسلمین کی واحد ٹھیکہ دار ہونے کے ساتھ ہی مال دار بھی ہے۔اور آپ کا اس جماعت میں دَخل واثر بھی ہے۔

اگر اس وقت یہ جماعت اس فتنہ کے اِنسداد میں اوسی مال سے جو اوس نے مسلمانوں سے حمایتِ اسلام وحفاظتِ مسلمین ہی کا نام لے کر اِکٹھا کیا ہے، مسلمانوں کی اِعانت کردے تو اوس سے تبلیغ وحفاظتِ دین کے ضروری وظاہری لوازِم وضروریات کی فراہمی میں خُدّام دین کو ایک معقول حد تک اِعانت ملے گی۔اور اکابرِ کرام وصوفیۂ عِظام کے سچے اَخلاف کو بھی اپنی باطنی وروحانی قوتِ علمی وعملی سے مسلمانوں کی صلاح وفلاح اور اسلام کی تبلیغ واِشاعت کی خدمت انجام دینے میں جو اون کا اصل کام ہے، تیار پائیں گے۔جس کے لیے اپنی طرف سے وہ ہر وقت تیار ہیں۔

الفقیر اسمٰعیل حسن القادری البرکاتی الاحمدی عفی عنہٗ

از کوٹھی نواب سردار نواز جنگ پوسٹ ماسٹر جنرل

حیدر آباد دکن، ۲۲؍رجب المرجب ۱۳۴۱ھ

(ص ۶۹ تا ص ۷۲، ’’مفاوضاتِ طیبہ‘‘ (۱۳۵۴ھ) دارُ الاشاعت برکاتی، خانقاہِ برکاتیہ، مارہرہ مطہّرہ ضلع ایٹہ، یوپی، انڈیا)

بہر حال! ماہ نامہ اشرفی، کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد، صوبہ اتر پردیش) کی ایک نہایت اہم تجزیاتی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں:

’’مُشرکینِ ہند کی یہ نگاہ سرسری طور پر نہ تھی بلکہ گہری تھی۔مگر وہ قدرت کے فیصلے اور آنے والے واقعات سے بے خبر تھے۔چنان چہ اب وہ دیکھ رہے ہیں کہ خلافت کے حقیقی غم خوار اور اسلامی دفاعی قوت کی سچی جاں نثار فوج اور نوجوان مسلمانوں کا واقعی لشکر جس کا دوسرا نام ’’جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی‘‘ ہے اور جس کو عرصہ سے دنیا ضلالت شکن اور اِرتداد فگن کا خطاب دے چکی ہے، وہ لشکرِ ظفر پیکر لے کر غازیِ اعظم کی فاتحانہ شوکت دیکھ کر ادھر سے مطمئن ہو کر مَلکانہ کے میدانِ جہاد پر ٹوٹ پڑا ہے اور پنجاب وممالکِ متحدہ سے اس وقت تک بارہ (۱۲) کمک اس کے لیے پہنچ چکی ہے۔جن کے مقابل قدیم اِرتداد پسندوں سے بھی ’’مشرکین ہند‘‘ کو کوئی مُعتد بہ نفع حاصل نہیں ہوسکتا۔

روٗسا بھی اب غافل نہیں جیسا کہ جماعتِ مبارکہ (رضائے مصطفیٰ بریلی) کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی گڑھ کے شیروانی روٗسا نے جن میں ’’اشرفی‘‘ کے سرپرست عالی جناب خان بہادر نواب محمد ابوبکر خاں صاحب رئیسِ دادوں (علی گڑھ) بھی شامل ہیں، اسلام کے لیے کمر بستہ اور تیار ہوچکے ہیں۔

اور سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے حقیقی سردار مشائخ کرام اپنی اپنی خانقاہوں سے نکل پڑے اور ان کی کِبر سِنی اور ضعیف العُمری نے ان کو خدمتِ اسلام سے باز نہیں رکھا۔‘‘ (ماہ نامہ اشرفی، کچھوچھہ مقدسہ، شمارہ ذوالحجہ ۱۳۴۱ھ/ اگست ۱۹۲۳ء)

صدرُ الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کے زیرِ اہتمام منعقدہ سنی کانفرنس مراد آباد ۱۹۲۵ء کو خطاب کرتے ہوئے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۹۴۳ء، خَلفِ اکبر امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی) نے شُدّھی تحریک کے پیدا کردہ خطرات کا تجزیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ:

’’موجودہ زمانہ میں ہم سایہ قوم نے مسلم آزاری کی جو پیہم کوشش جاری کر رکھی ہے، ان میں شُدّھی کا فتنہ سب سے اہم ہے۔شُدّھی مسلمانوں کو مُرتد بنانے اور مُشرک بنانے کا کام ہے۔معاذَاللہ۔

جس کے لیے ہندو دو برس سے۔سالہا سال کی منظم کوششوں اور تیاریوں کے بعد۔پوری قوت کے ساتھ ٹوٹ پڑے ہیں۔ہر طبقہ کے ہندو اِس میں سرگرم ہیں۔والیانِ ریاست اور راجگان اِن سبھاؤں میں شرکت کرتے ہیں۔مدتوں کی پُر اطمینان کوششوں سے، وہ ہندوستان بھر میں ایک نظم قائم

کر چکے ہیں۔گاؤں گاؤں سبھائیں قائم ہیں۔ان کے کثیرُ التَّعد ادمُناظِر ین ملک بھر میں دورے کرتے پھرتے ہیں ۔جابجا مسلمانوں کو چھیڑنا ،ان کو پریشان کرنا ،جاہلوں اوردیہاتیوں کو بَہکانا،شاہانِ اسلام اور بزرگانِ دین کی شان میں گالیاں دینا، گستاخیاں کرنا،اسلام کی توہین کے ٹریکٹ چھاپنااوران میں پروردگارِ عالم تک کوگالیاں دینا، یہ ان کا شیوہ ہے۔

طمع اوردَباؤ سے مسلمانوں کومُرتد بنانے کی کوشش کررہے ہیں۔یہی ان کے دین کی تبلیغ کا ذریعہ ہے۔بہت سے نادار اور جاہل مسلمان ان کے دامِ فریب میں پھنس کراپنا ایمان کھوبیٹھے۔اِن حالات پر نظر کرتے ہوئے تبلیغ وحفاظتِ اسلام کا مسئلہ اوربھی اہم ہوجاتا ہے۔اب تک تو شدھی کی کوششیں راج پوتانہ ہی میں تھیں لیکن اب انھوں نے اپنا میدانِ عمل وسیع کردیا اورتمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے، ہاتھ مارتے ہیں۔قوموں کی قومیں ان کے دستبرد سے تباہ ہورہی ہیں۔

داعیانِ اسلام پر الزام لگانے والے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ:

انھوں نے اپنے مذہب یا فرقہ کی تبلیغ کے لیے کیا کیا ذرائع اپنائے؟ جب کہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ:

اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے اورداعیانِ اسلام نے ظلم وجَبر یا زور ولالچ کی تبلیغ نہیں کی، بلکہ حقانیت وصداقت کی بنیاد پر اسلام کی تبلیغ کی۔'' الخ۔

(ص ۱۳، خطبۂ صدارت جمعیۃ عالیہ اسلامیہ، مرادآباد، ازحُجۃُ الاسلام مولانا حامدرضا بریلوی، مطبع اہلِ سُنَّت بریلی ۱۹۲۵ء)

محدِّثِ اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی (وصال رجب ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء) نے تحریکِ اِرتِداد کے خلاف عملی طور پر حصہ لیا تھا۔اِس سلسلے میں آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''مؤرخہ ۲۳/ذوالحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۷/اگست ۱۹۲۳ء کو میں طلبیدہ فرنگی محل لکھنؤ گیا اور وہاں سے آگرہ روانہ ہوا، تاکہ مبلّغینِ اسلام کی مساعیِ جمیلہ کو مشاہدہ کروں۔'' (ماہ نامہ اشرفی، کچھوچھہ مقدسہ، ذوالحجہ ۱۳۴۱ھ/اگست ۱۹۲۳ء)

اپنے ایک خطبۂ صدارت در کانفرنس عیدگاہ بھڑوچ، گجرات منعقدہ ۱۸/ ۱۹/ ۲۰/نومبر ۱۹۵۷ء میں محدِّثِ اعظم ہند فرماتے ہیں:

''اس ادارہ کو سب سے پہلے مَلکانہ کی اس تحریکِ شدھی سے مقابلہ کرنا پڑا جو تحریک، ننگی تلوار کے سایہ اور سرمایہ سے شروع ہوئی تھی اور جس کے دفاع کے لیے کسی اِقدام میں جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ بدیسی حکومت کی پالیسی اِفتراق پیدا کرنے کی ہَوا دے رہی تھی۔اور ملک کے تمام ادارے خوف زدہ ہوکر خاموش ہوگئے تھے۔

اس وقت ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' رضائے مصطفیٰ علیہِ الصَّلوٰۃُ و السَّلام حاصل کرنے کے لیے خطرات سے بے پَروا ہوکر جان کی بازی لگا کر سَربکف میدان میں کود پڑی۔اور جماعت کی شان دار کامیابیوں کو دیکھ کر اوروں میں بھی جرأت ہوئی۔اور چندہ خوروں نے بھی خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہونے کی کوشش کی۔

مگر مَلکانہ کا ذرّہ ذرّہ گواہ ہے۔اوراس وقت کے حکومتی دفاتر گواہ ہیں کہ ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' نے تحریک (شدھی) کو ایسی فاش شکست دی کہ جو بچھڑ چکے تھے، آکے گلے ملے۔اور جو بچھڑنے کے قریب تھے وہ باز رَہے۔اوراس سَعی کے نتیجے میں جو قطعی بیگانے تھے ان کی بڑی تعداد کے افراد اپنے یگانے ہوگئے اور میدان میں صرف ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کا جھنڈا لہراتا رہا۔ مدارس قائم کیے گئے۔اور مَلکانہ کا ذرّہ ذرّہ حَلاوتِ ایمان حاصل کرنے لگا۔'' (ماہ نامہ سنی، لکھنؤ، بابت جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷)

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کو اپنی دَعوتی وتبلیغی مُہم کے ابتدائی مَراحِل میں حاصل ہونے والی کامیابی پر روحانی وقلبی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی ثُمَّ پیلی بھیتی (وصال ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) تحریر فرماتے ہیں:

''راج پوت علاقہ کے خزاں دیدہ چمنستان میں پھر اسلامی ہوائیں چلنے لگیں۔پھر بادِ بہاری نے اپنے فیضانِ کرم سے توجہ فرمائی۔پھر مُردہ زمین میں جان پڑنے کی امید پیدا ہوئی۔پھر مسلمانوں کی، پنجۂ اغیار میں پھنسی ہوئی نسلوں کی آزادی کے اسباب مُہیا ہوئے ۔ پھر اسلامی سمندر میں مَوجیں اٹھیں۔پھر اندھیری رات میں صبحِ درخشاں کے آثار نمودار ہوئے۔فَلِلّٰہِ الحَمد۔

ایک وہ دن تھا کہ ہمارا وَفد اس علاقہ میں پہنچا اوراس نے وہ جگرخوں کن مناظر دیکھے جن کے تصور سے دل کانپتا ہے۔مسلمانوں کی نسلیں، مسلمانوں کے لختِ جگر، کفری رُسوم میں مبتلا، ہندوؤں کی سی معاشرت، ہندوؤں کی سی صورت، اس پر طُرّہ یہ کہ ہندو اُپدیشک، ان میں دورے کررہے ہیں۔

ان کی اصلاح کے لیے مدتوں کی لگاتار اَن تھک کوششیں درکار ہیں۔ان کو مانوس کرنا اوراپنی باتیں سنانے کے لیے راضی کرلینا بڑی بات تھی۔مگر فضلِ الٰہی شاملِ حال تھا کہ ہمارے خیال میں یہ بات آئی کہ ہم موضع سلطان پورہ (آگرہ) کے، راج پوتوں میں سے بااَثر حضرات کو اپنے ساتھ لے لیں۔جن سے علاوہ برادری کے ان لوگوں کے ساتھ تعلقاتِ قرابت ورشتہ داری بھی ہیں۔

ہماری یہ تدبیر کارآمد ثابت ہوئی اور بہت تھوڑے عرصہ میں ہم کو یہ بات میسر آئی کہ اس موضع (کھڑوائی، آگرہ) کے لوگوں کی نفرتیں دور ہوگئیں۔وہ ہم سے مانوس ہوگئے اور ہماری مجلسوں میں

آنے لگے۔" (ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، بابت ۲۶؍فروری ۱۹۲۳ء)

اب تصویر کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اس وقت کے مشہور لیڈروں سے تحریری اپیل کی گئی کہ:

"ہم اُمُّ الاَحرار والدۂ علی برادران و امامُ الاَحرار مولانا آزاد، و حکیم (اجمل خاں)، و ڈاکٹر انصاری و دیگر برادرانِ حُرِیَّت سے اپیل کرتے ہیں کہ:

وہ اپنی حُرِیَّت نوازی کا ثبوت پہنچائیں اور ہندو نوازی کے دام سے آزادی حاصل کر کے ہندو خطرہ کے دفاع میں ہماری لیڈری کریں۔" (پندرہ روزہ درویش، دہلی، یکم ستمبر ۱۹۲۳ء)

"افسوس ہے کہ خلافت کمیٹی کے اراکین "ہندو مسلم اتحاد" کے لیے اس فتنہ کے اِنسداد میں عام مسلمانوں کا ساتھ دینے سے صاف انکار کرتے ہیں۔" (ماہ نامہ پیر بھائی دہلی، رمضان ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء)

"ہندو خطرہ" کے عنوان سے لکھے گئے ایک مضمون کا خاص حصہ یہ ہے:

"خلافت کمیٹی نے جس کے اَربابِ حل وعقد نے ہمیشہ گلا پھاڑ پھاڑ کر کہا کہ "جمعیت خالص مذہبی جماعت ہے" اِرتداد کے اِنسداد سے بہ حیثیت ایک جماعت کے اپنی علیٰحدگی کا اعلان کر دیا ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ ایک خالص مذہبی جماعت کے لیے ایک خاص اہم ترین مسئلہ سے علیٰحدگی کیوں کر جائز ہو سکتی ہے؟ اور اس علیٰحدگی کی صورت میں اس کو خالص مذہبی یا کم از کم اسلامی جماعت کہلانے کا حق کیوں کر حاصل رہ سکتا ہے؟" (پندرہ روزہ درویش، دہلی، یکم ستمبر ۱۹۲۳ء)

ڈاکٹر ایچ، بی، خان شدھی تحریک کا تاریخی جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مگر یہ فتنہ اُس وقت (۱۹۰۹) زیادہ زور نہیں پکڑ سکا تھا۔ البتّہ ۱۹۲۲ء کے آخر میں اس فتنہ نے باقاعدہ ایک ملک گیر مُہم کی شکل اختیار کر لی تھی اور ایسی صورت میں اہلِ اسلام پر عموماً اور علمائے کرام پر خصوصاً یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ اس فتنے کا سَدِّ باب کریں۔

اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے "جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ بریلی" نے سب سے پہلا، علما کا وفد روانہ کیا۔ جو دس (۱۰) ارکان پر مشتمل تھا۔ یہ وفد اُن علاقوں میں گیا جہاں نومسلم راج پُوت آباد تھے۔ ان مقامات پر ہی ہندو مہاسبھا اور سُوامی شَردھانند کے پرچاری (مبلّغ) سرگرمِ عمل تھے۔

یہ وفد جنوری ۱۹۲۳ء میں سب سے پہلے میرٹھ کے علاقوں میں گیا۔ ان علاقوں میں چار لاکھ افراد کے گم راہ ہونے کا خطرہ درپیش تھا۔ اس وفد نے گم راہ ہونے والے افراد کو وعظ و تلقین کے ذریعہ دعوتِ اسلام دے کر دوبارہ نظامِ اسلام کی طرف رجوع کرنے کے لیے آمادہ کیا۔" الخ۔ علی گڑھ گزٹ، ۵؍فروری ۱۹۲۳ء

(ص ۲۶۴ و ۲۶۵، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علما کا کردار، از ڈاکٹر ایچ، بی، خان، مطبوعہ

قومی ادارہ برائے تحقیقِ تاریخ و ثقافت، اسلام آباد، پاکستان ۱۹۸۵ء)

ڈاکٹر ایچ، بی، خان مزید لکھتے ہیں:

"...... مولانا محمد علی جوہؔر نے ان مسلمانوں کی ہمت افزائی بھی نہیں کی جو تبلیغ اور تنظیم میں نمایاں حصہ لیتے رہے۔ بلکہ اس کے برعکس ان کی مخالفت کی۔

ان تمام وجوہات کی بنا پر مولانا محمد علی اپنے ہم مذہبوں کی ہر دل عزیزی اور مقبولیتِ عامّہ سے کسی حد تک محروم ہو گئے۔ (افاداتِ محمد علی، ص ۱۵۲ و ۱۵۳، بحوالہ ہم درد، ۲۷ تا ۲۹؍دسمبر ۱۹۲۷ء)

مولانا ابو الکلام آزاد نے تو شدھی اور سنگھٹن کی تحریکات کو جائز قرار دیتے ہوئے کسی حد تک ان کی ہمت افزائی کی۔ (تبرکاتِ آزاد، ص ۲۰۸، از غلام رسول مہر، مطبوعہ لاہور)

مولانا محمد علی اور دیگر مسلم زُعَما اس بات کے متمنی تھے کہ جس طرح ہم نے اپنے مسلمان بھائیوں کی فرقہ وارانہ ذہنیت پر ان کی دل شکنی کی ہے، اسی طرح ہندو زُعَما کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ بھی اپنے ہم مذہبوں کی فرقہ وارانہ ذہنیت اور ان کے اعمال و افعال کی مذمّت کریں جس کی بنا پر دونوں قوموں کے مابین منافرت اور نفرت پیدا ہوئی۔ لیکن ہندو قوم پرست لیڈروں نے فرقہ پرست ہندوؤں کی تحریکات اور ان کی دل آزار کتب کی اِشاعت پر کسی قسم کی بھی مذمّت نہیں کی اور نہ ہی ان کی ہمت شکنی کی۔" الخ۔ (ص ۲۷۵، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علما کا کردار، از ڈاکٹر ایچ، بی، خان، مطبوعہ اسلام آباد، پاک، ۱۹۸۵ء)

بہت سے وطنیت پرست زُعَما و قائدین اور علمائے جمعیۃ العلماء نے اپنی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے حد سے متجاوز ہو کر "ہندو مسلم اتحاد" جسے مُشرک نوازی سے تعبیر کیا جانا چاہیے، اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو زبردست نقصان پہنچایا اور اس نعرہ کے سہارے "اِدغام و اِنضمام" کی ایسی لہر چل پڑی جس پر بڑی مشکل سے قابو پایا جا سکا۔

امروہہ (مرادآباد) کے سہ روزہ اجلاسِ جمعیۃ العلماء ہند (مؤرخہ ۳ تا ۵؍مئی ۱۹۳۰ء) میں کئی کانگریس نواز تجاویز پاس ہوئیں۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی (وصال ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء) تلمیذ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (وصال ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) اس اجلاس کی قرار دادِ تعاونِ کانگریس بسلسلۂ "سِوِل نافرمانی" وغیرہ پر تنقید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اربابِ جمعیۃ نے ہندوؤں کے ساتھ وداد و محبت کو قائم رکھا۔ اور نہ اِرتداد کا سیلاب روکا، نہ شردھانند کو اسلام سوز حرکات سے باز رکھا، نہ ہندوؤں کے مظالم کے خلاف آواز بلند کی، نہ خلافت کمیٹی

کے زمانے میں جب مسلمان قشقے لگاتے تھے، بتوں کی نقاب کشائی کے لیے جاتے تھے، ہولی میں گلال ملتے اور رنگ کھیلتے تھے، اس وقت کوئی حکم اسلام کا انہیں سنایا۔

بلکہ اس کے علی الرَّغم جب غازی عبد الرشید نے شردھانند کو قتل کیا تو اس غازی کو جنت کی خوشبو سے محروم گردانا۔'' (ص ۲۷ و ۲۸، ماہ نامہ السواد الاعظم، مراد آباد، شمارہ ذوالقعدہ ۱۳۴۸ھ)

مولانا حسین احمد مدنی (متوفی ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء) اور ان کے ہم خیال وہم نوا علماے دیو بند کھلے بندوں یہ اعلان کرتے تھے کہ ''قومیں اَوطان سے بنتی ہیں۔''

مولانا حسین احمد مدنی (شیخ الحدیث دار العلوم دیو بند) کے ہاتھوں میں اس نظریۂ قومیت کا پرچم تھا۔ اور ان کے پیچھے جمعیۃ علماے ہند کا قافلہ رواں دواں تھا۔ اور آج بھی ان کے وارث علما سیاسی حلقوں میں ''قوم پرست'' اور ''نیشنلسٹ علما'' ہی کہے اور سمجھے جاتے ہیں۔

یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ اُمّتِ اِجابت اور ملّتِ اسلامیہ کا خمیر دین اسلام ہے جو اس کا اصل سرمایہ وامتیاز وشناخت ہے۔ جب کہ قومیت، جغرافیائی وحدت، یا نسبی ونسلی یگانگت سے عبارت ہے۔ دین کے تشخص اور اُمّت و مِلّت کے تحفُّظ کو اسلام ہر حال میں فوقیت اور ترجیح دیتا ہے۔ دیگر امور و معاملات کی حیثیت محض ثانوی ہے۔ قومیّت متحدہ کے نام پر مسلم تشخص کا جذبہ سرد کر کے ہندو مسلم اِدغام و اِنضمام کی راہ ہم وار کرنا مسلمانانِ ہند کے لیے نہ پہلے قابلِ قبول تھا نہ اِس وقت ہے اور نہ آئندہ ایسا کبھی ہوسکتا ہے۔

مسلم مخالف قومی وفکری رُجحان کی تردید کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبالؔ نے اُسی وقت کہا تھا کہ ؎

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
زِ دیوبندؔ حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود برسرِ منبر کہ ''مِلّت از وطن ست''
چہ بے خبرزِ مقامِ محمدِ عربی ست
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی، تمام بولہبی ست

☆☆☆

(ماخوذ: علماے اہل سنت کی بصیرت وقیادت، مولانا یٰسین اختر مصباحی، مطبوعہ مجلس رضا لدھیانہ ۲۰۱۲ء)

2018ء میں رضا اکیڈمی کی خدمات

جنوری

یکم جنوری — طلاق ثلاثہ سے متعلق خلافِ شرع قانون کی مذمت میں بیان

2/جنوری — تین طلاق مخالف بل کی مذمت

2/جنوری — بنا محرم مسلم خواتین وزیر اعظم مودی کے احسان سے حج پر جانے کی بجائے شریعت کے مطابق مع محرم سفر اختیار کریں

3/جنوری — طلاق ثلاثہ بل کے خلاف علما کا سپریم کورٹ جانے کا اعلان

5/جنوری — طلاق ثلاثہ مسئلے پر علما و دانش وران کا اہم اجلاس اسلام جم خانہ میں منعقد کیا گیا

6/جنوری — طلاق ثلاثہ سے متعلق مسلمانوں کا احتجاجی مظاہرہ ملتوی۔ مالیگاؤں میں طلاق ثلاثہ بل کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

8/جنوری — طلاق ثلاثہ بل کے خلاف خواتین کا مظاہرہ

8/جنوری — نتن یاہو کے دورۂ ہند کے خلاف مسلمانوں کا احتجاج

9/جنوری — نتن یاہو کی ہند آمد پر رضا اکیڈمی کا زبردست احتجاج کا فیصلہ

16/جنوری — نتن یاہو کے دورۂ ہند کے خلاف مینارہ مسجد کے پاس احتجاج

17/جنوری — رضا اکیڈمی وفد نے وزیر اعلیٰ مہاراشٹر کو میمورنڈم پیش کرتے ہوئے نتن یاہو کا مہاراشٹر دورہ رد کرنے کا مطالبہ کیا

18/جنوری — ناگ پاڑہ میں نتن یاہو کے خلاف مسلمانوں کا زبردست احتجاج

19/جنوری — اسرائیلی وزیر اعظم انسانیت دُشمن: الحاج محمد سعید نوری کا بیان

23/جنوری — تحفظ شریعت کے لیے جدوجہد جاری رہے گی

28/جنوری — رضا اکیڈمی وفد اپوزیشن لیڈران سے طلاق ثلاثہ مسئلہ پر ملاقات کے لیے عازم دہلی

29/جنوری — طلاق ثلاثہ بل کے خلاف علماے ممبئی کا پارلیمنٹ اسٹریٹ پر احتجاجی دھرنا

29/جنوری — شریعت بچاؤ آندولن کے تحت رضا اکیڈمی کی کامیاب میٹنگ

30/جنوری — احمد پٹیل سے رضا اکیڈمی کے وفد کی ملاقات

فروری

یکم فروری شرعی معاملات سے مرکزی حکومت کو علماے کرام نے دور رہنے کا مشورہ دیا

2؍فروری طلاق ثلاثہ بل کے خلاف بریلی شریف میں علماے اہل سنت کی میٹنگ

11؍فروری شرعی مسائل میں مسلم قوم نے اتحاد و جرأت کا بے مثال مظاہرہ کیا

13؍فروری مسجد کا کوئی نعم البدل نہیں، مسجد ہمیشہ مسجد ہی رہے گی۔ مولوی سلمان ندوی کے بیان کی مذمت میں الحاج محمد سعید نوری کا بیان

14؍فروری بابری مسجد کا مسئلہ اور میڈیا کا فرقہ پرستانہ ہنگامہ

15؍فروری ملیالم فلم کے نغمے میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مبارک نام کے استعمال پر مسلمانوں میں اضطراب۔ رضا اکیڈمی نے فلم ڈائرکٹر سے مذکورہ نغمہ حذف کرنے کی مانگ کی

15؍فروری مولوی سلمان ندوی اور شری شری روی شنکر سو بیگھہ اراضی ہم سے لے لے اور بابری مسجد منتقلی کی بات نہ کرے۔ رضا اکیڈمی کی پیش کش

16؍فروری ملیالم فلم کے خلاف ایف آئی آر کا اندراج

17؍فروری مینارہ مسجد کے باہر بعد نماز جمعہ ملیالم فلم کے خلاف زبردست احتجاج

18؍فروری ملیالم گیت پر پابندی کے لیے مسلم ممبران پارلمینٹ اور ہر ریاست کے اسمبلی ممبران بھی آواز بلند کریں

22؍فروری ملیالم فلم کے نغمے سے اسلامی عظیم ہستیوں کے نام حذف کیے جائیں

23؍فروری شہزادۂ برہان ملت کے وصال پر تعزیتی پیغام

27؍فروری شام میں مسلمانوں پر بمباری کے خلاف رضا اکیڈمی کا شدید ردعمل

مارچ

3؍مارچ ملک شام میں مسلمانوں کا قتل عام بند کیا جائے

27؍فروری شام میں مسلمانوں پر بمباری کے خلاف رضا اکیڈمی کا شدید ردعمل

23؍فروری آہ شہزادۂ برہان ملت حضرت محمود ملت ہمارے درمیان نہیں رہے: الحاج محمد سعید نوری سربراہ رضا اکیڈمی کا تعزیتی پیغام

3؍مارچ شام میں جاری قتل عام کے خلاف ملک بھر میں احتجاج اور دُعائیں

5؍مارچ آستانہ خواجہ غریب نواز پر شامی مسلمانوں کی سلامتی کے لیے پروگرام و اجتماعی دُعا

9؍مارچ شام و سری لنکا میں جاری قتل عام کے خلاف علماے کرام کی میٹنگ

13؍مارچ گوونڈی میں سیریا بچاؤ کے تحت عالمی پیغام کانفرنس منایا گیا

14؍مارچ مسلمان شرعی طریقے سے اپنے فیصلے کرائیں: الحاج محمد سعید نوری نے صد سالہ عرس اعلیٰ حضرت کی متحدہ میٹنگ میں شرعی قوانین کے تحفظ کے تئیں تبادلہ خیال کیا

14؍مارچ زی ٹی وی سیریل عشق سبحان اللہ پر رضا اکیڈمی کا احتجاج

22؍مارچ آستانہ خواجہ غریب نواز پر رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام خواجہ غریب نواز کانفرنس منائی گئی

31؍مارچ آزاد میدان میں تشدد واحتجاج کا معاملہ؛ رضا اکیڈمی کے جنرل سکریٹری الحاج محمد سعید نوری کو دو کروڑ کے ہرجانہ کا ٹونس پر کلکٹر کو سرزنش

30؍مارچ خواتین اسلام لاکھوں کی تعداد میں طلاق ثلاثہ بل کی مخالفت میں کردار ادا کریں

اپریل

یکم اپریل ممبئی میں تیسرا سالانہ جلوس غریب نواز بڑی شان وشوکت سے نکالا گیا

5؍اپریل ملک تقسیم کے دوراہے پر ہے؛ کامن سول کوڈ کسی صورت میں منظور نہیں، لاء کمیشن ہمیں مزید 60؍دن کی مہلت دے: الحاج محمد سعید نوری

6؍اپریل عشق سبحان اللہ سیریل کے خلاف ہائی کورٹ میں عرض داشت داخل

9؍اپریل امریکی فلم بلیک پینتھر سے 18؍اپریل کو سعودی عرب کے پہلے سینما گھر کا افتتاح: رضا اکیڈمی نے شدید مذمت کی

13؍اپریل شام اور افغانستان خون سے لہولہان؛ ممبئی کے مسلم حلقوں میں بے چینی، کیمیائی ہتھیار مخالف طاقتوں کا کیمیائی حملے پر خاموش رہنا سخت مذموم: الحاج محمد سعید نوری

14؍اپریل کشمیر میں آصفہ کا قتل ہندوستان پر بدنما داغ، مجرموں کو پھانسی کی سزا دی جائے: رضا اکیڈمی کا مطالبہ

14؍اپریل حکومت سعودیہ مغربی کلچر کا فروغ بند کرے: رضا اکیڈمی

16؍اپریل کشمیر کے کٹھوعہ اور اتر پردیش کے اناؤ میں عصمت دری کے واقعات پر رضا اکیڈمی نے علماے کرام کی میٹنگ لی

17؍اپریل جسٹس فار آصفہ کے لیے ناگپاڑہ جنکشن پر احتجاج

19؍اپریل عصمت دری و قتل کی شکار بچیوں کا خون رنگ لائے گا، ملزمین کو پھانسی کی سزا دی جائے:

رضا اکیڈمی

19/اپریل کٹھوعہ اناؤ اور سورت میں درندگی کے خلاف بعد نماز جمعہ زبردست احتجاج کی تیاری

22/اپریل غار حرا اور جبل نور کی زیارت پر پابندی کی سخت مخالفت، ٹورس والوں پر جرمانہ کا حکم سعودی حکومت واپس لے: رضا اکیڈمی کا مطالبہ

مئی

یکم مئی حج وعمرہ پر اضافی ٹیکس کے خلاف رضا اکیڈمی کی ہنگامی میٹنگ

یکم مئی دوسری مرتبہ حج وعمرہ کی ادائیگی پر ٹیکس عائد کرنا غلط

8/مئی سنی تعلیمی کانفرنس میں رضا اکیڈمی کے بانی الحاج محمد سعید نوری کو ''پاسبان ملت ایوارڈ'' سے نوازا گیا

11/مئی رمضان میں اسرائیلی کھجور درآمد نہ کی جائے: رضا اکیڈمی نے کھجور درامپورٹ ایسوسی ایشن کو مکتوب روانہ کیا

14/مئی اورنگ آباد شہر کا فساد منصوبہ بند سازش کا نتیجہ: الحاج محمد سعید نوری صاحب

14/مئی اورنگ آباد فساد کے ضمن میں بے گناہوں کو ہرگز پریشان نہیں کیا جائے گا: رضا اکیڈمی کے وفد کو ڈی آئی جی بپن بہاری کی یقین دہانی

15/مئی فرقہ پرست طاقتیں ملک میں بدامنی پیدا کرنا چاہتی ہیں، اورنگ آباد کے امن پسندوں نے فرقہ پرستوں کی سازش کو ناکام بنادیا: الحاج محمد سعید نوری کا اظہار خیال

17/مئی جنوبی ممبئی میں فلسطینی شہدا کے لیے کینڈل مارچ

19/مئی امریکی سفارت خانہ کو یروشلم منتقلی اور اسرائیلی درندگی کے خلاف رضا اکیڈمی کے دفتر میں بوقت افطار خصوصی دُعا کا اہتمام

27/مئی معروف عالم دین مولانا محمود احمد رفاقتی کی رحلت: رضا اکیڈمی کی تعزیت

جون

6/جون فلسطینی نرس کی شہادت پر علمائے کرام کی مذمتی اور دُعائیہ محفل

29/جون رسول اللہ ﷺ کے شان میں گستاخی کرنے والے نیوز چینل پر پابندی لگائی جائے: رضا اکیڈمی

30/جون لکھنؤ میں 17/سالہ لڑکی کے قتل کے خلاف رضا اکیڈمی کا مظاہرہ

جولائی

5/جولائی شان رسالت ﷺ میں گستاخی کا معاملہ نیوز چینل اور اینکر کے خلاف قانونی کارروائی کا مطالبہ: رضا اکیڈمی وفد کی ممبئی کے جوائنٹ پولس کمشنر سے ملاقات

13/جولائی صحافت اخبار میں الحاج محمد سعید نوری صاحب کا انٹرویو شائع ہوا ''انس وتعلق کی حامل شخصیت''

21/جولائی عالم اسلام کی عظیم شخصیت حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری کا وصال

23/جولائی حضور تاج الشریعہ کی تدفین، نماز جنازہ میں لاکھوں سوگوار اور عقیدت مندوں کا اژدھام: ملک کی تاریخ کا ریکارڈ توڑ مجمع

25/جولائی اعلیٰ حضرت کے 100/سالہ عرس کے موقع پر الحاج محمد سعید نوری صاحب نے مزار شریف پر 100/ٹوکرے گلاب کے پھول پیش کیے

اگست

یکم اگست آسام میں 40/لاکھ افراد کی ہندوستانی شہریت خطرے میں: علمائے اہل سنت کی ہنگامی میٹنگ

3/اگست آسام شریعت کے مسئلہ میں مسلمانوں کو الجھانے کی سازش: میٹنگ میں علمائے کرام کا اظہار خیال

7/اگست مساجد کی تعمیر وخدمت پر اللہ ورسول کی رضا ہے: الحاج محمد سعید نوری

11/اگست نیوزی لینڈ کی فریڈم ہارٹی کی شان رسالت ﷺ میں گستاخی سے مسلمانوں میں بے چینی: رضا اکیڈمی کا اسلامی ممالک اور حکومت ہند سے سفارتی تعلقات منقطع کرنے کا مطالبہ

14/اگست قربانی کے متعلق مسائل پر جوائنٹ پولس کمشنر سے رضا اکیڈمی کے وفد نے ملاقات کی

17/اگست رضا اکیڈمی نے حصہ والی قربانی کا حسب روایت اہتمام کیا، فی حصہ 1400/روپے متعین کیا گیا، گوشت کی تقسیم غربا میں کی گئی

20/اگست جنوبی ممبئی میں کیرلا متاثرین کی امداد کے لیے ریلی کا انعقاد، رضا اکیڈمی نے سیلاب متاثرین کے لیے مینارہ مسجد تک ریلی نکالی

27/اگست مالیگاؤں میں کیرلا ریلیف کے لیے پیدل ریلی، رضا اکیڈمی کے سربراہ الحاج محمد سعید نوری کی دُعاؤں سے آغاز

28/اگست اظہار رائے کی آزادی کا یہ مفہوم نہیں کہ کسی کی دل آزاری کی جائے ،رضا اکیڈمی کا وفد نیوزی لینڈ کونسلٹ پہنچا اور دل آزار خاکوں کے خلاف میمورنڈم دیا

ستمبر

8/ستمبر آسمان فکر وفن کے شمس وقمر کا نام تاج الشریعہ ہے: علامہ عسجد رضا خان قادری کا بیان ،حضور تاج الشریعہ کا عرس چہلم قیصر باغ ڈونگری میں منایا گیا، رضا اکیڈمی کا اظہار تشکر

12/ستمبر چینی حکومت مسلمانوں کو اسلام سے دور کر رہی ہے: الحاج محمد سعید نوری صاحب سربراہ رضا اکیڈمی کا اظہار تاسف

13/ستمبر حکومت چین مسلمانوں پر ظلم سے باز آجائے، مسلمانوں کو ان کے مذہبی معاملات کی ادائیگی میں مکمل آزادی دی جائے: الحاج محمد سعید نوری

15/ستمبر چینی حکومت مسلمانوں پر ہو رہے مظالم پر فوراً روک لگائے: الحاج محمد سعید نوری سربراہ رضا اکیڈمی کی جانب سے بعد نماز جمعہ زبردست احتجاج

18/ستمبر حج کی طرح عمرہ کی دوبارہ ادائیگی پر بھی قریب چالیس ہزار روپیوں کا اضافی ٹیکس، امام حرم اور علما سعودی حکومت کے اس فیصلے کی کھل کر مخالفت کریں: الحاج محمد سعید نوری

23/ستمبر علمائے اہل سنت طلاق ثلاثہ آرڈیننس کو چیلنج کریں گے: بریلی شریف کے نوری مہمان خانے میں علمائے کرام کی میٹنگ میں فیصلہ

20/ستمبر تین طلاق آرڈیننس توہین عدالت، علما و دانشوران ولیڈران کا احتجاج

28/ستمبر غیر ازدواجی تعلقات قائم کرنا اب جرم نہیں؛ سپریم کورٹ کے فیصلے کو شرمناک قرار دیتے ہوئے رضا اکیڈمی نے برہمی کا اظہار کیا

30/ستمبر رضا اکیڈمی کی جانب سے کیرلا سیلاب متاثرین کے مدد کے لیے الحاج محمد سعید نوری کی قیادت میں وفد کی کیرلا روانگی

اکتوبر

یکم اکتوبر 6/رکنی ٹیم کے ہمراہ رضا اکیڈمی کے سربراہ کیرلا پہنچے، کوچی میں اہل سنت کا رفاہی کام شروع ہے

2/اکتوبر کیرلا سیلاب زدگان کو معاونت کرنے والوں نے انسانیت کی بڑی خدمت کی، رضا اکیڈمی کا وفد کیرلا پہنچا، اسلامی درس گاہ الثقافۃ السنیہ (کالی کٹ) کے امدادی اور فلاحی کاموں کی

وفد نے تعریف وستائش کی

3/اکتوبر کیرلا سیلاب نے ملک میں منافرت پھیلانے والوں کے عزائم کو دھکا پہنچایا ہے، ہندوستان کے لوگوں نے بنا امتیاز متاثرین کی مدد کی: الحاج محمد سعید نوری

مطبوعات

رضا اکیڈمی ممبئی نے اِمسال درج ذیل کتابوں کی اشاعت کی:

(۱) حضرت سیدنا امیر معاویہ

(۲) جذبات برہان

(۳) بدمذہبوں سے میل جول

(۴) تنبیہ الغافلین

(۵) احادیث سید الانبیاء ﷺ

(۶) ترجمہ کنز الایمان پر دیوبندیوں کے اعتراضات کا محاسبا

(۷) سالانہ مجلہ یادگار رضا

فتاویٰ رضویہ (۳۲/جلدیں)

صد سالہ عرسِ اعلیٰ حضرت کی مقدس ساعتوں میں ''فتاویٰ رضویہ'' ۳۲/جلدوں میں رضا اکیڈمی نے شائع کیا۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں جدید طرز پر فہرستوں کا اہتمام ہے۔ عربی و فارسی عبارتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ حوالہ جات کی تخریج حاشیہ میں کی گئی، رضا فاؤنڈیشن لاہور کے ایڈیشن کی رضا اکیڈمی ممبئی نے عمدہ انداز میں اشاعت کی اور خصوصی رعایت کے ساتھ صد سالہ عرس میں مہیا کرایا گیا۔ جب کہ مخصوص سیٹ تحفتاً بھی مہیا کیے گئے۔

کنز الایمان شریف کی اشاعت

رضا اکیڈمی مالیگاؤں نے صد سالہ عرسِ اعلیٰ حضرت کی مناسبت سے مقبول عام ترجمہ قرآن کنز الایمان [از اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت] مع تفسیر خزائن العرفان [از صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی] کی تازہ اشاعت کی۔ سالِ گزشتہ [۲۰۱۷ء میں بھی] اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ جو حجاجِ کرام کی خدمت میں تحفتاً پیش کیا گیا۔ اس ایڈیشن کی خاص بات یہ ہے کہ نئی کتابت، عمدہ طباعت، خوب صورت جلد کے ساتھ منظر عام پر لایا گیا۔ الحاج محمد سعید نوری صاحب کی سرپرستی میں اِس ایڈیشن کی رضا اکیڈمی مالیگاؤں نے اشاعت کی۔ امسال صد سالہ عرس اعلیٰ حضرت کی مناسبت سے رضا اکیڈمی نے کنز الایمان کے انگلش ایڈیشن کی بھی اشاعت کی۔ ☆☆☆

مغزِ قرآں روحِ ایماں جانِ دیں صلی اللہ علیہ وسلم

وطن مالوف مالیگاؤں (ہند) کی پیاری پیاری سرزمین کو خیرباد کہہ کر برطانیہ میں آ بسے مالیگ خانوادے کے ہم چھوٹے بڑے جملہ افراد؛ پورے وثوق اور بڑے اعتماد کے ساتھ اس حقیقت کا اقرار واعتراف کرتے ہیں کہ؛ ہماری آخرت اور عاقبت کے سچے خیرخواہ، ہمارے والد ماجد اور بزرگ مولانا محمد یونس مالیگ نے ہماری تعلیم وتربیت چودہویں صدی ہجری کے مسلمانوں کے دین وایمان کے بہت بڑے محافظ، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیم و تربیت کے مطابق اگر نہ کی ہوتی تو، ہم بھی واقعی طور پر فی الحال بھی؛ ہم میں موجود بہت ساری دینی و دنیوی خامیوں اور کم زوریوں کے سبب شاید اب تک......مومن فضائل رسالت ...... نہ رہے ہوتے، اپنے بہت سارے دوست واحباب اور دینی وخاندانی بھائی بہنوں کی طرح مکے مدینے کے موجودہ مال دار اور متمول لیکن سو فی صد غیروں کے غلام اور نوکر بن جانے والے عیش پرست و دُنیا دار بادشاہوں اور اماموں کے روپیوں پیسوں کی چکاچوند سے مرعوب ومغلوب ہو ہو کر......منکر فضائل رسالت......بن چکے ہوتے۔

اندریں حالات اپنے کرم فرما اور دیالو اللہ رب تبارک وتعالیٰ کی اس کرم فرمائی کے شکریے میں دُعا گو ہیں کہ مغزِ قرآں روحِ ایماں جانِ دیں آمنہ کے لال وعبداللہ کے چاند صلی اللہ علیہم وسلم کے نہایت ہی سچے اور کھرے......غلام ومومن......امام احمد رضا محدث بریلوی اور آپ کی آل و احباب واصحاب خصوصاً حضور محدث اعظم ہند مولانا سید محمد میاں کچھوچھوی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری، مفتی اعظم مولانا محمد مصطفی رضا خاں نوریؔ اور بالکل ابھی ابھی ۲۰؍جولائی ۲۰۱۸ء کو انتقال فرما کر اللہ کی بارگاہ میں اپنی محبوبیت اور مقبولیت کا سو فی صد زندہ ثبوت بن جانے، بلکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے سچے دل سے نکلی اس سچی دُعا اور تمنا......

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنّی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب و طاہر گیا

کا پورے عالم کو چشم دید مشاہدہ کرا دینے والے حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ پر جنت الفردوس میں مولیٰ تعالیٰ بے حساب وکتاب وعذاب وعتاب تا اَبد رحمت ومغفرت کے پھول برسائے۔ اُمتِ مرحومہ کو پھر سے امام احمد رضا بریلوی جیسا سچا اور کھرا......مومن فضائل رسالت غلامِ رسول......عطا فرمائے......نیز یکم و چھ ستمبر ۲۰۱۸ء کو یکے بعد دیگرے مالیگاؤں میں فوت ہو جانے والے ہمارے برادرِ نسبتی اور بزرگ محمد مصطفی محمد یعقوب (فریم میکر) اور ایڈنبرا (برطانیہ) میں فوت ہو جانے والے ہمارے بہت ہی اچھے محسن اور ہمدرد (جڑانوالہ پاکستان) کے وطنی محمد شریف حسن علی کی بزرگانِ دین کے صدقے اور طفیل مغفرت فرما کر انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم......

پیارے رسول کو پکار پیارے نبی کا نام لے
دامن مصطفیٰ میں آ پائے رسول تھام لے

ایں دُعا از ما واز جملہ جہاں آمین باد

دُعا گزاران: محمد میاں مالیگ (مؤلف: مولانا! اندھے کی لاٹھی)، علامہ محمد ارشد مصباحی (اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن انٹرنیشنل مانچسٹر)، علامہ ابوزہرہ رضوی (رضا ریسرچ اینڈ پبلشنگ بورڈ مانچسٹر)، نیاز احمد مصطفوی، محمد ادریس وارثی، ابوحنظلہ رضوی، اقبال احمد وارثی، الطاف احمد لطیف، طفیل احمد، محمد اجمل، محمد احسن، محمد اشرف مالیگ (یوکے)

۷؍ستمبر ۲۰۱۸ء